فغانِ رومیؒ

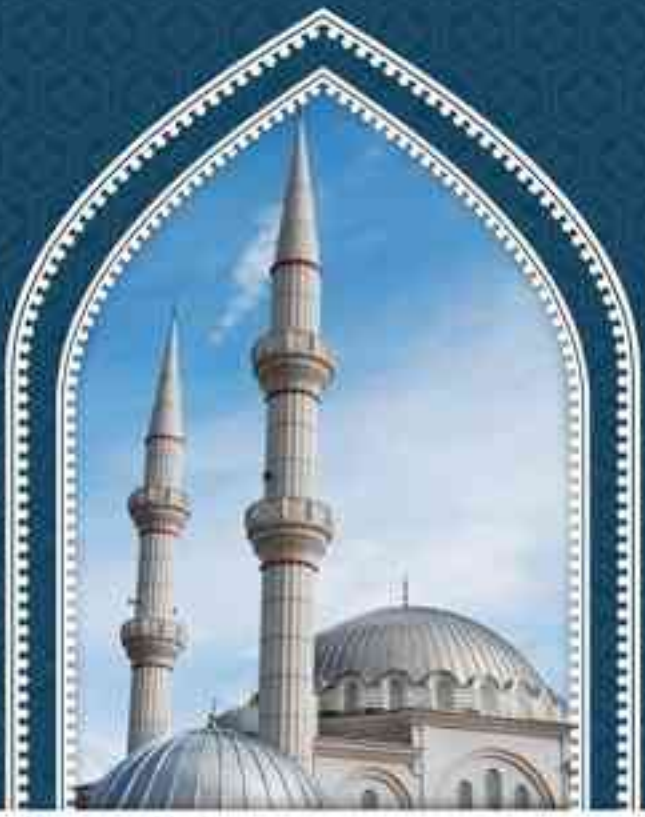

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشنِ اقبال، کراچی

فُغانِ رُومی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

www.khanqah.org

ضروری تفصیل

نام کتاب : فُغانِ رُومی

مؤلف : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب : یکے از خدام حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل : جمادی الاوّل ۱۴۲۱ھ اگست ۲۰۰۰ء

اشاعتِ ثانی : ۴؍ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۴ مارچ ۲۰۱۶ء بروز پیر

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، 92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

www.khanqah.org

عنوانات

عرضِ مرتب ۶

دروسِ مناجاتِ رُومی

۲۴/رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۱/فروری ۱۹۹۱ء ۹
۲۵/رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۲/فروری ۱۹۹۱ء ۱۳
۲۶/رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۳/فروری ۱۹۹۱ء ۲۵
۲۷/رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۴/فروری ۱۹۹۱ء ۴۲
۲۸/رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۵/فروری ۱۹۹۱ء ۵۹
۲۹/رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۶/فروری ۱۹۹۱ء ۶۹
یکم شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۷/فروری ۱۹۹۱ء ۷۸
۲/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۸/فروری ۱۹۹۱ء ۸۷
۳/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹/فروری ۱۹۹۱ء ۹۸
۴/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۰/فروری ۱۹۹۱ء ۱۰۹
۵/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۱/فروری ۱۹۹۱ء ۱۱۵
۶/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۲/فروری ۱۹۹۱ء ۱۲۷
۷/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۳/فروری ۱۹۹۱ء ۱۳۳
۸/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۴/فروری ۱۹۹۱ء ۱۴۱
۹/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۵/فروری ۱۹۹۱ء ۱۴۸

www.khanqah.org

۱۰/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۶/فروری ۱۹۹۱ء ۱۵۴
۱۱/شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۷/فروری ۱۹۹۱ء ۱۶۳
۱۵/ذوقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۹/مئی ۱۹۹۱ء ۱۶۶
۱۸/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۶/اکتوبر ۱۹۹۱ء ۱۸۱
۲۱/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۱۹۹۱ء ۱۹۲
۲۲/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۱ء ۲۰۱
۲۵/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲/نومبر ۱۹۹۱ء ۲۱۲
۲۶/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۳/نومبر ۱۹۹۱ء ۲۲۴
۲۷/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۴/نومبر ۱۹۹۱ء ۲۲۹
۱۲/ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۴/مئی ۱۹۹۳ء ۲۴۱
۱۳/ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۵/مئی ۱۹۹۳ء ۲۴۴
۱۴/ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۶/مئی ۱۹۹۳ء ۲۵۲
۱۶/ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۸/مئی ۱۹۹۳ء ۲۵۷
۱۷/ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۹/مئی ۱۹۹۳ء ۲۶۴
۱۸/ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۰/مئی ۱۹۹۳ء ۲۷۳

از مناجات خاتمِ مثنوی

۱۹/ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۱/مئی ۱۹۹۳ء ۲۸۰

www.khanqah.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مرتب

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، اَمَّا بَعۡدُ

سات سو سال پہلے حضرت شمس الدین تبریزی کے سینے کی آگ جو حضرت جلال الدین رومی کے سینے میں منتقل ہوئی اور آتش فشاں بن کر مثنوی کی صورت میں زبانِ رومی سے بر آمد ہوئی، اس کی شرح سات سو برس بعد اس زبان مبارک سے ہوئی جس کو عصرِ حاضر کے بڑے بڑے علماء حتیٰ کہ ایران کے صاحبِ زبان اہلِ حق علماء نے بھی رُومی ثانی کا لقب دیا ہے اور جن کی آتشِ درد اور آہِ دل عصرِ حاضر کے شمس تبریزی حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی روشن کردہ و پروردہ ہے، جیسا کہ شارحِ مثنوی حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے خود فرمایا ہے کہ ؎

آہِ من پروردۂ آہِ شما
دردِ من پروردۂ دردِ شما

ترجمہ: اے شاہ عبد الغنی! میری آہ آپ کی آہوں کی تربیت یافتہ اور میرا درد آپ کے درد کا پروردہ ہے۔

پیشِ نظر کتاب "فُغانِ رُومی" مولانا جلال الدین رُومی کے مناجاتیہ اشعار کی درد بھری شرح ہے جو مُرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی ہے۔ یہ خالی لفظی شرح نہیں ہے بلکہ حضرت والا کی وہ آتشِ دردِ دل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو خاص فرمایا اور جو اُمت میں خال خال ہی کو عطا ہوئی بلکہ بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اس دردِ دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو منفرد فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مناجاتِ رُومی کی ایسی شرح آج تک نظر سے نہیں گزری اور شاید ہی کسی زبان میں موجود ہو، کیوں کہ جب ایسے قلوب ہی نایاب ہیں تو زبان کہاں سے آئے گی۔

www.khanqah.org

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ[1]

کسی کے دو شعر کیا خوب ہیں جو حضرت والا کے مقامِ عشق اور دردِ محبت کی انفرادی شان کے ترجمان ہیں۔

ڈھونڈوگے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

میں حیرت و حسرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم

راقم الحروف عرض رسا ہے کہ الحمد للہ تعالیٰ! حضرت والا سراپا محبت ہیں، عشق کا سمندر ہیں، نہ جانے کتنے دریائے محبت حضرتِ اقدس کے سینۂ مبارک میں موجزن ہیں، لیکن ہم جیسے کور باطن اس کا کیا ادراک کر سکتے ہیں۔ درحقیقت حضرت والا دامت برکاتہم مولانا رُومی کے اس شعر کے مصداق ہیں۔

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
واندرونِ من نہ جست اسرارِ من

ترجمہ: ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بنا ہوا ہے، لیکن میرے دل کے رازِ محبت سے کوئی واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ نظر عطا فرمائے جو حضرت والا کو پہچان سکے۔

ترے صدقہ میں اسے چشمِ بصیرت ہو عطا
آہ عشرت نے بھی اب تک تجھے پہچانا نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت والا کی صحیح معنوں میں قدر کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح معنوں میں استفادہ کی توفیق دے اور حضرت کا سایۂ عاطفت ایک سو بیس سال تک مع صحت وعافیت ودین کی عظیم الشان و بے مثال خدمت اور شرفِ قبولیت کے ہمارے سروں پر قائم رکھے، آمین ثم آمین۔

---

[1] سنن ابن ماجة: ۲/۲۰۵، باب فضل الحامدین، المکتبة الرحمانیة

www.khanqah.org

اس کتاب کے مطالعے سے ان شاء اللہ تعالیٰ صرف دُعا مانگنے کا طریقہ ہی نہیں آئے گا بلکہ دل میں اللہ کی محبت کی آگ بھی لگ جائے گی۔

مناجاتِ رُومی کے اس درس کا اکثر حصہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں ری یونین سے تشریف لانے والے حضرت والا سے منسلک بعض علماء اور دیگر حضرات کی درخواست پر دیا گیا۔ یہ حضرات تقریباً آٹھ ماہ تک خانقاہ میں مقیم رہے، اس لیے وقتاً فوقتاً درس ہوتا رہا۔ اس کے بعد بقیہ حصہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں مکمل ہوا جب یہ حضرات ری یونین سے دوبارہ تشریف لائے اور اب ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء میں الحمد للہ تعالیٰ! اس کی اشاعت ہو رہی ہے۔ حضرت والا کے بعض مضامین جدیدہ وعلومِ نافعہ اور اشعار وغیرہ مضمون کی مناسبت کی وجہ سے بعض مقامات پر شامل کر دیے گئے ہیں جو دورانِ درس بیان نہ ہوئے تھے۔ بعض جگہ تو اس کی نشان دہی کر دی گئی کہ یہ مضمون بعد کا ہے لیکن بعض مقامات پر اس کا اظہار نہیں کیا جاسکا، کیوں کہ مقصود نفع رسانی ہے نہ کہ تاریخی ریکارڈ کی درستگی۔

الحمد للہ! آج مؤرخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۸ جولائی ۲۰۰۰ء بروز جمعہ ''فغانِ رومی'' کی کمپوزنگ مکمل ہوئی اور طباعت کے لیے دی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قیامت تک اُمتِ مسلمہ کے لیے نافع بنائیں، آمین۔

جامع ومرتب

یکے از خدّام

عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

دام ظلالھم علینا وعلیٰ سائر المسلمین

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

www.khanqah.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فُغانِ رُومی

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۴ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۹۱ء

بروز دوشنبہ بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اے خدائے باعطا و باوفا
رحم کن بر عمرِ رفتہ بر جفا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ باعطا بھی ہیں اور باوفا بھی ہیں۔ اب سوال ہوتا ہے کہ عطا کو وفا سے کیا نسبت ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہر عطا کا سبب وفا اور محبت ہے۔ حق تعالیٰ کے جو بے پایاں عطا و انعامات ہیں ان کا سبب اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت ہے۔ اور دنیا کے جتنے باعطا لوگ ہیں کسی مرحلے پر وہ وفا سے مجبور اور عطا سے معذور ہو جاتے ہیں، مثلاً: کسی کا گہرا دوست مقروض ہو گیا اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے دوست کی مدد کرے لیکن اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ اس کا قرض ادا کر سکے یا دوست کی دشمن پٹائی کر رہے ہیں اور یہ دوست کی مدد کو آیا لیکن چار دشمنوں نے اسے بھی پکڑ لیا، یہ شخص باوفا ہونے کے باوجود باعطا ہونے پر قادر نہیں، وفا سے مجبور اور عطا سے معذور ہو گیا۔ لیکن اے اللہ! صرف آپ کی ذات ہے کہ کوئی چیز آپ کی عطا میں مانع نہیں ہو سکتی کیوں کہ آپ عَزِیۡز ہیں،

www.khanqah.org

زبردست طاقت والے ہیں، اور عَزِیْز کے معنیٰ ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَلَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِی اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ [۲] یعنی جو ہر چیز پر قادر ہو اور اپنی قدرت کے استعمال میں کوئی چیز اس کو عاجز نہ کر سکے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ [۳]

یہ لَا نفی جنس کا ہے کہ اے اللہ! جنس کی کوئی نوع یعنی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے کہ آپ عطا فرمانا چاہیں اور وہ اس میں مانع ہو جائے اور جس کو آپ اپنی عطا سے محروم کریں تو کوئی عطا کرنے والا اس کو عطا نہیں کر سکتا۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تو وہ تین اندھیروں میں تھے: رات کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا اور دریا کی تہہ کا اندھیرا اور فَھُوَ کَظِیْمٌ [۴] وہ گھٹ رہے تھے۔ وہاں کون تھا جو آپ کے پیغمبر کو اس امتحان سے نجات دیتا، لیکن آپ کی عطا میں کوئی چیز مانع نہ ہوئی اور دریا کی تہہ میں آپ نے سنگ ریزوں سے پڑھوا دیا:

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ [۵] اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [۶]

اور اشارہ دے دیا کہ یہ پڑھ لو تو نجات پا جاؤ گے۔ اور سُبْحٰنَکَ میں یہ علم پوشیدہ ہے کہ اس وقت بھی جبکہ مچھلی نے نگل لیا ہے آپ اس وقت بھی پاک ہیں ہر ظلم سے، آپ ظالم نہیں ہیں، میں ہی ظالم ہوں۔ تو آپ ایسے باعطا ہیں۔ اور باوفا کیسے کہ اپنے پیاروں اور وفاداروں کی سات پشت بلکہ دس پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا [۷]

اور وہ دیوار جس کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ دفن تھا، گر رہی تھی، آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے اس کو بنوا دیا تاکہ ظالم بادشاہ اس خزانے کو نہ چھین سکے اور اس عطا

---

۲ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۴۶۳، باب قصۃ حجۃ الوداع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۳ صحیح البخاری: ۱/۱۱۷ (۸۴۸)، باب الذکر بعد الصلوۃ، المکتبۃ المظہریۃ
۴ یوسف: ۸۴
۵ الانبیاء: ۸۷
۶ الکھف: ۸۲

www.khanqah.org

اور کرم کی وجہ آپ نے قرآنِ پاک میں بیان فرمائی وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا کہ ان دونوں بچوں کا باپ ہمارا وفادار اور پیارا تھا۔ اور یہ باپ کون تھا؟ روایت میں ہے کہ كَانَ الْاَبَ السَّابِعَ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَلْاَبَ الْعَاشِرَ[1] یہ ساتواں باپ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ دسواں باپ تھا۔ آہ! آپ کیسے باوفا ہیں کہ جو آپ کا ہو جاتا ہے آپ اس کی دس پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں۔ دنیا میں بھی ہمارے ساتھ ہیں، قبر میں بھی ہمارے ساتھ ہوں گے، میدانِ محشر میں بھی اور پل صراط پر بھی اللہ ہی ساتھ دے گا۔ ہمارا مالک دونوں جہاں کا مالک ہے اور دونوں جہاں میں صرف وہی باوفا ہے۔

اور دنیا کے باعطا بادشاہ اگر مجرموں کو معاف بھی کرتے ہیں تو عدالتِ عالیہ میں اس کا سابقہ ریکارڈ محفوظ رکھتے ہیں تاکہ اگر آئندہ کبھی وہ پھر بے وفائی کرے تو اس کا سابقہ ریکارڈ فردِ جرم عائد کرنے میں ثبوت فراہم کرے، لیکن اے اللہ! آپ ایسے باعطا ہیں کہ جس کو معاف کرتے ہیں اس کا سارا ریکارڈ ضایع کر دیتے ہیں، تاکہ میرا بندہ قیامت کے دن رُسوا نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا تَابَ الْعَبْدُ اَنْسَى اللّٰهُ الْحَفَظَةَ ذُنُوْبَهٗ وَاَنْسٰى ذٰلِكَ جَوَارِحَهٗ وَمَعَالِمَهٗ مِنَ الْاَرْضِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَاهِدٌ مِّنَ اللّٰهِ بِذَنْبٍ[2]

جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے اس کے گناہوں کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے جوارح یعنی اعضائے جسم جو اس کے خلاف گواہی دیتے ان کو بھی بھلا دیتے ہیں اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا تھا (اور وہ زمین اس کے خلاف گواہ ہوتی) اس زمین سے بھی اس کے گناہوں کے نشانات کو مٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے گناہوں پر کوئی شہادت دینے والا نہ ہو گا۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! آپ تو ایسے باعطا اور باوفا ہیں اور ہم اتنے ہی بے وفا اور پُر جفا ہیں۔

---

[1] روح المعانی: ۱۶/۱۱۳ الکھف (۸۲)، دار احیاء التراث، بیروت

[2] کنز العمال: ۴/۲۰۹ (۱۰۱۷۹)، باب فضل التوبة والترغیب فیها، مؤسسة الرسالة

www.khanqah.org

مجھ سے طغیانی و فسق و سرکشی
تجھ سے بندہ پروری ہوتی رہی

لہٰذا اے اللہ! ہماری جفاؤں پر اور ہمارے گناہوں پر نظر نہ فرمایئے کہ آپ کریم ہیں، آپ ہماری اس عمر پر جو گناہوں میں گزر گئی رحم فرما دیجیے۔

دادۂ عمرے کہ ہر روزے ازاں
کس نداند قیمتِ آں در جہاں

مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! آپ نے ہمیں ایسی زندگی بخشی ہے کہ جس کے ایک روز کی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ زندگی کتنی قیمتی ہے۔ اس کی ایک سانس میں انسان کافر سے مومن، فاسق سے ولی، جہنمی سے جنتی بن سکتا ہے اور اگر اس کی قیمت نہ پہچانی اور زندگی کو ضایع کر دیا تو موت کے وقت حسرت ہوگی کہ آہ! جس سانس میں ہم اللہ کو راضی کر کے دائمی جنت حاصل کر سکتے تھے اس کو ہم نے دنیا کی عارضی لذتوں میں ضایع کر دیا اور موت کے وقت وہ مہلت ختم ہوگئی۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا[۹]

اور اللہ کسی شخص کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جبکہ اس کی میعاد (عمر) ختم ہونے پر آجاتی ہے۔ اس وقت اس زندگی کی ایک سانس کی قیمت معلوم ہوگی کہ اگر بادشاہ اپنی ساری سلطنت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دے کہ مجھے ایک لمحے کی مہلت دے دو تاکہ میں توبہ کر کے اللہ کو راضی کر لوں تو مہلت نہ ملے گی۔ یہ ایسی قیمتی زندگی ہے۔ پس اے اللہ! ہمیں توفیق دے دیجیے کہ ہم آپ کو یاد کر کے اور آپ کو راضی کر کے اور مہلتِ حیات سے پورا پورا فائدہ اُٹھا کر ابدی کامیابی حاصل کر لیں۔

خرچ کردم عمرِ خود را دمبدم
در دمیدم جملہ را در زیر و بم

اے خدا! ایسی قیمتی زندگی کو میں نے زیر و بم یعنی لہو و لعب میں پھونک ڈالا۔

---

۹ المنافقون:۱۱

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۵ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۹۱ء

بروز منگل، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ
داد خواہم نے زکس زیں داد خواہ

ارشاد فرمایا کہ یہاں فریاد سے پہلے بشنوید محذوف ہے یعنی اے خدا! اس شخص کی فریاد کو سن لیجیے جو اس وقت فریاد کر رہا ہے۔ میں کسی سے انصاف نہیں چاہتا مگر اس ذات سے جو انصاف عطا فرمانے والی ہے، یعنی اے داد خواہی کرنے والے! اپنے نفس ہی کے ظلم کی آپ سے داد خواہی کرتا ہوں اور آپ سے انصاف چاہتا ہوں۔ اور دوسرے معنیٰ یہ بھی ہیں کہ میں بخشش چاہتا ہوں اس ذات سے جس کو بخشش کرنا محبوب ہے۔

مولانا کی مراد یہ ہے کہ اے فریادیوں کی فریاد سننے والے! آپ سے فریاد ہے کہ آپ نے آیت فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا[1] نازل فرما کر ہمیں دو قسم کا اختیار دیا ہے: تقویٰ کا بھی اور فسق و فجور کا بھی، جس سے ہم بہت بڑی آزمایش میں ہیں۔ فرشتے تو مجبورِ اطاعت ہیں، وہ گناہ کر ہی نہیں سکتے، لیکن ہمارے اختیار کے درخت میں دو شاخیں ہیں: ایک شاخ اطاعت کی ہے اور دوسری شاخ نافرمانی کی ہے کہ اگر چاہو تو تقویٰ کا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا میٹھا پھل حاصل کر لو اور اگر چاہو تو گناہ کر کے اللہ کے غضب کا کڑوا پھل لے لو، یعنی ہمیں اختیار ہے کہ چاہو تو اللہ کے فرماں بردار بن کر ولی اللہ اور رشک بایزید بن جاؤ اور چاہو تو نافرمانی کر کے ننگِ ابلیس اور ننگِ یزید بن جاؤ۔

اے خدا! فریاد ہے کہ اختیارِ خیر و شر کی کشمکش سے ہم سخت آزمایش میں ہیں کیوں کہ ہمارا نفس بہت نالائق ہے جس سے ہمیں سخت خطرہ ہے کہ آپ کے دیے ہوئے

[1] الشمس: ۸

www.khanqah.org

اختیار کو غلط استعمال کر جائے گا یعنی اطاعت و فرماں برداری کی شاخ پر بیٹھنے کے بجائے فسق و نافرمانی کی شاخ پر بیٹھ جائے گا کیوں کہ اس کی فطرت آپ نے بیان فرمادی کہ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ[۱۱] ہے، لہٰذا اندیشہ ہے کہ نیکی اور بدی کے اختیار میں اپنی فطرت کے سبب یہ بدی کو ہی اختیار کرے گا، لہٰذا اپنے اس ظالم نفس کے خلاف آپ کی عدالتِ عالیہ میں فریاد داخل کر رہا ہوں کہ اس نفس نالائق کو آپ مجھ پر اختیار نہ دیجیے، اس کے اختیار سے مجھ کو خرید لیجیے اور اپنے خاص کرم اور خاص توفیق سے مجھے نیک کاموں پر مضطر کر دیجیے۔

دراصل مولانا کا یہ شعر مشکوٰۃِ نبوت سے مستنیر ہے اور اس حدیثِ پاک کی شرح ہے:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ، اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ، وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ[۱۲]

جب دشمن ستاتا ہے تو مظلوم سرکار کی عدالتِ عالیہ میں استغاثہ دائر کرتا ہے اور وہ مُدّعی کہلاتا ہے اور جس کے خلاف استغاثہ دائر ہوتا ہے اس کو مدعیٰ علیہ کہتے ہیں اور فریاد کے مضمون کو استغاثہ کہتے ہیں۔

اس دُعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو سکھادیا کہ جب تمہیں کوئی ستائے خواہ وہ تمہارا داخلی دشمن نفس ہو یا خارجی دشمن شیطان یا انسان ہو تو تم حیّ و قیوم کی سرکارِ عالیہ میں اپنا استغاثہ و فریاد داخل کر دو، کیوں کہ یہ وہ سرکارِ عالیہ ہے جس کی کائنات میں کوئی مثال نہیں، حق تعالیٰ کی ذات حَیّ ہے: اَیْ اَزَلًا اَبَدًا وَحَیَاۃُ كُلِّ شَیْءٍ بِهٖ مُؤَبَّدًا یعنی اللہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسی سے ہر شے کی حیات قائم ہے اور اللہ قَیُّوْمٌ بھی ہے یعنی قَائِمٌ بِذَاتِهٖ، وَیُقَوِّمُ غَیْرَهٗ بِقُدْرَتِهِ الْقَاهِرَةِ یعنی جو اپنی ذات سے قائم ہے اور دوسروں کو اپنی صفتِ قیومیت سے سنبھالے ہوئے ہے، یہ معنیٰ ہیں حَیٌّ وَقَیُّوْمٌ کے۔

اور جس عدالت میں یہ استغاثہ دائر کیا جارہا ہے وہ حق تعالیٰ کی رحمت کی

---

[۱۱] یوسف: ۵۳

[۱۲] کنز العمال: ۲/۱۳۹، (۳۴۹۸)، الباب الثامن: الدعاء، الفصل الخامس: أدعیة المؤقتة، الفرع الثالث: أدعیة الصباح والمساء، مؤسسة الرسالة

www.khanqah.org

عدالت ہے بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ کی رحمت کی عدالت میں اپنی فریاد داخل کرتا ہوں۔ اور مضمونِ استغاثہ ہے:

اَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

جس میں فریاد کا ایک مثبت اور ایک منفی مضمون ہے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ہر حالت کی اصلاح کی مثبت فریاد ہے اور نفس کے حوالے نہ کرنے کی منفی فریاد ہے، اور دنیوی عدالتوں میں جب مظلوم فریاد کرتا ہے تو مضمونِ استغاثہ طویل ہو جاتا ہے اور پھر بھی کثرتِ الفاظ میں مفہوم قلیل ہوتا ہے لیکن کلامِ نبوت کا اعجاز ہے کہ دو مختصر جملوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جہاں کی حاجتیں پیش فرمادیں، کیوں کہ آپ جَوَامِعُ الْكَلِمْ یعنی کلماتِ جامعہ سے نوازے گئے تھے۔ جَوَامِعُ الْكَلِمْ کے معنیٰ ہیں کہ قلیل الفاظ میں کثیر معانی پنہاں ہوتے ہیں۔

فریاد کا مثبت مضمون اَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ ہے، یعنی میری ہر حالت کو درست فرمادیجیے، خواہ وہ حالت دنیا کی ہو یا آخرت کی۔ مثلاً: اگر کوئی دشمن ستا رہا ہے تو اس کی ایذا رسانیوں سے نجات دے دیجیے، کوئی جسمانی خطرناک مرض پیدا ہو رہا ہے تو اس کو شفا عطا فرمادیجیے۔ اسی طرح آخرت کے کاموں میں غفلت ہو رہی ہو، نماز روزہ میں سستی ہو رہی ہو تو اس کو دور فرمادیجیے، کسی گناہ کی عادت ہو تو اس سے توبہ کی توفیق دیجیے اور تقویٰ کی دولت عطا فرمادیجیے۔ یعنی جسمانی صحت بھی عطا فرمایئے اور رُوحانی صحت بھی عطا فرمایئے اور بگڑی کو بنا دیجیے اور اپنے نام کی لذت اور عبادت کی مٹھاس اور ایمان کی حلاوت نصیب فرمادیجیے اور كُلَّهٗ تاکید ہے یعنی ہماری کوئی حالت ایسی نہ رہنے پائے جس پر آپ اپنی نگاہِ کرم نہ ڈالیں اور ہماری بگڑی کو نہ بنادیں۔ بس دنیا کی ہر حالت کی درستگی کی اور آخرت کی ہر حالت کی درستگی کی فریاد اَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ کے اس مختصر سے جملے میں ہے۔ کلامِ نبوت کی جامعیّت کا یہ اعجاز ہے۔

اور استغاثہ کا منفی مضمون وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ ہے، اور جس

www.khanqah.org

کے خلاف یہ استغاثہ دائر کیا جارہا ہے وہ مدعیٰ علیہ کون ہے ؟یعنی وہ کون دشمن ہے جس کے خلاف رحمتِ الٰہیہ کی عدالت میں یہ فریاد داخل کی جارہی ہے؟ وہ نفس ہے جس کا ذکر استغاثہ میں سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ سب سے بڑا دشمن میرا نفس ہے اور یہ اتنابڑا دشمن ہے کہ پلک جھپکنے میں وار کرکے آدمی کو تباہ کرسکتا ہے۔ دیکھیے کتنا ہی بڑا دشمن ہو، حملے کے لیے پہلے کچھ اسلحہ سنبھالے گا، کچھ خود سنبھلے گا، وار کے لیے کچھ نشانہ لگائے گا، پلک جھپکتے ہی وار نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ صرف نفس دشمن ہے جو پلک جھپکنے میں انسان کو ہلاک کرسکتا ہے، پلک جھپکی اور قصداً کفر کا عقیدہ دل میں ڈال دیا اور اسی وقت کافر بنادیا یا پلک جھپکنے میں کسی گناہ کا ارادہ دل میں ڈال دیا اور گناہ میں مبتلا کرکے فاسق بنادیا۔ اسی لیے سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو سکھارہے ہیں کہ اے اللہ! پلک جھپکنے بھر کو مجھے میرے نفس دشمن کے حوالے نہ کیجیے کیوں کہ میرا سب سے بڑا دشمن میرا نفس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّكَ فِیْ جَنْبَیْكَ[۱۳]

تیرا سب سے بڑا دشمن تیرے پہلو میں ہے اور اس سے مراد نفس ہے جو پہلو میں چھپا بیٹھا ہے اور گھر کا دشمن باہر کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، شیطان تو باہر کا دشمن ہے، وہ تو ایک بار وسوسہ ڈال کر چلا جاتا ہے، کیوں کہ اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ایک ہی آدمی کے پیچھے لگا رہے، لیکن نفس تو ہر وقت پہلو میں ہے لٰہذا بار بار گناہ کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرت حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ شیطانی وسوسہ اور نفسانی وسوسہ میں یہی فرق ہے کہ اگر ایک بار گناہ کا تقاضا ہوا تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اور جب بار بار گناہ کا تقاضا ہو تو ہوشیار ہوجاؤ کہ یہ نفس کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نفس کی حقیقت بتادی کہ

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ

---

۱۳ روح المعانی: ۱/۵۷، البقرة (۱۲۳)، ذکرہ فی باب الاشارات، دار احیاء التراث، بیروت/ مرقاة المفاتیح: ۳/۲۷۲، باب التطوع، دار الکتب العلمیة، بیروت

www.khanqah.org

یعنی كَثِيْرُ الْأَمْرِ بِالسُّوْءِ ہے، بہت زیادہ بُرائی پر اُکسانے والا ہے لہٰذا نفس کے شر سے کون بچ سکتا ہے؟ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ جس پر حق تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہو۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ ما ظرفیہ زمانیہ مصدریہ ہے جس کا ترجمہ ہو گا أَيْ فِيْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّيْ[۱۴] کہ جس وقت میرے رب کی رحمت کا سایہ ہو گا تب نفس کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

پس اسی حدیثِ پاک کی روشنی میں مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں کہ اے فریادیوں کے فریاد رس! میری فریاد کو سن لیجیے کہ میں اپنے نفس کی بیداد کی آپ ہی سے داد رسی چاہتا ہوں کہ مجھے میرے اس نفسِ امّارہ کے اختیار کے حوالے نہ کیجیے ورنہ یہ نفس مجھ کو بدی کی راہ پر لے جائے گا، لہٰذا نفس کے ہاتھوں سے مجھے خرید کر اپنی رحمت کے سائے میں رکھیے۔ اگر آپ کی رحمت کا سایہ اس نفس پر پڑ گیا تو یہ کرگس بھی پھر بازِ شاہی اور بازِ سلطانی کا کردار ادا کر سکتا ہے اور آپ کی بارگاہ میں سجدہ ریز و اشکبار ہو سکتا ہے، اور میرے قلب و جاں آپ سے اس درجہ چپک سکتے ہیں کہ ساری کائنات مجھے آپ سے ایک بال کے برابر جدا نہیں کر سکتی، لہٰذا آپ ہمیشہ اور ہر لمحہ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں رکھیے، ایک لمحے کے لیے مجھ کو میرے نفس کے سپرد نہ کیجیے، ورنہ خوف ہے کہ یہ راہِ طاعت و سعادت کو چھوڑ کر راہِ شقاوت اختیار کر لے، کیوں کہ معصیت شقاوت کی راہ ہے اور ترکِ معصیت نزولِ رحمت کی دلیل ہے، اسی لیے ہمیں حدیثِ پاک میں یہ دُعا بھی سکھائی گئی:

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ وَلَا تُشْقِنِيْ بِمَعْصِيَتِكَ[۱۵]

اے اللہ! ہم پر وہ رحمت نازل فرما دے جس سے ہمیں گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو اور اپنی نافرمانی سے ہمیں شقی اور بدبخت نہ ہونے دیجیے وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ اور ہمیں ایک پل کے لیے ہمارے نفس کے حوالے نہ کیجیے۔ اس شعر میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یہی فریاد کر رہے ہیں جس کی تعلیم مذکورہ حدیثِ پاک میں دی گئی ہے۔

---

[۱۴] روح المعانی: ۱۳/۲، یوسف (۵۳)، دار احیاء التراث، بیروت

[۱۵] کنز العمال: ۲/۱۷۶ (۳۶۱۷)، باب جوامع الادعیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

داد خود چو من ندادم در جہاں
عمر شد ہفتاد سال از من جہاں

میں نے دنیا میں خود اپنے ساتھ انصاف نہیں کیا یعنی گناہ کر لیے اور اپنے اُوپر ظلم کیا یہاں تک کہ عمر کے ستر سال گزر گئے اور میں تن پروری و تن پرستی میں مشغول رہا۔ جسم کا جو گھوڑا مجھے اس لیے دیا گیا تھا کہ اس کے ذریعے میں آخرت کا سفر طے کروں یعنی اپنے اعضاء سے نیک اعمال کر کے آخرت کی کامیابی حاصل کروں، لیکن میں جسم کی سواری کو مقصود سمجھ بیٹھا اور اس کی آرائش وزیب وزینت میں مشغول ہو کر سفر سے غافل ہو گیا حالاں کہ یہ سواری مقصود نہ تھی، ذریعۂ مقصود تھی، منزلِ مقصود رضائے حق اور فلاحِ آخرت تھی، لیکن آہ! میں نے ظلم کیا کہ اپنے مقصود سے غافل ہو گیا اور آخرت کا سفر طے کرنے کے بجائے اس جسم کو حرام لذتیں دیتا رہا، یہاں تک کہ اب میں عمر کے آخری حصے میں پہنچ گیا اب سوائے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا[۱۵] کے کوئی چارہ نہیں۔ پس آپ میری نالائقیوں کو معاف فرما دیجیے اور توبہ سے میرے ماضی کو معاف اور حال کو اصلاحِ اعمال سے درست اور مستقبل کو عزم علی التقویٰ سے روشن فرما دیجیے۔

دادِ خود از کس نیابم جز مگر
زانکہ ہست از من بمن نزدیک تر

میں کسی سے بخشش ورحم وانصاف نہیں پا سکتا حتّٰی کہ اپنے نفس اور اپنی جان سے بھی نہیں پا سکتا، بلکہ صرف اس ذات سے پا سکتا ہوں جو میری رُوح اور نفس سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے، یعنی اے اللہ! بخشش وانصاف میں صرف آپ سے پا سکتا ہوں، کیوں کہ آپ نے قرآنِ پاک میں فرمایا ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ[۱۶]

---

۱۵ الاعراف:۲۳
۱۶ قٓ:۱۶

www.khanqah.org

ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ احقر کا ایک قطعہ اس مقام کے مناسب ہے اس لیے نقل کرتا ہوں۔

ایسا محبوب کوئی دکھلائے
ہو جو ہر دم دلِ حزیں کا حبیب

جو ہو موجود دل کی دھڑکن میں
رگِ جاں سے بھی ہو زیادہ قریب

پس جب میرا نفس اور میری رُوح آپ کے مقابلے میں مجھ سے دور ہیں اور آپ میرے نفس ورُوح سے بھی نزدیک تر ہیں، لہٰذا آپ ہی بخشش وعطا کے اہل ہیں، اس لیے میں آپ ہی سے فریاد رسی وداد خواہی کروں گا، فَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه کیوں کہ آپ ہی اس قابل ہیں جس سے مدد طلب کی جائے اور ہماری مدد کو پہنچنا آپ پر احساناً وتفضّلاً واجب ہے، اور ہم میں گناہوں سے بچنے کی طاقت نہیں ہے مگر آپ کی حفاظت سے اور نیکیوں کی قوت نہیں ہے مگر آپ کی مدد سے۔

ایں چہ غَل است اے خدا بر گردنم
ورنہ غَل باشد کہ گوید من منم

اے خدا! یہ کیسا طوق ہے جو مثل قیدیوں کے میری گردن میں پڑا ہوا ہے۔ دراصل یہ عُجب وکِبر کا طوق ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ طوق میری گردن میں نہ ہوتا یعنی عُجب وکِبر میں ابتلاء نہ ہوتا تو کون کہتا کہ میں میں ہوں۔ یہ میں میں کرنا دلیل ہے کہ یہ شخص عجب وکبر میں گرفتار ہے۔ عُجب نام ہے خود بینی وخود ستائی کا یعنی اپنے کو اچھا سمجھنا اور کسی خوبی اور صفت مثلاً اپنے علم وعمل یا حسن وجمال یا دولت ومال وغیرہ کو اپنا ذاتی کمال سمجھنا، عطاءِ حق نہ سمجھنا اور کبر یہ ہے کہ اپنے کو اچھا بھی سمجھنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا اور حق بات کو قبول نہ کرنا، جیسا کہ حدیثِ پاک میں کبر کی علامت بیان فرمائی

www.khanqah.org

گئی کہ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ[۱۸]۔ اور عُجب و کبر دونوں حرام ہیں اور اللہ کے قُرب سے محروم کرنے والے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ عُجب و کبر کا یہ طوق اتنا خبیث ہے جو نفس کا قیدی بنا دیتا ہے اور ایسا شخص اپنی ہی صفات پر نظر رکھتا ہے کہ میں ایسا ہوں، میں ویسا ہوں اور یہ احمق نہیں جانتا کہ یہ تمام خوبیاں اللہ کی طرف سے چند روز کے لیے امتحاناً مستعار عطا ہوئی ہیں جس وقت چاہے اللہ ان کو چھین سکتا ہے اور موت کے وقت تو یقیناً چھین لی جائیں گی، اسی لیے معجب (عُجب والا) اپنی ذات سے وابستہ اور حق تعالیٰ کی رحمت سے دور اُفتادہ ہوتا ہے۔ حکیم الاُمت مجدّد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ جس وقت اپنی نظر میں اچھا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں بُرا ہوتا ہے اور جس وقت اپنی نظر میں بُرا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں اچھا ہوتا ہے، اسی لیے مستحقِ رحمت ہوتا ہے۔ اور اپنے کو اچھا سمجھنے والا مستحقِ لعنت ہوتا ہے۔ اور خود بینی کی ایک مثال میرے دل کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جیسے کوئی عشق کا دعویٰ کرنے والا محبوب کے سامنے ہو اور بجائے محبوب کو دیکھنے کے آئینے میں اپنے ہی خدوخال دیکھ رہا ہو تو بتایئے ایسے عاشق کو محبوب پسند کرے گا؟ یا جوتے مار کر بھگا دے گا؟ اسی طرح خود ستائی و خود بینی والا حق تعالیٰ کی نظر میں سخت مبغوض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قُرب سے محروم فرما دیتے ہیں۔ یہی مضمون احقر نے اپنی فارسی مثنوی میں بیان کیا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں ؎

ہمچنیں عاشق کہ معشوقے بدید
پیشِ آں معشوق روئے خود بدید

پس چرا غیرت نیاید دلبراں
ہمچنیں عشاق را چو خر براں

جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کے سامنے ہو، لیکن محبوب کو دیکھنے کے بجائے آئینے میں

---

[۱۸] صحیح مسلم: ۱/۶۵، باب تحریم الکبر وبیانہ، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

اپنے چہرے کو دیکھ رہا ہو، تو کیا محبوب کو غیرت نہ آئے گی اور ایسے عاشق کو گدھے کی طرح ہانک کر اپنے پاس سے بھگا نہ دے گا؟

اور کِبر عُجب سے اشدّ ہے کہ متکبّر خود کو اچھا ہی نہیں سمجھتا دوسروں کو حقیر بھی سمجھتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں اور مخلوق کی نظر میں بھی ذلیل کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَّفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِّنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ[۱۹]

جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کو خدا گرا دیتا ہے پس وہ لوگوں کی نگاہوں میں چھوٹا اور حقیر ہوتا ہے مگر اپنے دل میں اپنے کو بڑا سمجھتا ہے، یہاں تک کہ لوگوں کے نزدیک وہ کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

مولانا کا مقصد اس شعر سے یہ ہے کہ اے اللہ! عجب و کبر کا طوق ہماری گردن میں ہے اور ہم اس سے پاکی اور براءت کا اعلان کیسے کر سکتے ہیں جب کہ اس کی علامات واضح طور پر ہمارے اندر موجود ہیں کہ ہم خود بینی و خود ستائی میں مبتلا ہیں، پس آپ اس طوق کو ہماری گردن سے نکال دیجیے اور اپنی محبت کا طوق ہماری گردن میں ڈال دیجیے تاکہ ہم آپ کے نور میں غرق ہو جائیں، جس کو مولانا فرماتے ہیں۔

نورِ او در یمن و یسر و تحت و فوق
بر سر و بر گردنم مانندِ طوق

آپ کا نور میرے دائیں بائیں اُوپر نیچے ہو اور میرے سر اور گردن میں مانند طوق آجائے، یعنی آپ کے ذکر و طاعت کے نور میں ہم غرق ہو جائیں۔ مولانا کا یہ شعر دراصل مقتبس ہے اس حدیثِ پاک سے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ

[۱۹] مشکوٰۃ المصابیح: ۴۳۴، باب الغضب والکبر، المکتبۃ القدیمیۃ

www.khanqah.org

نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّفِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّلَحْمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا [۲۰]

ترجمہ: اے اللہ! عطا فرما میرے دل میں نور اور میری بینائی میں نور اور میری شنوائی میں نور اور میرے داہنی طرف نور اور میرے بائیں طرف نور اور میرے پیچھے نور اور میرے سامنے نور اور عطا فرما میرے لیے ایک خاص نور اور میرے اعصاب میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور اور میری زبان میں نور اور کر دے میری جان میں نور اور مجھے نورِ عظیم عطا فرما اور کر دے میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور، یا اللہ! مجھے نور عطا فرما۔

زانکہ خاصاں راتو مہر و کردۂ

ماہِ جانم را سیہ رو کردۂ

مولانا رُومی حق تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ خاص بندوں کی جان کو بہ برکتِ تقویٰ آپ نے ماہ رو کر دیا یعنی چاند کی طرح روشن کر دیا اور ہماری جان کو بوجہ ہماری شامتِ اعمال سیاہ رو کر دیا۔

اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ مولانا نے سیاہ رو کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے اس سے بظاہر بے ادبی لازم آتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں ہے بلکہ نسبت اپنی شامتِ اعمال اور معاصی پر استمرار کی نحوست کی طرف ہے جس پر بطورِ سزا یہ سوءِ قضا مسلّط کی گئی، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[۲۰] جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۴/۲۱۳-۲۱۴، (۲۱۸۹)، الکتاب الاول فی الدعاء فی الصلوٰۃ مطلقا مشترکا، مکتبۃ الحلوانی

www.khanqah.org

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰی سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰۤی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ [۲۱]

مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے عذابِ عظیم ہے۔

اب اگر کوئی کہے کہ جب اللہ نے مہر لگادی تو ایمان نہ لانے میں اہلِ کفر کا معذور ہونا لازم آتا ہے تو اس کا جواب حکیم الاُمت نے ''بیان القرآن'' میں دیا کہ ان کے مسلسل کُفر و طغیان اور بُغض و عناد اور مخالفتِ حق کے سبب ان کے اندر قبولِ حق کی استعداد ہی ختم ہوگئی، حالاں کہ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے اندر قبولِ حق کی استعداد رکھ کر دنیا میں بھیجا ہے، لیکن آدمی اپنی اغراضِ نفسانی و خود غرضی اور ضد اور سرکشی کے سبب حق کی مخالفت کرتا ہے جس سے وہ استعداد فنا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جب انہوں نے طے کرلیا کہ ہم تمام عمر کفر پر قائم رہیں گے اور کبھی ایمان نہ لائیں گے، ہمیشہ حق کی مخالفت کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر مہر لگادی کہ جب تم نے قبولِ حق کی اپنی استعداد ہی برباد کرلی تو جاؤ اب کفر ہی پر مرو، تو اس مہر لگانے کا سبب ان کا کفر ہے نہ کہ یہ مہر اُن کے کفر کا سبب ہے، یعنی ان کے مسلسل کفر کے سبب یہ مہر لگادی گئی، یہ نہیں کہ مہر لگانے سے کفر ان کا مقدّر ہوا۔ اور اس کی مثال حضرت حکیم الاُمت نے عجیب دی کہ جیسے کوئی کریم کسی مفلس کا ہزار روپے وظیفہ مقرر کردے، لیکن وہ نالائق بجائے قدر کرنے کے ہزار روپے کے نوٹوں کو جلا کر ضایع کردیتا ہے۔ اس کریم نے بارہا اس نامعقول حرکت سے منع بھی کیا لیکن وہ نالائق اپنی حرکت سے باز نہیں آتا، تب وہ کریم اعلان کرتا ہے کہ اس نے مسلسل ہمارے عطیہ کی ناقدری کی، لہٰذا اب ہم اس کا وظیفہ بند کرتے ہیں اور اب کبھی اس کو وظیفہ نہ دیں گے۔ بس یہی ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور قرآنِ پاک کی ایک

---

[۲۱] البقرة:۷

آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے، چناں چہ اس آیت کی تفسیر دوسری آیت میں ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ ہم نے ان کافروں کے دلوں پر جو مہر لگائی ہے اس کا سبب ان کا کُفر ہے کہ ان کا ارادہ تاحیات اس طغیان وسرکشی پر قائم رہنے کا ہے، لہٰذا یہ مہر ان کے کُفروسرکشی کا خمیازہ ہے۔

حکیم الاُمت مجدد الملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ کافر مثلاً پچاس سال کفر کرتا ہے اور مومن پچاس سال ایمان پر رہتا ہے، توعدل کا تقاضا یہ تھا کہ کافر کو پچاس سال دوزخ میں ڈال دیا جاتا اور مومن کو پچاس سال کے لیے جنت دے دی جاتی، لیکن کافر کے لیے خُلُوۡدٌ فِی النَّارِ اور مومن کے لیے خُلُوۡدٌ فِی الۡجَنَّةِ کیوں ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خُلُوۡدٌ بوجہ ان کی نیت اور ارادہ کے ہے، چوں کہ کافر کا ارادہ یہ ہے کہ اگر قیامت تک زندہ رہوں گا تو کفر پر ہی قائم رہوں گا لہٰذا اس کی اس نیت کی وجہ سے خُلُوۡدٌ فِی النَّارِ ہے اور مومن کی نیت چوں کہ یہ ہے کہ اگر قیامت تک زندہ رہا تو ایمان پر ہی رہوں گا، اللہ ہی کا ہو کر رہوں گا، اس لیے مومن کے لیے خُلُوۡدٌ فِی الۡجَنَّةِ ہے۔

اشکوں کی بُلندی

خُداوندا مجھے توفیق دے دے
فِدا کر دوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بُلندی
کہاں حاصل ہے، اختر کہکشاں کو

اختر

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۶؍رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۳؍فروری ۱۹۹۱ء

بروز بدھ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

خواجہ تاشانیم امّا تیشہ ات
می شگافد شاخ را در بیشہ ات

ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہ کے کئی غلام آپس میں خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! آپ ہمارے مالک ہیں اور ہم سب بندے آپس میں خواجہ تاش ہیں اور دنیا کے جنگل میں آپ کا تیشہ شاخوں کی تراش خراش اور اصلاح کرتا رہتا ہے، یعنی بندوں کے نفوس کے اصل مُزکّی آپ ہیں، اگر آپ نہ چاہیں تو کسی کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ جس طرح جس باغ کے درختوں کا کوئی مالی نہ ہو تو اس کی شاخیں بے ہنگم اور ٹیڑھی میڑھی ہوتی ہیں اور جن درختوں کا مالی ہوتا ہے تو وہ درخت نہایت موزوں، خوبصورت اور سبک ہوتے ہیں، کیوں کہ بے ہنگم شاخوں کو مالی اور باغبان کاٹتا رہتا ہے، اسی طرح جو شیخ سے اپنی اصلاحِ نفس کا تعلق رکھتے ہیں ان کے اخلاق و اعمال نہایت معتدل اور پیارے ہوتے ہیں کہ جو اُن کو دیکھتا ہے ان کے اخلاقِ حمیدہ سے متأثر ہوتا ہے، لیکن حقیقی مزکّی اور مصلح اللہ تعالیٰ ہیں، مگر عادۃ اللہ یہی ہے کہ تزکیہ کا دروازہ اور ظاہری وسیلہ رجال اللہ ہیں، اسی لیے قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنۡ اَخۡرِجۡ قَوۡمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ [۲۲]

اے موسیٰ! اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالیے۔ حضرت حکیم الاُمت مجدّد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر "بیان القرآن" کے حاشیہ مسائل

---

۲۲ ابراھیم:۵

www.khanqah.org

السلوک میں تحریر فرماتے ہیں:

إِسْنَادُ الْإِخْرَاجِ إِلَى النَّبِيِّ مَعَ كَوْنِ الْمُخْرِجِ الْحَقِيْقِيِّ هُوَ اللهُ فِيْهِ أَقْوٰى دَلِيْلٍ أَنَّ لِلشَّيْخِ مَدْخَلًا عَظِيْمًا فِيْ تَكْمِيْلِ الْمُرِيْدِ

ظلمتوں سے نور کی طرف اخراج کی نسبت نبی کی طرف کرنا باوجود یہ کہ مُخرِج حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اس میں نہایت قوی دلیل ہے کہ شیخ کو مُرید کی تکمیلِ اصلاح میں زبردست دخل ہے۔ بس اہل اللہ دروازۂ تزکیہ ہیں، وسیلۂ تزکیہ ہیں، اصل مُزکّی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ [۲۳]

اللہ تعالیٰ ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور جیسا کہ ایک اور آیت میں فرمایا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ [۲۴]

اس آیت کے مخاطبِ اوّل صحابہ ہیں، صحابہ سے خطاب ہو رہا ہے کہ اے صحابہ! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو قیامت تک تم میں سے کوئی پاک نہیں ہو سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے تزکیہ فرماتا ہے۔ تو جب صحابہ جن کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ نبوت کی صحبت حاصل تھی، اُس آفتابِ نبوّت کی صحبت کہ ایسا آفتاب نہ پہلے پیدا ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہو گا، ان کا تزکیہ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت و مشیّت پر موقوف ہے تو پھر کس کا منہ ہے جو اس فضل و رحمت و مشیّت کا محتاج نہ ہو۔ پس اے اللہ! ہم آپ سے اس تیشۂ تزکیہ کی بھیک مانگتے ہیں جو بندوں کی اصلاح کا اصل سبب ہے، لہٰذا آپ اپنا وہ فضل اور وہ رحمت اور وہ مشیت ہمارے شاملِ حال کر دیجیے جس پر تزکیہ موقوف ہے۔

---

۲۳ البقرۃ: ۲۵۷

۲۴ النور: ۲۱

www.khanqah.org

باز شاخے را موصّل می کنی
شاخ دیگر را معطل می کنی

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ ایک شاخ کو تو آپ درخت سے جوڑ دیتے ہیں اور دوسری شاخ کو قطع کر دیتے ہیں، یعنی جس پر آپ کا فضل و رحمت اور مشیت ہوتی ہے جو آیتِ پاک میں مذکور ہے، اس کو آپ اپنے سے ملا لیتے ہیں، اپنا قُرب عطا فرماتے ہیں یعنی اس کا تزکیہ فرما دیتے ہیں اور جس پر آپ کا فضل اور آپ کی رحمت اور آپ کی مشیت نہیں ہوتی اس کا کبھی تزکیہ نہیں ہوتا اور مثل شاخ بُریدہ کے وہ آپ کے گلستانِ قُرب سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ کی تکوینی مشیت ایک کو مقبول اور ایک کو مردود کرتی ہے۔ اسی کو صاحبِ گلزار ابراہیم فرماتے ہیں ؎

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو
لاوے بت خانے سے وہ صدیق کو
زادۂ آزر خلیل اللہ ہو
اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو
اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ
زوجۂ فرعون ہو وے طاہرہ
دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر
غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
فہم سے بالا خدائی ہے تری
عقل سے برتر خدائی ہے تری

شاخ را بر تیشہ دستی ہست نے
ہیچ شاخ از دستِ تیشہ رست نے

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ شاخوں کو تیشہ پر کوئی قدرت نہیں کہ وہ تیشہ کو مجبور کر سکیں کہ

www.khanqah.org

تراش خراش کرکے انہیں سنوار دے اور کوئی شاخ تیشہ کی دسترس سے باہر نہیں کہ تیشہ جس شاخ کی قطع وبُرید کرنا چاہے اور وہ شاخ اس کے قبضۂ قدرت سے بچ جائے۔ مراد یہ کہ بندے ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے محتاج اور فقیر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ[۲۵]

اے دنیا بھر کے انسانو! تم سب میرے فقیر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات صمد ہے جس کے معنیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں: اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَّالْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ جو ہر ایک سے مستغنی ہے اور ہر ایک جس کا محتاج ہے، لہٰذا ہر شے ان کے دستِ قدرت کے تحت ہے، پس وہ قادرِ مطلق جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے ارادے پر مراد کا ترتّب لازم اور تخلّف محال ہے۔

پس کوئی لاکھ چاہے کہ اپنے دست وبازو کے زور پر میں اپنا تزکیہ کرلوں گا اور اللہ تعالیٰ کی مشیّت نہ ہو تو ہرگز اس کا تزکیہ نہیں ہو سکتا اور اگر حق تعالیٰ ارادہ فرمالیں تو اس کا تزکیہ یقینی ہے چاہے وہ لاکھ خود کو برباد کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت شاملِ حال ہوگئی۔ اسی کو میرے شیخ فرماتے تھے ؎

لاکھ ابھاگن مر گئیں جگت جگت بو رائے
پیا جا کو چاہے سوتت لیے جگائے

لاکھوں لوگ اپنے دست وبازو پر ناز کے سبب باوجود مجاہدہ ومحنت کے اللہ تک نہ پہنچ سکے اور جس کو اللہ اپنا بنانا چاہتے ہیں سوئے ہوئے کو جگا دیتے ہیں۔

حق آں قدرت کہ آں تیشہ نماست
از کرم کن ایں کژی ہا را تو راست

اے خدا! صدقے میں اپنی قدرت کے جو تیشہ نما ہے کہ جس طرح تیشہ درخت کی ٹیڑھی کبڑی شاخوں کو سیدھا اور ہموار کر دیتا ہے آپ اپنے کرم سے میرے نفس کی

---

۲۵ الفاطر:۱۵

www.khanqah.org

کجی کو بھی سیدھا کر دیجیے، یعنی میرے نفسِ امّارہ کو نفسِ مطمئنّہ بنا دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلٰھَا[۲۶]

اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ اور پرہیز گاری دے دے اور اس کو پاک کر دے کہ تو ہی سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک ہے اور تو ہی اس کا مولیٰ ہے۔

اے خداوندا یں خم و کوزہ مرا
در پذیر از فضل اللہ اشتری

ارشاد فرمایا کہ خُم بضّمِ خاء مٹکے کو کہتے ہیں اور کوزہ پیالے کو کہتے ہیں۔ کوز در عربی بمعنیٰ کوزہ وہر ظرف دستہ دار (غیاث اللغات) تو معنیٰ یہ ہوئے کہ اے اللہ! میری چھوٹی بڑی طاعت، چھوٹی بڑی عبادت، چھوٹی بڑی دینی خدمت کو قبول فرما لیجیے۔ اور خَم بفتحِ خاء کجی اور ٹیڑھا پن۔ کوز در فارسی بمعنیٰ خمیدہ ودوتاشدہ وبمعنیٰ پشت خمیدہ (غیاث اللغات) تو شعر کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے اللہ! میری کجی اور ٹیڑھے پن کو یعنی میرے نفسِ بد اور کج رو کو اپنے اس فضل کے صدقے میں خرید لیجیے، جو آپ نے قرآنِ پاک میں ظاہر فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ[۲۷]

اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اَنْفُسَھُمْ فرمایا قُلُوْبَھُمْ اور اَرْوَاحَھُمْ نہیں فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ فرماتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ جو کریم ہوتا ہے وہ بازار میں عیب دار سودے کو خریدتا ہے، تاکہ اس کا مالک جو سمجھتا ہے کہ میرے اس عیب دار مال کو کون خریدے گا، خوش ہو جائے[۲۸]

---

۲۶ کنز العمال: ۲/۱۷۷(۳۶۱۹)، الباب الثامن، الدعاء، مؤسسۃ الرسالۃ

۲۷ التوبۃ: ۱۱۱

۲۸ روح المعانی: ۱۱/۵۴، التوبۃ(۱۱۱)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

تو قلب اور رُوح کے مقابلے میں نفس کیوں کہ عیب دار سودا تھا، اس لیے اس کریم مالک نے اس کو خریدنے کی بشارت دے دی تاکہ بندے خوش ہو جائیں کہ ہمارا عیب دار سودا خرید لیا گیا۔

مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ نے مسلمانوں کے نفوس کو خرید لیا ہے تو میں بھی مسلمان ہوں، میرے نفس کو بھی آپ خرید لیجیے اور اس کی کجی اور بدخوئی پر نظر نہ فرمایئے۔

اے خدا بنما تو جاں را آں مقام
کاند رو بے حرف می روید کلام

مولانا رُومی دُعا کرتے ہیں کہ اے خدا! میری جان کو تو وہ مقام دکھادے جہاں کلام حروف کا محتاج نہیں ہوتا۔ سلوک میں ایک عمر اہل اللہ کی مصاحبت اور ذکر اللہ پر مداومت اور گناہوں سے محافظت، اسبابِ گناہ سے مباعدت اور سنّت پر مواظبت کی برکت سے جب فنائیتِ کاملہ نصیب ہو جاتی ہے اور قلب کا رُخ ہمہ وقت حق تعالیٰ کی طرف مستقیم ہو جاتا ہے تو دل پر الہامات و علوم و معارفِ غیبیہ کا ورود ہونے لگتا ہے، جیسے ریڈیو کی سوئی کا رُخ اگر ماسکو کی طرف ہو جائے تو گانا بجانا اور فسق و فجور کی خبریں آنے لگتی ہیں اور اگر مکہ شریف کی طرف ہو جائے تو لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ اور اذان و تکبیر کی آوازیں آنے لگتی ہیں، اسی طرح جب دل کی سوئی کا رخ حق تعالیٰ کی طرف مستقیم ہو جاتا ہے تو دل میں عالمِ آخرت کی خبریں آنے لگتی ہیں، الہامات اور وارداتِ غیبیہ کا نزول ہونے لگتا ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ دنیا کے ریڈیو کی آواز تو الفاظ و حروف کی محتاج ہے لیکن یہ کلامِ غیبی حروف و الفاظ سے مبرّا ہوتا ہے اور جس کو یہ نصیب ہوتا ہے وہی جان سکتا ہے دوسرا ان حالاتِ خاصّہ کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو یہ مقامِ قُرب نصیب فرمائے۔ اسی کو حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بس حروف و الفاظ نہیں ہوتے، لیکن دل میں ہر وقت آواز آتی رہتی ہے کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اسی مقام کو حضرت خواجہ صاحب نے یوں تعبیر فرمایا۔

www.khanqah.org

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

یہی وہ ربطِ خفی ہے جس کو حق تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ اصحابِ کہف جو نہایت نادار اور غریب خاندان کے لڑکے تھے، جب کافر بادشاہ کے سامنے اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ[۲۹] ہم نے ان کے دلوں سے اپنا رابطہ قائم کرلیا، اپنے تعلّق و رابطے کا خاص فیضان ان کے قلوب پر ڈالا جس کے بعد وہ بادشاہ سے نہ ڈرے۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ میرے پیارے مُرشد محبی و محبوبی عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب فِدَاہُ اَبِیْ وَاُمِّیْ طَالَتْ حَیَاتُہٗ اِلٰی مِأَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً مَعَ الصِّحَّۃِ وَالْعَافِیَۃِ وَدَامَتْ فُیُوْضُھُمْ وَاَنْوَارُھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ کے اشعار جو بحالت غلبۂ تجلیاتِ مقربات حضرت والا کے اس مقامِ قُرب کے ترجمان اور رُوح کو وجد میں لانے والے ہیں اور کیفِ رُوحانی کے ساتھ دنیا کے ادبِ عالیہ میں شمار کیے جانے کے قابل ہیں، یہاں نقل کرتا ہوں، جو درسِ مناجاتِ مثنوی کے وقت حضرت والا نے نہیں سنائے کیوں کہ اس وقت وارد نہ ہوئے تھے، لیکن بعد میں حضرت والا دامت برکاتہم کے مجموعۂ کلام فیضانِ محبت میں شایع ہوچکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے ؎

سجدہ سے سر اُٹھا تو کہیں آستاں نہ تھا
جیسے کہ وہ زمیں نہ تھی وہ آسماں نہ تھا

خورشید و ماہ و کہکشاں کچھ بھی وہاں نہ تھا
دنیائے دوں نہ تھی کوئی دیگر جہاں نہ تھا

۲۹؎ الکہف:۱۴

www.khanqah.org

آنکھوں کے دائرے میں جمالِ جہاں نہ تھا
کون و مکاں کا سامنے کوئی نشاں نہ تھا

خوشبو تو ہر طرف تھی مگر گلستاں نہ تھا
مفہومِ قربِ خاص تھا لفظ و بیاں نہ تھا

گویا زباں تھی بے زباں ہوشِ بیاں نہ تھا
آتش تھی شعلہ زن مگر اس میں دھواں نہ تھا

جلوے تو سامنے تھے مگر یہ جہاں نہ تھا
دردِ نہاں تو تھا مگر اشکِ رواں نہ تھا

مخفی تھا دل میں جو کبھی آتش فشاں نہ تھا
اک کیفِ پُر سکوں تھا کوئی ایں و آں نہ تھا

ہوش و خرد کا نظم بھی جیسے وہاں نہ تھا
لیکن وہاں نہاں جو تھا گویا نہاں نہ تھا

اس بے خودی میں پاس کوئی بوستاں نہ تھا
طائر نہ تھے اور ان کا کوئی آشیاں نہ تھا

اک پھول جاوداں کے سوا گلستاں نہ تھا
ان کے سوا کوئی بھی وہاں رازداں نہ تھا

اے دردِ دل ہو تجھ کو مبارک ترا یہ فیض
دنیا سے لے کے باغ جناں تک نہاں نہ تھا

اس بزم کا اک عالم ہُو نام ہے اخترؔ
گویا سوا خدا کے کوئی بھی وہاں نہ تھا

www.khanqah.org

تا کہ سازد جانِ پاک از سر قدم
سوئے عرصہ دورِ پہنائے عدم

تا کہ اپنے کو اس مقامِ قرب پر فائز دیکھ کر وہ جان پاک سراپا تشکّر بن جائے اور سر کے بل چلے عالمِ غیب کی وسعتوں کی طرف، یعنی امتثالِ اوامر اور اجتناب عَنِ النواہی میں اور سرگرم ہو جائے۔

اے محبِّ عفو از ما عفو کن
اے طبیبِ رنجِ ناسُورِ کہن

اے معافی کو محبوب رکھنے والے اللہ! ہمارے جرائم کو معاف فرمادیجیے اور اے رذائلِ نفسانیہ کے پُرانے ناسور کی تکلیف کو شفا دینے والے! اگرچہ پُرانا ناسور اطبّاء کے نزدیک لاعلاج ہے لیکن آپ کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں، پس آپ تمام رذائل اور امراضِ باطنیہ سے میرے نفس کو پاک فرمادیجیے۔

گر تو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید
فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید

مولانا کا یہ شعر اس حدیثِ پاک سے مقتبس ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ[۳۰]

اولیاء اللہ کو جو کچھ عطا ہوتا ہے مشکوٰۃ نبوت سے عطا ہوتا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مُنیر ہے اور یہ شعر مُستنیر ہے اور آپ کا کلام مُفید ہے اور یہ شعر مُستفید ہے آپ کے کلامِ نبوّت سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ بہت زیادہ معاف کرنے والے ہیں، کثیر العفو ہیں، نالائقوں کو اور ناقابلِ معافی مجرموں

۳۰۔ جامع الترمذی: ۱۹۷/۲، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

اور خطاکاروں کو آپ صرف معاف ہی نہیں فرماتے بلکہ آپ کی ایک صفت اور بھی ہے کہ تُحِبُّ الْعَفْوَ بندوں کو معاف کرنا آپ کو نہایت محبوب ہے

تُحِبُّ الْعَفْوَ اَیْ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تُحِبُّ ظُھُوْرَ صِفَۃِ الْعَفْوِ عَلٰی عِبَادِکَ[۳۱]

اپنے گناہ گار بندوں پر اپنی صفتِ عفو کا ظاہر کرنا آپ کو نہایت محبوب ہے، یعنی اپنے گناہ گاروں کو بخشنے کے عمل سے خود آپ کو پیار ہے۔ ہم جب اپنے کسی ستانے والے کو معاف کرتے ہیں تو بوجہ بشریت کے ہم کو مزہ نہیں آتا لیکن اللہ تعالیٰ کی شانِ اُلوہیت اور شانِ ربوبیت اور اللہ تعالیٰ کے مزاجِ عظیم الشّان کا عارف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب اور مقرّب ہیں کہ آپ کے صدقہ میں یہ کائنات پیدا کی گئی جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاکَ[۳۲]

اے محمد! اگر آپ کو میں پیدا نہ کرتا تو زمین وآسمان کو بھی نہ پیدا کرتا۔ صاحبِ "قصیدہ بردہ" کا کیا پیارا شعر ہے۔

فَکَیْفَ تَدْعُوْا اِلَی الدُّنْیَا ضَرُوْرَۃٌ
لَوْلَاہُ لَمْ تُخْرَجِ الدُّنْیَا مِنَ الْعَدَمِ

دنیوی ضرورت آپ کو دنیا کی طرف کیسے بلا سکتی ہے جب کہ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا خود عدم سے وجود میں نہ آتی۔ دنیا اپنے وجود میں آپ کی محتاج تھی تو آپ کیسے دنیا کے محتاج ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے مزاجِ مبارک وعالی شان کے سب سے بڑے مزاج شناس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لیے آپ اُمت کو آگاہ فرما رہے ہیں کہ تمہارے رب کا مزاج عظیم الشان یہ ہے کہ اپنے بندوں کو معاف کرنا ان کو بہت

۳۱ مرقاۃ المفاتیح: ۳۲۱/۴، باب لیلۃ القدر، المکتبۃ الامدادیۃ

۳۲ کشف الخفاء للعجلونی: ۱۶۴/۲ (۲۱۲۳)، حرف اللام، مکتبۃ العلم الحدیث

www.khanqah.org

زیادہ محبوب ہے، لہٰذا کہو فَاعْفُ عَنِّیْ ہم کو معاف فرما دیجیے اور کیوں کہ معاف کرنا آپ کو محبوب ہے لہٰذا آپ کے اس عمل کے لیے کوئی معمول ، کوئی سبب، کوئی میدان، نزولِ رحمت کے لیے کوئی بہانہ تو ہونا چاہیے، لہٰذا ہم نالائق اپنے گناہوں پر ندامت واستغفار اور توبہ کی گٹھڑی لے کر حاضر ہوگئے ہیں اور فَاعْفُ عَنِّیْ کی درخواست کر رہے ہیں کہ معاف کرنے کا محبوب عمل ہم پر جاری کر دیجیے اور لوگ جب دور دراز سے بادشاہوں کے پاس آتے ہیں تو ان کے مزاج کے موافق قیمتی ہدایا وتحائف لے کر آتے ہیں، لیکن ہم تو ایسے بے مایہ و تہی دامن ہیں کہ ندامت کے چند آنسوؤں کے سوا ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

چند آنسو کے سوا کچھ مرے دامن میں نہیں
لوگ حیرت سے مرا زادِ سفر دیکھیں گے

لیکن آپ کے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مایوس نہیں ہونے دیا اور حدیثِ قدسی میں ہمیں خبر دے دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ

گناہ گاروں کی آہ وزاری مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اور یہی دلیل ہے کہ آپ ہمارے سچے اللہ ہیں، دنیوی بادشاہ تو اپنی تعریف کے محتاج ہیں کیوں کہ تعریف سے ان کی عزت بڑھتی ہے، چناں چہ اگر ان کو استقبالیہ دیا جارہا ہو اور ان کی شان میں قصیدے پڑھے جارہے ہوں اس وقت اگر کوئی مصیبت زدہ آکر رو رو کر فریاد کرنے لگے، تو اس کو بھگا دیتے ہیں کہ کہاں ہمارے رنگ میں بھنگ ڈال دیا، لیکن اے اللہ! آپ اپنی تعریف و تسبیح و تحمید سے بے نیاز ہیں، کیوں کہ اس سے آپ کی عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اگر ساری دنیا کے بادشاہ ایمان لاکر سجدے میں گر جائیں اور دنیا میں ایک فرد بھی کافر نہ رہے تو آپ کی عظمت میں ایک ذرّے کا اضافہ نہیں ہوگا، اور اگر ساری دنیا کافر اور آپ کی باغی ہوجائے تو آپ کی عظمت میں ایک ذرّہ کمی نہیں ہوگی۔ آپ مخلوق سے بے نیاز ہیں۔ پس اگر آپ کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

www.khanqah.org

نہ ہوتے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے ہم مایوس ہو جاتے، لیکن مزاج شناس اُلوہیت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مایوسیوں کے اندھیروں میں آفتابِ اُمید طلوع فرمادیا کہ اگر تم سے گناہ ہو گئے تو تمہارا رب معاف کرنے کو محبوب رکھتا ہے لہٰذا اس سے معافی مانگ لو اور کہو فَاعْفُ عَنِّیْ کہ معاف فرمانے کا محبوب عمل ہم پر جاری فرمادیجیے۔ آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا اور فَاعْفُ عَنِّیْ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاءِ تعقیبیہ لگادی کہ معاف کرنے میں دیر نہ کیجیے، جلد معاف فرمادیجیے۔ معاف کرنا جب آپ کو خود محبوب ہے تو جلد کرم فرمایئے۔ سبحان اللہ! جلبِ رحمتِ حق کے لیے کلامِ نبوت کیا بلیغ وجامع ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

پردہ اے ستار از ما وا مگیر
باش اندر امتحاں ما را مجیر

اے ستّار العیوب! اے ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کرنے والے! آپ نے اپنے کرم سے ہماری پردہ پوشی فرمائی، آیندہ بھی پردہ پوشی فرمایئے اور بسبب ہماری شامتِ اعمال اپنا پردۂ ستّاریت نہ اُٹھایئے اور موقعِ امتحان میں ہمیں اپنی پناہ میں لے لیجیے، یعنی دنیا میں بوقت تقاضائے معصیت ہماری حفاظت فرمایئے اور آخرت کے امتحان قبر وحشر ونشر وغیرہ کے ہولناک حالات میں ہمیں اپنے سایۂ رحمت میں پناہ دیجیے۔

یارب ایں جرأت ز بندہ عفو کن
توبہ کردم من نگیرم زیں سخن

اے میرے رب! گناہوں پر میری دلیری کو معاف کر دیجیے، میں نے توبہ کرلی ہے۔ اب کبھی ایسی بات نہ کروں گا، لہٰذا اس جرم پر میرا مواخذہ نہ فرمایئے۔

www.khanqah.org

يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اهْدِنَا
لَا اِفْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَالْغِنَا

اے فریاد خواہوں کے فریاد رس! ہمیں ہدایت کے راستے پر چلایئے۔ کیوں کہ ہم اپنے علم کی وجہ سے آپ کے فضل ورحمت سے مستغنی نہیں ہوسکتے، اس لیے اپنے علوم پر ہمیں کوئی فخر نہیں۔ ہمارا ہر سانس آپ کی ہدایت کا، آپ کی مدد ونصرت کا، آپ کے فضل ورحمت کا محتاج ہے، کیوں کہ اگر آپ کا فضل نہ ہو تو علم کے باوجود عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔

لَا تُزِغْ قَلْبًا هَدَيْتَ بِالْكَرَمْ
وَاصْرِفِ السُّوْءَ الَّذِیْ خُطَّ الْقَلَمْ

اے ہمارے رب! جس قلب کو آپ نے اپنے کرم سے ہدایت کا سیدھا راستہ دکھایا اس قلب کو گناہوں کی سزا میں ٹیڑھا نہ ہونے دیجیے، یعنی گمراہی اور انحرافِ حق سے محفوظ فرمایئے اور صراطِ مستقیم پر قائم فرمایئے اور اپنے علم کے اعتبار سے ہماری شامتِ عمل کے سبب جو سوءِ قضا لوحِ محفوظ میں ہمارے لیے لکھ دی گئی اسے حسنِ قضا سے بدل دیجیے یعنی جو فیصلے ہمارے لیے بُرے ہیں ان کو ہمارے حق میں اچھے فیصلوں سے بدل دیجیے۔

میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا۔ بندے جو عمل کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے لکھ دیا کہ فلاں بندہ فلاں فلاں عمل کرے گا، لہٰذا لکھے جانے کی وجہ سے بندہ عمل نہیں کر رہا ہے، بلکہ جو کچھ وہ کرنے والا تھا وہ لکھ دیا گیا ہے۔ یعنی جن اعمال کا بندوں سے صدور ہو رہا ہے ان میں بندوں کو اللہ نے مجبور نہیں کیا کہ تم یہ اعمال کرو، بلکہ جو عمل وہ کرنے والے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے اعتبار سے تقدیر میں لکھ دیے ہیں۔ اس کی مثال میرے موجودہ شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے عجیب دی ہے کہ جیسے ریلوے کا ٹائم

www.khanqah.org

ٹیبل ہوتا ہے جس میں تحریر ہوتا ہے کہ ریل فلاں وقت فلاں اسٹیشن پر پہنچے گی، تو ریل کا اسٹیشن پر پہنچنا ٹائم ٹیبل کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ ریل کے پہنچنے کا وقت اپنے علم کے اعتبار سے ٹائم ٹیبل میں لکھ دیا گیا ہے، لیکن ہمارا علم چوں کہ ناقص ہے لہٰذا اس میں کبھی تخلّف بھی ہو جاتا ہے کہ ریل کبھی وقت پر نہیں پہنچتی، لیکن اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے، ان کو علم ہے کہ فلاں وقت پر فلاں بندہ یہ عمل کرے گا اس میں تخلّف نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ تقدیر میں جو لکھا ہے اس کی وجہ سے بندے اعمال نہیں کر رہے ہیں، بلکہ جو اعمال وہ کرنے والے تھے وہ تقدیر میں لکھ دیے گئے ہیں۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا۔

مولانا کی یہ دُعا بھی قرآنِ پاک کی اس دُعا سے مقتبس ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ [۳۳]

اس دُعا کا معمول دین پر استقامت اور حسنِ خاتمہ کا بہترین نسخہ ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دیجیے (حق سے منحرف نہ ہونے دیجیے) بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت دے چکے ہیں اور ہم کو آپ اپنے پاس سے رحمتِ خاصّہ عطا فرمایئے (راہِ حق پر استقامت عطا فرمایئے) بے شک آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔ (از بیان القرآن)

علامہ آلوسی "رُوح المعانی" میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالرَّحْمَةِ الْاِنْعَامُ الْخَاصُّ وَهُوَ التَّوْفِيْقُ لِلثَّبَاتِ عَلَى الْحَقِّ

عدمِ ازاغت کے لیے جس رحمت کو طلب کرنے کا ذکر ہو رہا ہے اس رحمت سے مراد رحمتِ خاصّہ ہے اور وہ توفیق ہے حق پر قائم رہنے کی۔ اور لفظِ "ہبہ" سے مانگنے میں یہ تعلیم ہے:

۳۳؎ اٰل عمرٰن:۸

www.khanqah.org

اِنَّ ذَالِكَ مِنْهُ تَفَضُّلٌ مَحْضٌ بِدُوْنِ شَائِبَةِ وُجُوْبٍ عَلَيْهِ تَعَالٰى شَانُهٗ

استقامت کی یہ نعمت فضلِ محض ہے، عطائے حق ہے، ہبہ ہے۔ جس طرح ہبہ بغیر معاوضہ ہوتا ہے، محض ہبہ کرنے والے کی عنایت سے ہوتا ہے اسی طرح دین پر استقامت کی نعمت ہمارے کسی عمل کا بدلہ نہیں ہوسکتی، محض حق تعالیٰ کے فضل وعنایت سے ملتی ہے۔ اور اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ مَعرضِ تعلیل میں ہے یعنی لِأَنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ [۳۴] تو معنیٰ یہ ہوئے کہ ہم آپ سے اس رحمتِ خاصّہ کو کیوں مانگتے ہیں؟ اس لیے کہ آپ بہت بخشش کرنے والے، بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

بگزراں از جانِ ما سوء القضا

و امبر ما راز اخوان الصفا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی دُعا کرتے ہیں کہ اے خدا! اگر میری تقدیر میں کوئی سوءِ قضا، کوئی شقاوت اور بد بختی لکھ دی گئی ہو تو اس سُوءِ قضا کو حُسنِ قضا سے تبدیل فرمادیجیے یعنی شقاوت کو سعادت سے، بد نصیبی کو خوش نصیبی سے بدل دیجیے۔ حدیثِ پاک میں بھی سُوءِ قضا سے پناہ آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ [۳۵]

معلوم ہوا کہ اگر سُوءِ قضا کا حُسنِ قضا سے تبدیل ہونا محال ہوتا تو حدیثِ پاک میں اُمت کو یہ دُعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم نہ فرماتے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ تقدیر کو کوئی بدل نہیں سکتا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ مخلوق نہیں بدل سکتی اللہ تعالیٰ تقدیر کو بدل سکتے ہیں جیسا کہ مولانا رُومی نے مثنوی میں فرمایا کہ اے اللہ! آپ کو اپنے فیصلوں پر بالا دستی حاصل ہے، قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں، آپ کے فیصلوں کو آپ پر بالا دستی

---

۳۴ روح المعانی: ۳/۹۰، اٰل عمرٰن (۸)، دار احیاء التراث، بیروت

۳۵ صحیح البخاری: ۲/۹۳۹ (۶۳۸۱)، باب التعوذ من جهد البلاء، المکتبة المظهریة

www.khanqah.org

حاصل نہیں، لہٰذا جو فیصلے میرے حق میں بُرے ہیں ان کو اچھے فیصلوں سے تبدیل فرمادیجیے۔ کیوں کہ آپ کا کوئی فیصلہ بُرا نہیں ہے کہ وہ تو عینِ عدل وانصاف اور عینِ حکمت ہے، لیکن میری شامتِ عمل سے کیوں کہ وہ میرے حق میں برا ہے، اس لیے اس کو بدل دیجیے تاکہ میں تباہی وہلاکت سے بچ جاؤں، جیسے عادل جج کسی مجرم کو پھانسی کا حکم سناتا ہے تو فی نفسہٖ یہ فیصلہ بُرا نہیں کیوں کہ عدل وانصاف پر مبنی ہے، لیکن جس کے خلاف یہ فیصلہ اس کے جرائم کی وجہ سے ہوا ہے اس مجرم کے لیے بُرا ہے۔ اسی لیے حضرت حکیم الاُمت تھانوی نے فرمایا کہ یہاں سوء کی نسبت قاضی کی طرف نہیں مقضی کی طرف ہے، یعنی بُرائی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہے بلکہ جس کے خلاف وہ فیصلہ ہے اس کی طرف ہے، فیصلہ بُرا نہیں لیکن جس کے خلاف ہے اس کے لیے بُرا ہے اور جس طرح جب مجرم عدلیہ سے مایوس ہو جاتا ہے تو بادشاہِ وقت یا صدر مملکت سے رحم کی اپیل کرتا ہے، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو یہ دُعا تعلیم فرمادی کہ سوءِ قضا سے حفاظت مانگ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی تقدیریں بدلوالو کہ عدل کے اعتبار سے تو ہم مستحقِ سزا ہیں، لیکن آپ سے آپ کے فضل اور آپ کے مراحم خسروانہ سے رحم کی بھیک مانگتے ہیں کہ ہماری بُری تقدیر کو محض اپنے رحمِ شاہی کے صدقے میں اچھی تقدیر سے بدل دیجیے۔ مولانا کا یہ شعر بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حدیثِ پاک سے مستنیر ہے۔

اگلے مصرع میں مولانا حق تعالیٰ سے فریاد کررہے ہیں کہ اے خدا! ہمیں اپنے خاص بندوں سے الگ نہ فرمایئے۔ سوال ہوتا ہے کہ سوءِ قضا سے پناہ مانگ کر مولانا عباد صالحین سے الگ نہ ہونے کی درخواست کیوں کررہے ہیں؟ اس لیے کہ اہل اللہ کی رفاقت اور ان سے محبتِ للّٰہی سوءِ قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے، کیوں کہ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ [۳۶] کا خطاب ان ہی کو سننا پڑے گا جو قلباً وقالباً واعتقاداً عبادِ صالحین سے نہ ہوں گے، وہی مجرمین ہوں گے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام

۳۶ یٰسٓ:۵۹

www.khanqah.org

اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ[۳۷] کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کر رہے ہیں تو پھر غیر نبی کا کیا منہ ہے جو اِلْحَاقْ بِالصَّالِحِیْنْ کی اہمیت کا منکر ہو۔

اہل اللہ کی رفاقت سوءِ قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے اس کی دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو صرف اللہ کے لیے کسی بندے سے محبت کرے اس کو حلاوتِ ایمانی عطا ہو جائے گی۔ اور حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں نقل کرتے ہیں کہ ایمان کی حلاوت جس قلب میں داخل ہوتی ہے پھر کبھی نہیں نکلتی اور اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے، کیوں کہ جب ایمان قلب سے نکلے گا ہی نہیں تو خاتمہ ایمان ہی پر ہو گا۔ لہٰذا اہل اللہ سے محبت قلب میں حلاوتِ ایمانی پانے کا ذریعہ ہے اور حلاوتِ ایمانی کا قلب میں داخل ہونا سوءِ خاتمہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مِنْہُ۔

اس لیے سوءِ قضا سے پناہ مانگنے کے ساتھ مولانا اہل اللہ کی معیت مانگ رہے ہیں تاکہ سوءِ قضا سے حفاظت رہے، اور ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اہل اللہ کا ساتھ نصیب نہ ہونا خود سوءِ قضا ہے جس سے پناہ مانگی جا رہی ہے۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

---

۳۷ یوسف:۱۰۱

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۹۱ء

بروز جمعرات بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست
بے پناہت غیر ہیچا ہیچ نیست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی جدائی کے غم سے زیادہ کوئی چیز دنیا میں کڑوی نہیں ہے، اور آپ سے جدائی گناہوں سے ہوتی ہے اور گناہ کی تھوڑی دیر کی لذّت آپ کے قُرب کی حلاوت کو فراق کی کڑواہٹ میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا [۳۸]

جو مجھے بھول جاتا ہے اس کی زندگی تلخ کر دی جاتی ہے۔ جیسے مچھلی کو پانی سے نکال لو تو جس طرح وہ تڑپتی ہے اسی طرح ہماری روح آپ سے دور ہو کر تڑپتی رہتی ہے، کیوں کہ آپ سے دوری کا عذاب کس دوزخ سے کم ہے اور آپ کی خوشی کس جنت سے کم ہے، اسی لیے ہمارے پیارے نبی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خوشی اور رضا کو جنت پر مقدم فرمایا اور آپ کی ناراضگی کو جہنم پر مقدم فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ [۳۹]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ کی رضا وخوشی کو طلب کرتا ہوں اور جنت کو درجۂ ثانوی میں طلب کرتا ہوں اور آپ کی

---

۳۸ طٰہٰ: ۱۲۴

۳۹ المسند للامام الشافعی: ۱۲۳/ تفسیر اللباب لابن عادل: ۵۱۹/۱۷، الفتح (۲۹) دار الکتب العلمیۃ بیروت

www.khanqah.org

ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور دوزخ سے درجۂ ثانوی میں پناہ چاہتا ہوں۔

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ محبی ومحبوبی عارف باللہ حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے حال ہی میں یعنی شوال ۱۴۲۰ھ میں ایک الہامی مضمون بیان فرمایا جو موضوع کی مناسبت کی وجہ سے یہاں شامل کیا جاتا ہے)

ارشاد فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ سے معلوم ہوا کہ سب سے اعلیٰ نعمت اللہ کی محبت، اللہ کی رضا ہے، ذاتِ حق ہے، جنت کی نعمت اور جنت کی لذّات درجۂ ثانوی میں ہیں۔ جنت تو معاوضہ ہے، بدلہ ہے، جو دراصل عطا ہے لیکن بصورتِ جزاء ہے، لیکن جنت اللہ کی ذات نہیں ہے، غیر ذات ہے، رضا کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے، رِضَاکَ سے مراد ہے کہ اے اللہ! آپ ہم سے خوش ہو جایئے یہ ہمارے لیے جنت سے عزیز تر ہے، آپ کی خوشی کے مقابلے میں جنت بھی کوئی چیز نہیں ہے، اسی لیے جان پاک نبوت جنت کو مقدم نہیں کر رہی ہے، آپ کی رضا اور آپ کی خوشی کو مقدم کر رہی ہے۔ جان پاک نبوت کا یہ اسلوبِ کلام خود دلیل ہے کہ نبی اللہ کا کتنا بڑا عاشق ہوتا ہے کہ جنت سے پہلے آپ کی رضا مانگ رہا ہے اور رِضَاکَ کے بعد وَالْجَنَّۃَ میں واؤ عاطفہ داخل فرمایا اور سارے علمائے نحو کا اس پر اجماع ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت لازم ہے، جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ آپ کی رضا کی جو لذّت ہے وہ اور ہی کچھ ہے اور جنت کی لذّت کچھ اور ہے۔ اللہ کی ذات کا، اللہ کی محبت، اللہ کے نام کا مزہ اور ہے اور جنت کا مزہ اور ہے۔ جنت مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے، لہٰذا لذّتِ مخلوق خالق کی لذّت کو کہاں پا سکتی ہے؟ اسی لیے میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل فرماتے تھے کہ جب جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا تو اہلِ جنت اتنا مزہ پائیں گے کہ اس وقت جنت ان کو یاد بھی نہ آئے گی کہ کہاں جنت ہے، کہاں حوریں ہیں اور کہاں نعمائے جنت ہیں ؎

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آ گئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

www.khanqah.org

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح وبیاں رکھ دی
زبان بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

اللہ تعالیٰ کی تجلی کے سامنے اہلِ جنت کو جنت کا ہوش نہ رہے گا۔

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

جب اللہ کے مقابلے میں جنّت اور لذّاتِ جنّت کی کوئی حقیقت نہیں تو دنیا کیا بیچتی ہے، کیوں کہ دنیا کی لذتوں کی شراب نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے یعنی دنیا پہلے نہیں تھی پھر اللہ نے پیدا کی اور قیامت کے دن ہمیشہ کے لیے فنا کر دی جائے گی۔ تو دنیا کی شراب غیر ازلی غیر ابدی ہے اور جنت کی شراب ابدی غیر ازلی ہے، یعنی جنت ابدی تو ہے لیکن ازلی نہیں ہے، یعنی پہلے نہیں تھی پھر پیدا کر دی گئی اور کبھی فنا نہیں ہو گی لیکن ہمیشہ سے نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی ابدی ہے یعنی اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تو جنت کی شراب اللہ کی خاص ذات کو، اللہ کے نام کی لذت کو، اللہ کی محبت کے مزے کو کہاں پا سکتی ہے، کیوں کہ جنت ابدی سہی، لیکن شانِ ازلیّت اور لذتِ ازلیّت سے محروم ہے۔ اور جب اعلیٰ قسم کی چیز منہ کو لگ جاتی ہے تو ادنیٰ منہ کو نہیں لگتی۔ تو اولیاء اللہ جو اللہ کے نام کی لذت کو پا گئے، اللہ کی محبت کا مزہ جن کے منہ کو لگ گیا، جن پر اللہ کی محبت چھا گئی تو دنیا کی لذتوں کی شراب ان کے منہ کو کیا لگے گی جبکہ جنت بھی ان کو ثانوی درجہ میں ہو جاتی ہے، لیکن جنت کو مانگتے ہیں کیوں کہ محلِّ دیدارِ الٰہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے سوال کا حکم دیا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [۴۰]

تم لوگ ہماری نعمتوں پر لالچ کرو۔ پس جب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں پر ہمیں لالچ کرنے کا حکم دیں تو وہ ظالم ہے جو قناعت کرے۔

---

۴۰ المطففین:۲۶

www.khanqah.org

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دیں
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جب وہ سلطانِ دین ہم سے طمع چاہے تو قناعت کے سر پر خاک ڈالو۔ تو جس طرح اللہ کی رضا جنت سے بڑھ کر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دوزخ سے بڑھ کر ہے، جس کی دلیل اس حدیثِ پاک کا دوسرا جز ہے کہ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے پناہ مانگی اور دوزخ سے پناہ کو مؤخّر فرمایا۔ یہاں بھی واؤ عطف کا ہے اور معطوف علیہ و معطوف میں مغایرت کو لازم کرتا ہے، یعنی آپ کی ناراضگی اور جہنم کی عقوبت برابر نہیں ہو سکتی، آپ کا ناراض ہو جانا عذابِ جہنم سے بڑھ کر ہے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تَصُدَّ عَنِّیْ وَجْهَكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ[۴۱]

اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیں۔ دیکھو اگر باپ، یا اُستاد، یا شیخ اپنا چہرہ ناراضگی سے پھیر لے تو لائق بیٹا اور لائق شاگرد اور لائق مُرید پر کیا گزر جائے گی؟ پٹائی کے ڈنڈے سے زیادہ اس پر اپنے باپ یا شیخ کی ناراضگی شاق ہوتی ہے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی ناراضگی کو دوزخ پر مقدم فرمایا کہ عذابِ دوزخ کا سبب تو ان کی ناراضگی ہی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کفار کو اپنی رؤیت سے محروم کرنے کو موقعِ سزا میں بیان فرمایا، جو حق تعالیٰ کی شانِ محبوبیت کی عظیم الشّان دلیل ہے:

کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ[۴۲]

ہر گز نہیں، یہ (فار) قیامت کے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

---

[۴۱] المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۵۸/۷- کنز العمال: ۴۳۲/۷ (۱۹۶۴۳)، فصل فی ارکان الصلٰوۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

[۴۲] المطففین: ۱۵

www.khanqah.org

بطور سزا کے مجوبی کا اعلان اللہ تعالیٰ کی شانِ محبوبیت پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ دنیا میں کسی سلطانِ وقت نے کسی مجرم کو یہ سزا نہیں سنائی کہ ہم تجھے اپنے دیدار سے محروم کرتے ہیں، کیوں کہ دنیوی بادشاہ حاکم محض ہوتے ہیں محبوب نہیں ہوتے۔ ان کے مجرمین تو صرف سزا سے بچنا چاہتے ہیں، بادشاہوں کے دیدار کے حریص نہیں ہوتے، لیکن موقعِ سزا میں حق تعالیٰ کے اس اعلان سے ثابت ہوا کہ ان کے دیدار سے محرومی کافروں کے لیے خود ایک عذاب ہوگی اور کفار سخت ضیق اور گھٹن میں ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ اللہ سے دوری اور ان کی ناراضگی دوزخ سے بڑھ کر ہے، کیوں کہ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اسی کو دوزخ میں ڈالے گا، اور دوزخ کا حاصل اللہ تعالیٰ سے جدائی ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ سے جدا ہو جاتا ہے، اور دوزخ میں دوزخیوں کا جو حال ہوگا کہ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى [۴۳]

نہ مرے گا نہ جیے گا، موت وزندگی کی کشمکش میں مبتلا ہوگا اسی طرح گناہ گار کی زندگی اللہ تعالیٰ کی دوری کے عذاب سے دنیا ہی میں تلخ ہو جاتی ہے۔

اسی لیے مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ گناہ کر کے اے اللہ! آپ سے دور ہو جانا دنیا میں اس سے زیادہ کڑوی کوئی اور چیز نہیں۔ پس جو گناہ کرتا ہے وہ کبھی آپ کا مقرّب نہیں ہو سکتا اور آپ کے قُرب کی لذّت سے کبھی آشنا نہیں ہو سکتا۔ اور آپ کی حفاظت اور آپ کی پناہ کے بغیر ہر طرف اُلجھن ہی اُلجھن اور پریشانی ہی پریشانی ہے، یعنی اگر آپ کی رحمت کا سایہ نہ ہو تو نفسِ امّارہ کے شر سے کوئی بچ نہیں سکتا اور آپ کی جدائی کی تلخی سے نجات نہیں پا سکتا۔

رختِ ما ہم رختِ ما را راہزن
جسمِ ما مرجانِ ما را جامہ کن

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ ہمارا سامان ہمارے ہی سامان پر ڈاکہ

---

[۴۳] الاعلیٰ:۱۳

www.khanqah.org

ڈال رہا ہے، یعنی ہمارے مکسوباتِ سیئہ (بُرے اعمال) ہمارے مکسوباتِ حسنہ (نیک اعمال) کو ضایع کر رہے ہیں، مثلاً: ذکر و عبادت و تلاوت کر کے رُوح میں نور پیدا ہوا اور بعد میں بد نظری کر لی، جھوٹ بول دیا یا حرام مال کھالیا اور اس نور کو ضایع کر دیا۔ پس ہماری سیئات ہمارے حسنات کے لیے تباہ کن ہیں۔ اور ہمارا جسم خود ہماری جان کے لباسِ تجلیات کو چھین کر اسے برہنہ کرنا چاہتا ہے، یعنی ہماری خواہشاتِ نفس اور اعضا و جوارح کے خبیث اعمال ہماری رُوح کو انوارِ اعمالِ حسنہ اور جامۂ تجلّیاتِ الٰہیہ سے محروم کرنے والے ہیں۔ پس خواہشاتِ نفسانیہ اور اعمالِ سیئہ دولتِ باطنی کے لیے راہزن اور ڈاکو ہیں۔

دست ما چو پائے مارا می خورد

بے امان تو کسے جاں کے برد

جب ہمارا ہاتھ ہمارے پاؤں کو کھانے کو تیار ہے تو آپ کی امان و حفاظت کے بغیر کون اپنی جان کو سلامتی سے لے جاسکتا ہے، یعنی جب ہمارے ہاتھوں کے کرتوت اور بُرے اعمال ہمیں تباہ کر رہے ہیں اور راہِ سلوک کے راہزن ہیں تو بغیر آپ کی مدد و نصرت کے کون اپنی جان کو منزلِ آخرت تک صحیح سلامت لے جاسکتا ہے۔

گر تو طعنہ می زنی بر بندگاں

مر ترا آں می رسد اے کامراں

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے خدا! اگر آپ اپنے بندوں کو طعنہ دیں کہ تم بڑے نالائق اور نااہل ہو اور اگر آپ فرمادیں اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا [۴۴] انسان بڑا ظالم جاہل ہے تو اے مالک! آپ کو اس کا حق ہے اور یہ آپ کو زیب دیتا ہے۔

جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اور جیسا کہ مولانا منصور الحق ناصر صاحب سلمہٗ کے دو شعر ہیں اللہ تعالیٰ کی شان میں۔

---

[۴۴] الاحزاب:۷۲

دل یہ کہتا ہے کہ ذکر اپنا میں مولیٰ سے سنوں
اپنا افسانۂ درد اپنے مسیحا سے سنوں
جو بھی ہو شکوہ شکایت اسی محبوب سے ہو
اور جواب اس لب شیرینِ شکر خا سے سنوں

شکوہ شکایت سے مراد اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ [۴۵] کی تعبیر عاشقانہ ہے۔

ور تو ماہ و مہر را گوئی خفا
ور توقدِ سرو را گوئی دوتا

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! اگر آپ چاند اور سورج کو حقارت سے فرمادیں کہ تم بے نور ہو، مخفی مخلوق ہو، تم پر نور کی تعریف صادق نہیں آتی، کیوں کہ نور وہ ہے جو ظَاهِرٌ لِّنَفْسِهٖ مُظْهِرٌ لِّغَيْرِهٖ ہو یعنی جو اپنی ذات سے ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو اور تمہارا نور ذاتی نہیں، میری دی ہوئی بھیک ہے جس سے تم روشن ہو۔ پس تم تو ظَاهِرٌ لِّنَفْسِهٖ بھی نہیں ہو تو مُظْهِرٌ لِّغَيْرِهٖ کیسے ہوسکتے ہو؟ اور غروب کے وقت روزانہ تم کو بے نور کرکے تمہاری حقارت کا تماشا کائنات کو دکھاتا ہوں کہ نہ تم خود روشن رہتے ہو نہ کائنات کو روشن کرنے کے قابل رہتے ہو اور تمہاری یہ بھیک بھی عارضی ہے کہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ، وَ خَسَفَ الْقَمَرُ، وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ایک دن میں تمہیں لپیٹ دوں گا اور ہمیشہ کے لیے فنا کردوں گا۔ پس اے اللہ! اگر آپ شمس و قمر کو طعنۂ خفا دیں کہ اے چاند اور سورج! میرے نورِ قدیم واجب الوجود کے سامنے تمہارا نور حادث و فانی کیا بیچتا ہے، تم تو مکمل خِفا اور استتار ہو، کہاں نورِ قدیم اور کہاں حادث و فانی، کہاں خالق کہاں مخلوق!

اور اے اللہ! اگر قد سرو کو جس سے حُسن پَرست اور دنیوی شعراء قدِ معشوقان مجازی کو تشبیہ دیتے ہیں آپ فرمادیں کہ اے سرو کے درختو! تم میں کجی اور انحنا ہے، تم

---

۴۵ یوسف:۸۶

www.khanqah.org

عیب دار اور ٹیڑھے ہو، کیوں کہ تمہاری یہ رعنائی، قد تمہاری ذاتی صفت نہیں میرے حُسنِ ازلی کی ادنیٰ سی بھیک ہے۔

ور تُو کان و بحر را گوئی فقیر
ور تو چرخ و عرش را گوئی حقیر

اور اے اللہ! اگر سونے چاندی کی کانوں کو اور ساحلِ سمندر میں چھپے ہوئے موتیوں کے خزانوں کو اور معدنیات کے انمول ذخیروں کو آپ فرمادیں کہ تم سب میرے فقیر اور بھک منگے ہو اور اگر آپ ساتوں آسمانوں کو اور عرش اعظم جیسی عظیم مخلوق کو فرمادیں کہ تم سب انتہائی حقیر مخلوق ہو تو۔

آں بہ نسبت باکمالِ تو رواست
ملک و اقبال و غنا ہا مر تو راست

اپنی مخلوق کو ان عنوانات و تعبیرات سے مخاطب کرنا آپ کے کمالات کے پیش نظر آپ کو زیبا ہے، کیوں کہ ملک و سلطنت واقبال مندی و غنا صرف آپ کے لیے خاص ہے، کسی اور کا حصہ نہیں۔

کہ تو پاکی از خطر و زنیستی
نیستاں را موجد و مُفنیستی

کیوں کہ آپ پاک ہیں اندیشۂ عیب و نقصان و فنائیت سے کہ آپ "قُدُّوس" ہیں یعنی وہ ذات جس کا ماضی عیب سے پاک ہو، اور آپ (سَلَام) بھی ہیں یعنی وہ ذات جس کے مستقبل میں اندیشۂ عیب نہ ہو۔ تو چوں کہ آپ عیب و نقص اور فنا و زوال سے پاک ہیں پس آپ معدوم چیزوں کو ایجاد کرتے ہیں، عدم کو وجود بخشتے ہیں اور معدوم کو موجود کر کے پھر اس پر عدم و فنا طاری کر دیتے ہیں، لہٰذا آپ موجد بھی ہیں اور مُفنی بھی ہیں یعنی معدوم کو موجود کرنے والے اور موجود کو پھر فنا کرنے والے ہیں اور فنا کر کے قیامت کے دن پھر

www.khanqah.org

ان کو پیدا کرنے والے ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا [۴۶]

آپ کی شان بے انتہا کو
کس طرح لائے اخترؔ بیاں میں

ما ہمہ نفسی و نفسی می زنیم
گر نخواہی ما ہمہ اہریمنیم

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ ہر وقت ہم **نفسی نفسی** کرتے رہتے ہیں یعنی نفس کے تقاضے ہر وقت ہمیں گناہوں پر اکساتے رہتے ہیں، پس اے خدا! اگر آپ کا فضل و رحمت ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہم ان تقاضوں سے مغلوب ہو کر گناہ کرنے لگیں اور بالکل شیطان بن جائیں۔

زاں زِ اہریمن رہید ستیم ما
کہ خریدی جانِ ما را از عمےٰ

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ ہم شیطان کے کید اور مکّاریوں سے اس لیے بچے ہوئے ہیں کہ اے خدا! آپ نے ہماری جان کو اس اندھے نفس کے ہاتھوں سے خرید لیا ہے اور اپنے سایۂ رحمت میں لے رکھا ہے ورنہ اس اندھے کی لاٹھی شیطان کے ہاتھ میں ہوتی۔ اور یہ اندھا نفس تو خود ظلمت پسند اور امّارہ بالسوء ہے، پھر اس کی عَصا کشی اور راہبری اگر شیطان کرتا تو نہ جانے کس چاہِ ضلالت اور قعرِ مذلّت میں ہلاک کر دیتا۔ لہٰذا اے اللہ! ہمیں اس نفس کے حوالے نہ فرمایئے۔ اس لیے ہم آپ سے وہی دُعا مانگتے ہیں جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ
وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ [۴۷]

---

۴۶ بنی اسرآءیل: ۴۳

۴۷ کنز العمال: ۲/۱۳۹، (۳۴۹۸) الباب الثامن: الدعاء، أدعية الصباح والمساء، مؤسسة الرسالة

www.khanqah.org

اے اللہ! اے زندہ حقیقی! اور اپنے بندوں کو سنبھالنے والے! میری ہر حالت کی اصلاح فرمادیجیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ مجھے میرے نفس کے سپرد نہ ہونے دیں ورنہ جو نفس کے سپرد ہو گیا اس کا شیطان کے قبضے میں آنا کیا مشکل ہے، کیوں کہ نفس تو شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے اور آپ کے نبی صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے:

اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّكَ فِیْ جَنْبَیْكَ[۴۸]

تیرا سب سے بڑا دشمن تیرے پہلو میں ہے۔ پس اے اللہ! پلک جھپکنے بھر کو یعنی ایک لمحہ کو بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ فرمایئے، کیوں کہ یہ اتنا بڑا دشمن ہے کہ پل بھر میں وار کرتا ہے اور ولی کو فاسق اور مومن کو کافر بنا دیتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ[۴۹]

اے اللہ! مجھ کو رُشد وہدایت الہام کرتے رہیے اور میرے نفس کے شر سے مجھے بچاتے رہیے۔

تو عصا کش ہر کرا کہ زندگی ست
بے عصا و بے عصا کش کور چیست

ارشاد فرمایا کہ مولانا فرماتے ہیں کہ جو لوگ حیاتِ ایمانی سے مشرف ہیں اور اہلِ صلاح واہلِ تقویٰ ہیں، وہ بھی ہمہ وقت جب آپ کی عصا کشی یعنی راہبری وہدایت والہاماتِ رشد کے محتاج ہیں تو وہ کورِ باطن جن کو آپ کی عصائے ہدایت وراہنمائی نصیب نہ ہو کہ نہ خود ہدایت کے راستے پر ہیں، نہ ہدایت کی توفیقات ونصرت کی لاٹھی نصیب ہے اور آپ ان کے عصا کش نہیں وہ کس طرح راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم پاسکتے ہیں۔ ان کی مثال اس اندھے کی سی ہے جو راہ سے بھی بے خبر ہے اور جس کی لاٹھی پکڑ کر کوئی راہ پر چلانے والا بھی نہیں۔

---

۴۸ مرقاۃ المفاتیح: ۳۰۲/۳، باب التطوع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۴۹ جامع الترمذی: ۱۸۶/۲، باب ما جاء فی جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

غیر تو ہر چہ خوش است و ناخوش ست
آدمی سوز ست و عینِ آتش ست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ کے سوا جتنی چیزیں بھی ہیں چاہے وہ ہمارے دل کو کتنی ہی محبوب ہوں یا اس کے برعکس کتنی ہی ناپسندیدہ اور مکروہ ہوں، لیکن اگر آپ ان سے خوش نہیں ہیں تو اے اللہ! ہمارا ذوق بھی یہ ہے کہ ؎

جو ان کی خوشی ہے وہی اپنی بھی خوشی ہے
جا دل تجھے چھوڑا کہ جدھر وہ ہیں اُدھر ہم

اسی کو مولانا ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ؎

نا خوشِ تو خوش بود بر جانِ من
جاں فدائے یار و دل رنجانِ من

اے اللہ! جس چیز سے آپ ناخوش ہیں ہم بھی اس سے ناخوش ہیں اور اس سے ناخوش ہو کر خوش ہیں چاہے ہمارے دل کو وہ کتنی ہی خوش گوار ہو لیکن آپ کی خوشی پر ہم اپنی خوشی کو خوشی خوشی فدا کرنے پر خوش ہیں، کیوں کہ اپنی مرضی سے زیادہ آپ کی مرضی ہمیں عزیز ہے، لہٰذا ہماری جان بھی آپ پر فدا اور ہمارا دل بھی، جیسا کہ شیخ الحدیث مولانا منصور الحق صاحب ناصر سلمہ کا شعر ہے ؎

عظیم جرم ہے قانونِ عشق میں ناصرؔ
کسی کی ان سے بغیر ان کے آرزو کرنا

کیوں کہ جو آپ کے عاشق ہیں اگر آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ان کے دل میں کبھی کوئی خوشی آجاتی ہے، تو وہ غم سے رونے لگتے ہیں کہ آہ! میں نے اپنے مالک کو ناراض کر دیا، اور آپ کو راضی کرنے کے لیے جب اپنی خوشیوں کا خون کرتے ہیں تو دل کو

www.khanqah.org

غمگین کر کے وہ خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا دل تو غمگین ہوا لیکن ہمارا مالک تو خوش ہو گیا۔ اسی کو میں نے اس قطعہ میں بیان کیا ہے ؎

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
ہنسی لبوں پہ ہے گو دل پہ زخم کھاتے ہیں
عجیب جامع الاضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

اور عزیزم تائب سلمہٗ کا شعر بھی اس مضمون پر نہایت عمدہ ہے کہ اہلِ دنیا اور اہل اللہ کے غم اور خوشیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اہلِ دنیا تو گناہوں کی لذت اُڑا کر خوش ہوتے ہیں اور گناہ ہاتھ سے نکل جانے سے غمگین ہو جاتے ہیں اور اہل اللہ کے دل میں اگر کبھی گناہ کی ایک ذرّہ خوشی داخل ہو جائے تو ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے اور ساری کائنات باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہمارے میر صاحب کا شعر ہے ؎

شب صحرا مہیب سناٹا
موت ہو جیسے زندگی پہ محیط
یا صدورِ گناہ سے دل کی
تنگ ہونے لگے فضائے بسیط

اور اسی طرح گناہ سے بچنے میں ان کے دل کو جو غم ہوتا ہے اس غم پر وہ خوش ہوتے ہیں۔ یہ فرق ہے اہل اللہ اور اہلِ دنیا کے غم اور خوشیوں میں، جس کو تائب صاحب نے بہت عمدہ بیان کیا ہے ؎

غم اور طرح کے ہیں طرب اور طرح کے
عشاق کے جینے کے ہیں ڈھب اور طرح کے

تو مولانا فرماتے ہیں کہ جو چیزیں بھی خواہ ہمارے دل کو اچھی لگتی ہوں یا بُری، ہمارے دل

www.khanqah.org

میں محبوب ہوں یا مکروہ، لیکن اے اللہ! اگر آپ ان سے راضی نہیں ہیں تو وہ انسانیت سوز ہیں، ظاہر و باطن کی تباہ کاری میں بالکل آگ ہیں اور انسانیت کے شرف و کرامت کو جلا کر خاکستر کرنے والی ہیں، کیوں کہ اے اللہ! جس سے آپ خوش نہیں ہیں وہ سور اور کتے سے بدتر ہے۔ آپ کو چھوڑ کر اور غیر کا ہو کر کوئی چین سے نہیں جی سکتا، نہ مر کے چین پا سکتا ہے، کیوں کہ ہماری جانوں کا مرکز اور محور اور سہارا صرف آپ ہیں۔

چھوڑ کر تجھ کو غیر کو چاہوں
مرے اللہ یہ پستی میری
غیر کو چھوڑ کر تجھے چاہوں
رشک جبرئیل یہ ہستی میری

ہر کرا آتش پناہ و پشت شد
ہم مجوسی گشت و ہم زردشت شد

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جس کے لیے آگ اس کی پناہ، ٹھکانہ اور سہارا ہو جائے یعنی جو خواہشاتِ نفسانیہ کو اپنی جان کا سہارا بنا رہا ہے یہ گویا شہوت کی آگ کی پوجا بھی کر رہا ہے اور سکھا بھی رہا ہے، یہ ضالّ بھی ہے اور مُضِلّ بھی ہے، گمراہ بھی ہے اور گمراہ کرنے والا بھی ہے، اس کی معصیت لازمہ بھی ہے اور متعدّیہ بھی، یہ بانی ہو رہا ہے گناہوں کا، لہٰذا سب کے گناہوں کا بار اس کی گردن پر ہو گا۔

كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ
اِنَّ فَضْلَ اللّٰهِ غَيْمٌ هَاطِلٌ

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ماسوٰی ہے یعنی جس کا مقصود اللہ نہیں اور جو مقصودِ حق کا ذریعہ بھی نہیں وہ باطل، مجاز اور فانی ہے اور حق تعالیٰ کا فضل ہی موسلا دھار برسنے والا ابر ہے۔ پس اے باطل اور فانی چیزوں سے دل

www.khanqah.org

لگانے والو! اس حماقت سے باز آجاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ابر کے نیچے آجاؤ۔

اے خدائے پاک بے انباز و یار
دستگیر و جرم ما را در گزار

ارشاد فرمایا کہ انباز کے معنیٰ ہیں شریک، مولانا رُومی بارگاہِ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، آپ لَا شَرِیْكَ لَكَ ہیں اور ہمارے مولیٰ ہیں، پس ہماری دستگیری فرمایئے اور ہمیں گناہوں کی دلدل سے نکال کر ہمارے تمام جرائم کو معاف فرما دیجیے۔

یاد دہ ما را سخن ہائے رقیق
کہ تر ا رحم آورد آں اے رفیق

مولانا رُومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ ہی ہمارے ولی ہیں، لہٰذا آپ ایسے درد انگیز، دل گداز و رقّت آمیز مضامین دُعا ہمارے دل میں ڈالیے کہ جو آپ کی رحمت کو جوش میں لائیں، آپ کی رحمت کو احساناً و فضلاً واجب کرنے والے ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْاَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَ عَزَآىٕمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْۢبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ[۵۰]

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان چیزوں کا جو تیری رحمت کو واجب کر دیں اور تیری مغفرت کو میرے لیے ضروری کر دیں اور سوال کرتا ہوں ہر بھلائی میں اپنے حصے کا اور ہر گناہ سے حفاظت کا۔ اے اللہ! میرا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑ جس کو تو بخش نہ دے اور کوئی غم ایسا نہ رہنے دے جس کو تو دور نہ کر دے اور کوئی حاجت جس

---

۵۰ جامع الترمذی: ۱/۱۰۸، باب ما جاء فی صلوۃ الحاجۃ، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

میں تیری رضا شامل ہو پوری کیے بغیر نہ چھوڑ اے ارحم الراحمین!

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو
ایمنی از تو مہابت ہم ز تو

اے اللہ! ہمارا دُعا مانگنا بھی آپ کے کرم سے ہے اور آپ کا قبول کرنا بھی آپ کی عنایت سے ہے، اُدْعُوْنِیْ کا حکم بھی آپ کے کرم سے ہے اور اَسْتَجِبْ لَکُمْ بھی آپ کا کرم وانعام ہے جس کا ہم کو کوئی استحقاق نہیں، اور امن وسکون بھی آپ ہی دیتے ہیں اور خوف وہیبت بھی آپ کی طرف سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ ایمان بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ہے۔ پس یہ سکون واطمینان اور خوف وہیبت دونوں مطلوب ہیں، لہٰذا اے اللہ! یہ بھی آپ کا انعامِ عظیم ہے۔

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن
مصلحی تو اے تو سلطانِ سخن

اگر دُعا کے آداب و تعبیرات وعنوانات میں ہم سے خطا اور کوتاہی ہوگئی ہو اور ہماری کوئی تعبیر وعنوان آپ کو پسند نہ آیا ہو تو آپ تو سلطانِ سخن ہیں، کلام کے بادشاہ ہیں، اپنی رحمت سے ہماری اصلاح فرمادیجیے اور ہمارے دل میں وہ عنوان و تعبیر ڈال دیجیے جو آپ کو پسند ہو۔

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی
گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

اے اللہ! آپ کی رحمت عجیب کیمیا ہے جو ہمارے بُرے اخلاق واعمال اور سیئات ورذائل کے دریائے خون کو حسنات وفضائل کے دریائے نیل سے تبدیل کرسکتی ہے یعنی آپ ہمارے اخلاقِ رذیلہ کو اخلاقِ حمیدہ سے تبدیل کرنے پر قادر ہیں۔ کیمیا اس کو کہتے ہیں جو قلب ماہیت کردے، اور بیانِ قدرت کا مقصد ظہورِ قدرت کی درخواست ہے یعنی مولانا کے اس بیان میں یہ مضمونِ دُعا پوشیدہ ہے کہ اے اللہ! آپ بس ہمیں

www.khanqah.org

تبدیل کرنے کا ارادہ فرمالیں پھر آپ کے ارادے پر مراد کا تخلّف محال ہے اور ترتّب لازم ہے، لہٰذا پھر ہمارے اخلاقِ رذیلہ کو اخلاقِ حمیدہ بننے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ آپ کے ارادے کے بعد یہ قلب ماہیت لازم ہے جیسا کہ مولانا نے ایک اور مقام پر فرمایا۔

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود
خمر ش از تبدیلِ یزداں خل شود

مولانا فرماتے ہیں کہ ابدال کون ہے ؟ جس کے اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے بدل جائیں، جیسے دنیوی شراب میں اگر تھوڑا سا سرکہ ڈال دیا جائے تو پوری شراب سرکہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح ابدال وہ ہے جس کے رذائل وسیئات کی شراب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حسنات وفضائل سے تبدیل ہو جائے اور جب شراب سرکہ بن گئی تو پھر اس کو شراب کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح جب کوئی گناہ گار اللہ والا ہو گیا تو اب یہ کہنا جائز نہیں کہ پہلے یہ ایسے ویسے تھے۔

طعنہ نہیں ماضی کا دیا جائے کہ ہم لوگ
تب اور طرح کے تھے ہیں اب اور طرح کے

ایں چنیں مینا گری ہا کارِ تست
ایں چنیں اکسیر ہا ز اسرارِ تست

ایسی ایسی مینا گری وصناعی اے خدا! آپ ہی کا کام ہے کہ مٹی سے کیسے کیسے خوبصورت نقش ونگار آپ پیدا فرماتے ہیں اور نطفہ کے ناپاک پانی پر صورت گری فرما کر مُردہ منی کو آپ حسین انسانی وجود بخشتے ہیں اور گنّے سے شکر اور لکڑی کی شاخوں سے پھل پیدا فرماتے ہیں۔

www.khanqah.org

دہد نطفہ را صورتے چوں پری
کہ کردہ ست بر آب صورت گری

شکر از نے میوہ از چوب آوری
از منی مردہ بت خوب آوری

اور اخلاقِ رذیلہ کے دریائے خون کو اخلاقِ حمیدہ کے دریائے نیل سے تبدیل فرماتے ہیں اور تمام ظاہری و باطنی امراضِ لادوا کی اکسیر آپ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

گر تو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید
فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید

سینکڑوں کو تو کرے گا جنتی
ایک یہ نا اہل بھی ان میں سہی

❁❁❁❁

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیا
جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۹۱ء

بروز جمعۃ المبارک، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

یارب ایں بخشش نہ حدِ کارِ ماست
لطفِ تو لطف خفی را خود سزاست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی بارگاہِ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! آپ کی بخششیں اور عنایات والطاف ہمارے اعمال وعبادات کا ثمرہ ومعاوضہ وجزا نہیں ہوسکتے، یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہماری نماز، روزہ، حج وعمرہ اور نوافل وتلاوت سبب ہیں آپ کے انعامات کا، کیوں کہ ہمارے ہر عمل میں فِیْہِ نَظَرٌ ہے اور ریا وعدمِ اخلاص وشہرت وجاہ وغیرہ نفس کی آمیزشوں کا احتمال ہے۔ ہمارا کوئی عمل آپ کی عظمت کے لائق نہیں ہے، کیوں کہ آپ کی عظمت غیر محدود ہے اور ہمارے اعمال محدود اور ناقص ہیں اور محدود وناقص غیر محدود کا حق ادا کر ہی نہیں سکتا۔ پس حقوق عظمتِ غیر محدود کا ادا کرنا محال ہے، کیوں کہ اس سے غیر محدود کا محدود ہونا لازم آتا ہے کہ محدود ہی محدود کا احاطہ کر سکتا ہے۔ پس جب عظمتِ الٰہیہ غیر محدود ہے اور ہم محدود ہیں، ہمارے اعمال محدود ہیں، لہٰذا ادائے حقِ عظمتِ الٰہیہ کے لیے ہمارے اعمال کا ناکافی اور ناقابل ہونا عقلاً ثابت ہو گیا، لہٰذا مولانا رومی کی نظر کہاں تک پہنچ گئی کہ فرمایا: اے ہمارے رب! آپ کی یہ بخششیں اور مہربانیاں ہمارے اعمال کا نتیجہ وثمرہ وپھل نہیں ہیں، یعنی آپ کی عنایات اور نزولِ رحمت کا سبب ہماری عبادات نہیں ہیں، پھر کیا سبب ہے؟ فرماتے ہیں۔

لطف تو لطف خفی را خود سزاست

آپ کی عنایاتِ ظاہرہ آپ کی عنایاتِ مخفیہ کے مظاہر ہیں، یعنی آپ کے جو الطاف وکرم ہمارے اُوپر ظاہر ہیں بصورت توفیقاتِ اعمالِ صالحہ، التزامِ طاعات واجتناب عن المعاصی

www.khanqah.org

اور صحت وعافیت وغیرہ اس تمام رزقِ ظاہری وباطنی کے پیچھے آپ کا لطف پوشیدہ ہے، ان عنایاتِ ظاہرہ کا سبب آپ کا لطفِ مخفی ہے، آپ کی ظاہری مہربانی کا سبب آپ کی پنہاں مہربانی ہے، ہمارے اعمال نہیں ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

مری بے تابیٔ دل میں ان ہی کا جذب پنہاں ہے
مرا نالہ ان ہی کے لطف کا ممنونِ احساں ہے

آپ کی یاد میں ہماری بے تابی واشکباری آپ کے جذبِ کرم ہی کی ممنونِ احسان ہے۔ غرض آپ کے جو الطاف وعنایات ہم پر ظاہر ہوتے ہیں وہ آپ کی مخفی عنایات کا عکس اور پرتو ہیں جیسے ہم لوگ کسی پر کوئی احسان اور شفقت کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دل میں محبت کا ایک پوشیدہ احساس ہوتا ہے، پھر وہ شفقت کسی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ پہلے قلب میں محبت آتی ہے پھر اس کا ظہور قالب سے ہوتا ہے۔ تو جب مخلوق کے اندر یہ خاصیت ہے کہ ہمارا لطفِ ظاہر ہمارے لطفِ باطن کا نتیجہ ہوتا ہے تو اے اللہ! آپ کی جو ظاہری مہربانیاں اور انعامات ہم پر ہیں وہ آپ کے لطفِ مخفی اور پوشیدہ کرم کے عکاس کیوں نہ ہوں گے۔ پہلے اللہ کا ارادہ ہوتا ہے جو مخلوق سے مخفی ہوتا ہے، پھر ان کے انعامات وعنایات کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کا سبب ہمارے اعمال وعبادات اس لیے نہیں ہوسکتے کیوں کہ اللہ کی عظمتِ غیر محدود کا حق ہمارے ناقص ومحدود اعمال سے ادا نہیں ہوسکتا، لہٰذا اللہ کی عطا کے لیے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ہمارے فلاں مجاہدے کی وجہ سے ملی ہے یا ہم نے اتنے سال بزرگوں کی صحبت اُٹھائی ہے یا ہم نے اتنی محنتیں کی ہیں تب ہمیں یہ سب ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات کو اپنے اعمال کی طرف منسوب کرنا ناشکری ہے جیسا کہ حکیم الاُمت نے تفسیر ''بیان القرآن'' کے حاشیہ میں فرمایا:

فَاِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّیْنَ الْمُعْجِبِیْنَ یُنْسِبُوْنَ
کَمَالَاتِہِمْ اِلٰی مُجَاھَدَاتِہِمْ وَھُوَ عَیْنُ الْکُفْرَانِ[۵۱]

بعض نادان صوفی اپنے کمالات کو اپنے مجاہدات کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ ہم نے

۵۱؎ بیان القرآن:٦/۴،۱ابرٰھیم، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

اتنے دن شیخ کے ساتھ گزارے یا اتنے دن ہم نے محنت کی اس وجہ سے ہمیں یہ انعام ملا، حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ یہ عینِ کفرانِ نعمت ہے، عینِ ناشکری ہے۔ لہٰذا یوں مت کہو بلکہ یہی کہو کہ اے اللہ! ہمارے مجاہدات اس قابل نہیں تھے کہ آپ اس کے نتیجے کے طور پر ہمیں یہ انعامات عطا فرماتے، بلکہ آپ کی عطا کا سبب صرف آپ کی عطا ہے، آپ کی رحمت کا سبب صرف آپ کی رحمت ہے، آپ کے کرم کا سبب صرف آپ کا کرم ہے، ہمارا عمل نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دو سو برس عبادت کی تھی اور جب اس سے کہا گیا کہ اللہ کی رحمت سے تمہاری مغفرت ہو گی، تو اس عابد نے کہا کہ نہیں، ہم نے تو دو سو سال عبادت کی ہے، عبادت سے ہم کو بخشش ملے گی، کیا ہماری دو سو برس کی عبادت ضایع ہو جائے گی؟ تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے قریب سے گزاریں گے جس سے اس کو شدید پیاس لگ جائے گی، آگ کی لپٹ اور گرمی سے اس کی زبان باہر آجائے گی تو وہ فرشتے سے کہے گا کہ پانی پلا دو، فرشتہ اس کو ایک پیالہ پانی پیش کرے گا اور کہے گا کہ پہلے اس کی قیمت ادا کر دو۔ پوچھے گا کہ اس کی کیا قیمت ہے؟ تو جواب ملے گا: اپنی دو سو برس کی عبادت دے دو تو ایک پیالہ پانی ملے گا، وہ ایک پیالہ پانی کے عوض دو سو برس کی عبادت دے دے گا۔ اس کے بعد اس کو پھر پیاس لگے گی تو وہ پھر پانی مانگے گا، فرشتہ کہے گا کہ اب اپنی عبادت لاؤ تو پانی ملے گا، تمہاری دو سو برس کی عبادت پیاس میں ایک پیالہ پانی کے برابر نہیں، بتاؤ تم نے دنیا میں کتنا پانی پیا ہے اللہ کا! لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم عبادت سے بخشے جائیں گے بلکہ اللہ کی رحمت سے بخشے جائیں گے، کیوں کہ ہماری مجموعی عبادات بھی اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ نعمت کا سبب، معاوضہ اور بدلہ نہیں ہو سکتیں۔ اب یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ مجاہدات کی توفیق دے اور ان کو قبول فرمالے اور اس سے صلاحیت پیدا کر دے، مجاہدات سے صلاحیت پیدا ہوتی ہے اخذِ نُور کی، لیکن یہ سب اسباب ہیں۔ جیسے زمین پر محنت کی، ہل جوتا، کنکر پتھر ہٹائے تو غلہ پیدا ہو گیا۔ ایسے ہی دل کی زمین پر محنت کی، اخلاقِ رذیلہ کے کنکر پتھر نکالے، بُرائیوں سے توبہ کی، گناہوں کے تقاضوں کو

www.khanqah.org

برداشت کیا اور ان پر عمل نہیں کیا، تو اس غم سے صلاحیت پیدا ہوتی ہے جذبِ تجلیاتِ الٰہیہ کی، لیکن اس کو سبب مت کہو، بس یہ کہو کہ یہ توفیقِ مجاہدہ بھی ان ہی کے کرم سے ہے۔ اگر خدا توفیق نہ دیتا تو ہم گناہوں کے تقاضوں سے مغلوب ہو کر گناہ کر لیتے، لیکن گناہوں کے تقاضوں کے باوجود گناہوں سے بچنے کی اللہ نے جو ہم کو ہمت و توفیق عطا فرمائی یہ بھی ہمارا کمال نہیں، اللہ کا کرم ہے، لہٰذا ابتدا تا انتہا اللہ کی عطا ہی عطا ہے۔

مری طلب بھی ان ہی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اُٹھائے جاتے ہیں

اسی کو مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے ہمارے رب! آپ کے انعامات و الطافِ ظاہرہ کا سبب آپ کا لطفِ پنہاں ہے، ہمارے اعمال آپ کے لطفِ فراواں کے لائق نہیں، بلکہ آپ کا لطفِ خفی ہی ان الطافِ ظاہرہ کے لائق ہے، یعنی آپ کا پوشیدہ کرم ہی سبب ہے ان تمام انعامات کا جو ہم پر ظاہر ہو رہے ہیں۔

دیکھو جیسے ایک پوشیدہ کرم اللہ نے مولانا حافظ داؤد اور ان کے رُفقاء پر کیا جو ری یونین سے آئے ہیں، ورنہ کہاں ری یونین اور کہاں کراچی۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ مثنوی کا درس ہو جائے اور درسِ مثنوی شروع ہو گیا۔ بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ طلب دیتے ہیں اور اس طلب کی برکت سے دین کا کام شروع ہو جاتا ہے، لیکن یہ طلب بھی اللہ کے مخفی کرم ہی کا صدقہ ہوتی ہے، وہ نہ چاہیں تو طلب ہی نہ پیدا ہو۔ پس کام وہ بناتے ہیں، نام ہمارا ہوتا ہے۔

دست گیر از دستِ ما ما را بخر
پردہ را بردار و پردہ ما مدر

ارشاد فرمایا کہ دست گیر کا معنیٰ ہے ہاتھ پکڑنے والا، مدد کرنے والا۔ خریدن معنیٰ خریدنا، بخر اس کا امر ہے یعنی خرید لیجیے۔ بردار بدار تھا، ضرورتِ شعری کی وجہ سے بر لگا دیا گیا جس کے معنیٰ ہیں قائم رکھیے۔

www.khanqah.org

مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے دستگیر! اے مدد کرنے والے! میرے ہاتھ سے مجھ کو خرید لیجیے، یعنی ہمارا ہاتھ پکڑ لیجیے اور ہمارے ہاتھ کی جو طاقتیں گناہوں میں ملوث ہو رہی ہیں تو گویا ہم اپنے ہاتھوں گناہوں کے ہاتھ فروخت ہو چکے ہیں، لہٰذا آپ ہمارے ہاتھوں سے ہم کو خرید لیجیے اور گناہوں سے ہم کو چھڑا لیجیے۔ بہت عبرت اور خوف کا مقام ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں اللہ کے غضب اور نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے اور گناہوں کی گندگی سے اس کا ظاہر بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور باطن بھی ناپاک اور ستیاناس ہو جاتا ہے، قلب و قالب دونوں گناہوں سے برباد ہو جاتے ہیں، سکون بھی چھن جاتا ہے۔ کیا بتاؤں گناہ گار کی زندگی کس قدر تلخ ہوتی ہے۔ تو مولانا رُومی نے فرمایا کہ اے دستگیر! اے مدد کرنے والے! ہم کو ہمارے ہاتھوں کے حوالے نہ کیجیے اور ہمارے ہاتھوں سے ہم کو خرید کر یعنی اپنی مدد خاص ہمارے شاملِ حال فرما کر گناہوں سے ہم کو نجات دلا دیجیے۔ اگر آپ نے ہمیں ہمارے نفس کے حوالے کر دیا تو ہم ایسے نالائق ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لیں گے، لہٰذا آپ ہمارا ہاتھ پکڑ لیجیے اور ہمیں اپنی نافرمانی نہ کرنے دیجیے، کیوں کہ ہمارا ہاتھ تو گندگی میں جاتا ہے، گندے گندے کاموں کی طرف بڑھتا ہے جیسے چھوٹا بچہ اپنی اماں سے کہہ دے کہ اے اماں! میں نادان ہوں، میری تو فطرت ہی خراب ہے، میرے اندر بھلے بُرے کی بھی تمیز نہیں، پس اگر میں پیشاب پاخانے میں ہاتھ ڈالوں تو قبل اس کے کہ وہ گندگی میں ملوث ہو اس وقت آپ میرا ہاتھ پکڑ لیا کیجیے۔ تو اے خدا! اس وقت ماں اس کی کیسی حفاظت کرے گی۔ اے اللہ! آپ تو ماؤں کی محبت اور مامتا کے خالق ہیں۔

مادراں را مہر من آموختم

ماؤں کو محبت کرنا تو آپ ہی نے سکھایا ہے، لہٰذا ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ[۵۲] کہ آپ ہماری ایسی حفاظت کیجیے جیسے ماں

۵۲؎ مجمع الزوائد: ۱۰/۲۹۰-۲۹۱ (۱۷۴۱۹) باب الادعیۃ المأثورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر/ مسند ابی یعلی: ۹/۳۹۶ (۵۵۲۷)

www.khanqah.org

اپنے چھوٹے بچے کی کرتی ہے، کیوں کہ اے خدا! مومن کے لیے دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی ذلیل ترین کام نہیں کہ وہ آپ کی نافرمانی کرکے اپنے قلب اور قالب کو ناپاک کرلے اور آپ سے دور ہو جائے، لہٰذا اے اللہ! ہمیں ہمارے نفس کے حوالے نہ کیجیے اور اپنی خاص مدد شاملِ حال کرکے نفس کے ہاتھوں سے ہمیں چھڑا لیجیے۔

پردہ را بردار و پردہ ما مدر

ہمارے اندر گناہوں کے جو تقاضے اور گناہوں کا جو خبیث ذوق ہے اس پر اپنی رحمت اور ستّاری کے پردے کو قائم رکھیے، اس پردے کو اُٹھنے نہ دیجیے، اپنی ستّاری اور پردہ پوشی کا پردہ نہ پھاڑیے یعنی ہمارے عیبوں کو ظاہر نہ کیجیے ورنہ ہم ذلیل ورُسوا ہو جائیں گے کیوں کہ اے اللہ! گناہوں پر مسلسل اصرار کی وجہ سے آپ جس سے انتقام لیتے ہیں تو اس کا پردۂ ستّاریت پھاڑ دیا جاتا ہے اور وہ سارے عالم میں رُسوا ہو جاتا ہے، لہٰذا۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرّ من پیدا مکن

اے اللہ! اپنے اس بندے کو رسوا نہ کیجیے۔ اگرچہ میں انتہائی نالائق ہوں، لیکن میری نالائقیوں اور میرے عیبوں کو اپنے بندوں پر ظاہر نہ کیجیے۔

باز خر مارا ازیں نفسِ پلید
کاردش تا استخوانِ ما رسید

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! میں اتنا نالائق ہوں کہ میں نے خود کو نفس کے ہاتھوں فروخت کر دیا ہے اور میں نفس کا غلام بن چکا ہوں، لیکن اے خدا! آپ ارحم الراحمین ہیں، اس ناپاک نفس سے مجھے دوبارہ خرید لیجیے۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ ظالم نفس گوشت تو کاٹ کے کھا گیا، ہڈی رہ گئی تھی تو اب اس کی چھری ہڈی تک پہنچ رہی ہے۔ اگر ہڈی بھی کھا جائے گا تو پھر میں کیا رہوں گا؟ مراد یہ ہے کہ نفس کی بُری بُری خواہشات نے ہمارے دین کو تباہ کر دیا ہے، لہٰذا اے اللہ! میری مدد فرمائیے اور نفس کے چنگل سے مجھے رہائی دلائیے۔

www.khanqah.org

از چو ما بیچارگاں ایں بندِ سخت
کہ کشاید جز تو اے سلطانِ بخت

نفس کے اس سخت قید و بند سے ہم جیسے عاجزوں کو سوائے آپ کے کون رہائی دلا سکتا ہے؟ ہم تو نفس کی سخت بندشوں اور بُرے بُرے تقاضوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف سے نفس نے ہمیں باندھ رکھا ہے لہٰذا ہم بے چاروں، عاجزوں کو نفس کی سخت بندشوں سے آزادی عنایت کرنا صرف آپ کی رحمت کا کام ہے۔ پس اے ہماری قسمتوں کے بادشاہ! نفس کے بُرے تقاضوں کی رسیوں سے ہمیں سوائے آپ کے کون کھول سکتا ہے؟ آپ ہمارے نصیبوں کے سلطان ہیں۔ اگر ایک بدمعاش، مجرم، کمینے اور ذلیل و خوار پر آپ اپنی ایک نگاہِ کرم ڈال دیں تو اسی وقت اس کا نصیب جاگ اٹھے گا اور اس کا کام بن جائے گا اور اسی لمحہ وہ نفس کے قید و بند سے رہائی پا جائے گا۔ وہ دل جو گناہوں کے شدید میلان میں مبتلا تھا آپ کی نگاہِ کرم کے بعد اس کو گناہوں کا وہ شدید میلان نہیں ہوتا جتنا عام لوگوں کو ہوتا ہے، بس ہلکا سا ایک طبعی میلان ہو گا، لیکن اے اللہ! آپ کی مہربانی سے اس کو قابو میں رکھنا آسان ہو جاتا ہے، کیوں کہ آپ کے کرم سے حُسنِ مجازی کی فنائیت اور فانی اجسام کے اندر کی گندگی اس کو نظر آجاتی ہے جس سے فانی جسموں سے ایک نفرتِ طبعیہ اے اللہ! آپ اس کو عطا فرما دیتے ہیں، کیوں کہ انسان عقل کے بل بوتے پر کب تک لڑے گا؟ عقلی استدلال کے پاؤں بہت کمزور ہوتے ہیں، اس لیے اے اللہ! ہمیں گناہوں سے طبعی کراہت نصیب فرما دیجیے تاکہ گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے۔ ورنہ حُسنِ فانی کی ملمع سازی کا فریب بُرے بُرے تقاضوں کو اور شدید کر دیتا ہے، مگر جس پر اے خدا! آپ فضل فرما دیں تو اس کو نظر آجاتا ہے کہ ان فانی جسموں کی چمک دمک ظاہری ہے، اندر گُو بھرا ہوا ہے۔ جیسے کوئی پاخانہ پر سونے اور چاندی کا ورق لگا دے، جو ورق کی چمک دمک سے دھوکا کھائے گا وہ پاخانہ ہی پائے گا، لہٰذا اے نفس! بالوں اور گالوں سے اور رانوں سے دھوکا نہ کھا ورنہ پیشاب پاخانہ کی گندگی تک پہنچنا پڑے گا اور یہ تو جسمانی اور حسّی بے عزتی ہوئی، لیکن اگر اے اللہ! آپ نے

www.khanqah.org

ستّاری نہ فرمائی تو ہم مخلوق میں بھی ذلیل ہو جائیں گے، کیوں کہ ستّاریت ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ جب تک ہم چاہیں اپنے عیب کو چھپائیں، بلکہ پردۂ ستّاریت اے اللہ! آپ کے اختیار میں ہے، جب چاہیں ہٹادیں اور ساری دنیا ہماری رُسوائی کا تماشا دیکھ لے۔ اسی لیے مولانا رُومی دُعا فرماتے ہیں کہ نفس کی چالوں اور مکّاریوں اور اس کے بُرے بُرے تقاضوں کی قید سے اے اللہ! آپ کے سوا کون نجات دلا سکتا ہے، کیوں کہ تقلیبِ ابصار سے گناہ حسین اور نیکیاں بُری معلوم ہونے لگتی ہیں۔ حدیثِ پاک کی دُعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ اے اللہ! حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق نصیب فرما۔ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ[٥٣] اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب اور پرہیز کی توفیق کا رزق دے دے۔ یعنی رزقِ اتباعِ خیرات وحسنات نصیب فرما اور رزقِ اجتناب عن الباطل بھی نصیب فرما۔ اپنی رضا کے اعمال نصیب فرما اور ناراضگی کے اعمال سے حفاظت نصیب فرما۔

ایں چنیں قفلِ گراں را اے ودود
کہ تو اند جز کہ فضلِ تو کشود

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ ہمارے نفس نے گناہوں کے اور بُری بُری خواہشات کے ایسے بھاری تالے لگائے ہوئے ہیں کہ اے محبت کرنے والے اللہ! ہم آپ کا راستہ چلنا چاہتے ہیں، اللہ والا بننا چاہتے ہیں لیکن خواہشات کے یہ تالے ہمیں آگے نہیں بڑھنے دیتے، لہٰذا سوائے آپ کے فضل کے کون ان تالوں کو کھول سکتا ہے؟ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِكْرِكَ[٥٤] اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالوں کو اپنے ذکر سے کھول دے۔ اے اللہ! جب آپ کا فضل اپنی یاد اور ذکر کی توفیق دے گا تب ہی خواہشاتِ نفسانیہ کے دل پر لگے ہوئے یہ تالے کھلیں گے، ورنہ نفس کے ان بھاری تالوں کا کھلنا مشکل ہے، یعنی ان گندے تقاضوں اور گناہوں سے نجات ملنا مشکل

---

٥٣ التفسیر لابن کثیر: ١/٢٥٠

٥٤ کنز العمال: ٧/٦٩٩ (٢٠٩٩٠)، الفصل الرابع فی الاذان والترغیب فیہ... الخ، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

ہے جو اللہ کی راہ کی سب سے بڑی رُکاوٹ اور حجاب ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی اُمّتی نے پوچھا کہ اللہ تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی جواب عطا ہوا کہ دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ نفس کی حرام خواہشوں کو چھوڑ دے اور میرے پاس چلا آ۔ بس یہی نفس اللہ کی راہ کا حجاب ہے ورنہ اللہ کا راستہ بالکل آسان اور صاف ہے۔ جب تک خواہشاتِ نفسانیہ سے نجات نہیں ملے گی اللہ کے راستے کے تالے نہیں کھل سکتے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

تا ہوا تازہ ست ایماں تازہ نیست
کیں ہوا جز قفلِ آں دروازہ نیست

جب تک خواہشاتِ نفسانیہ تازہ اور ہری بھری ہیں تب تک ایمان سرسبز و تازہ نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ خواہشات ہی بارگاہِ حق کے دروازے کا تالا ہیں۔ جب یہ تالا کھولو گے تب ہی بارگاہِ حق میں رسائی ہو سکتی ہے اور عموماً جوانی ان ہی چیزوں میں مشغول ہو جاتی ہے، اور جوانی کا وہ بہترین زمانہ جب خواہشات کا عالم شباب اللہ پر فدا کر کے انسان اپنی رُوح میں ایک غیر فانی عالمِ شباب اور غیر فانی بہار لا سکتا ہے، وہ زمانہ عموماً خواہشات کی فانی بہار کی فانی لذتوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ کاش! یہ جوان کچھ دن کسی صاحبِ نسبت کی صحبت میں رہ کر جوانی اللہ پر فدا کرتے اور خواہشات کے تالے توڑ دیتے، تو ایسی لذّتِ قُرب اور ایمان کی حلاوت ملتی جس کے سامنے دونوں جہاں کی لذتیں گرد معلوم ہوتیں، لیکن فانی لذتوں کا فریب اہل اللہ کے پاس نہیں رہنے دیتا، اور بعضے لوگ جو بزرگوں سے بھاگے ہیں وہ اپنے نفس کے گندے تقاضوں کی وجہ سے بھاگے ہیں، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ وہاں رہیں گے تو گناہ کیسے کریں گے اور اسی لیے وہ ذکر اللہ بھی نہیں کرتے کہ کہیں نسبت مع اللہ زیادہ قوی نہ ہو جائے اور گناہ چھوٹ جائیں اور ان سے شیطان بھی یہی کہتا ہے کہ ذکر مت کرو، ذکر کرنے سے اللہ سے تعلق قوی ہو گا پھر گناہ کیسے کرو گے؟ اور ایسا شخص توبہ بھی نہیں کرتا کہ اگر توبہ کر لیں گے تو پھر دوبارہ گناہ کیسے کریں گے؟ کچھ دن پیٹ بھر کے گناہ کر لو اس کے بعد پھر توبہ

www.khanqah.org

کر لینا اور مسجد سنبھال لینا، حالاں کہ کیا گارنٹی ہے کہ موت مسجد سنبھالنے بھی دے گی۔ بہر حال اگر مہلت مل بھی گئی تو ان کا یہ حال ہوتا ہے ؎

پاس جو کچھ تھا وہ صرف مے ہوا
اب نہ کیوں مسجد سنبھالی جائے گی

چلو آخری عمر کے سجدے بھی رائیگاں نہیں جاتے، یہ بھی نعمت ہیں۔ لیکن جنہوں نے اپنی جوانی اللہ پر فدا کی ہے جس کی برکت سے ان کی رُوح پر جو ایک غیر فانی عالمِ شباب طاری ہے اس کی لذت کو کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا، اس کے برعکس جو لوگ گناہ سے نہیں بچتے تو گناہوں کے ایٹم بم ان کی رُوحانیت کے شہر کو بالکل ہیروشیما کر دیتے ہیں۔ اللہ پناہ میں رکھے۔

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں — تجھ پہ رحمت کرے خالقِ دوجہاں
بجلیوں سے بچاتا ہے ربِّ جہاں — ایک تدبیر کمزور ہے آشیاں
چشمِ تر خوں فشاں آہ سوئے سماں — ہیں مرے دردِ دل کے یہ سب ترجماں
کیا یہ شمس و قمر یہ زمیں آسماں — اپنے خالق کا دیتے نہیں ہیں نشاں
کیا جہاں میں نمودار خود ہو گئے؟ — ہر وجود اپنے موجد کا خود ہے نشاں
ہستی انساں کی خالق پہ شاہد ہے خود — تیرے اندر ہے وہ خالقِ دوجہاں
ہو کے مخلوق خالق کا منکر بنے — اس حماقت پہ ہے لعنتِ دوجہاں

یہ صدا سُن لو اختر کی اے دوستو
خالقِ جاں پہ کر دو فدا اپنی جاں

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۹ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۹۱ء

بروز شنبہ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

ما ز خود سوئے تو گردانیم سر
چوں توئی از ما بما نزدیک تر

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم نے اپنی ذات سے بے زاری ظاہر کرکے اپنا رُخ آپ کی طرف کرلیا ہے، یعنی جو توجہ ہمیں اپنی ذات پر اور اپنے دست وبازو پر تھی کہ ہم گناہ سے بچیں گے، لیکن ہم اپنے آپ سے اب بالکل بے زار اور مایوس ہوچکے ہیں، لہٰذا اب آپ کی طرف آسرا لگا رہے ہیں، آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ ربّا ہماری مدد کو آئے، جیسے بچہ اپنی پوری طاقت سے اغوا کرنے والے غنڈے سے لڑا، لیکن آخر میں اس غنڈے نے کلائی مروڑی اور دبوچ کر اپنی جھولی میں ڈال لیا، اس وقت بچہ اپنے ابّا ہی کا سہارا تلاش کرتا ہے کہ ابّا آئے اور اس کو جھولی سے چھین لے۔ آج کل بچّوں کو اغوا کرنے والے ان کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیتے ہیں اور کار میں بٹھا کر آنکھوں پر پٹی باندھ دیتے ہیں۔ اسی طرح نفس وشیطان بھی آنکھوں پر شہوت اور بُری خواہشات کی پٹی باندھ دیتے ہیں پھر اس کو نظر ہی نہیں آتا کہ حق کس طرف ہے؟ اور آہ وفغاں، نالہ وفریاد اور دعا سے روکنے کے لیے معصیت وشہوت کا کپڑا اس کے دل میں ٹھونس دیتے ہیں تاکہ یہ دعا بھی نہ کرے، اللہ سے پناہ بھی نہ مانگے لیکن آپ کی توفیق سے ہم نے اپنا رُخ اے اللہ! آپ کی طرف کرلیا ہے، چوں کہ ہماری ذات سے زیادہ آپ ہم سے قریب ہیں اور مصیبت میں آدمی اپنے قریبی ہی کو مدد کے لیے بلاتا ہے۔ اے اللہ! آپ میرے نفس سے، میری رُوح سے،

www.khanqah.org

میری رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ آپ نے قرآنِ پاک میں فرمایا ہے:

وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ[۵۵]

میں تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ اے اللہ! جب آپ ہماری جان سے بھی زیادہ قریب ہیں تو اقرب کا حق زیادہ ہوتا ہے، لیکن ہم کتنے نالائق ہیں کہ پھر بھی آپ پر جان فدا نہیں کرتے اور گناہوں کے تقاضوں کو برداشت نہیں کرتے اور آپ کو ناخوش کرکے اپنے نفس کو خوش کرتے ہیں جبکہ ہم سے زیادہ آپ ہمارے نزدیک ہیں، آپ کے مقابلے میں ہماری جان اور ہمارا نفس بھی ہم سے دور ہے، اس لیے ہم نے سارے جہاں سے رُخ پھیر کر اب آپ پر اپنی نظر جمالی ہے اور ہم آپ ہی کو پکارتے ہیں، کیوں کہ اَلۡاَقۡرَبُ فَالۡاَقۡرَبُ کے تحت آپ کا حق سب سے زیادہ ہے، اس لیے اگر ہم اپنی جان کو شہادت کے لیے پیش کرکے جان آپ پر فدا کردیں تو یہ آپ کا حق ہے کہ جان اپنے قریبی مولیٰ پر فدا کی لیکن حق پھر بھی ادا نہ ہوگا کیوں کہ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

با چنیں نزدیکی دوریم دور
در چنیں تاریکئے بفرست نور

ارشاد فرمایا کہ مولانا فرماتے ہیں اے اللہ! آپ ہماری جان سے زیادہ ہمارے قریب ہیں وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ لیکن اس نزدیکی کے باوجود ہم آپ سے بے انتہا دور ہیں۔ دوریم دور کا مبالغہ ہے، تکرارِ لفظ بلاغت کے لیے آتا ہے۔ تو باوجود اس قُرب کے کہ آپ ہماری جان سے زیادہ قریب ہیں پھر ہم آپ سے اتنی دور کیوں ہیں؟ اس دوری کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ نفس ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ سے دور رکھتا ہے،

۵۵؎ ق:۱۶

جیسے زمین کا گولا چاند کو آفتاب کے نور سے محروم رکھتا ہے۔ جب کرۂ ارض سورج اور چاند کے درمیان میں پورا حائل ہو جاتا ہے تو پورا چاند بے نور ہو جاتا ہے اور پھر جب حرکت کرتے کرتے یہ زمین کا گولا تھوڑا ہٹتا ہے اور سورج کی تھوڑی سی شعاعیں پڑتی ہیں تو چاند تھوڑا سا روشن ہو جاتا ہے اور وہ چاند کی پہلی تاریخ بنتی ہے اس کے بعد زمین اور ہٹی تو دوسری تاریخ آگئی، یہاں تک کہ ایک دن ایسا آتا ہے کہ زمین کا پورا گولا چاند اور سورج کے درمیان سے ہٹ جاتا ہے، اس دن پورا چاند روشن ہو جاتا ہے۔ نفس کو مٹاتے مٹاتے جس دن خدائے تعالیٰ یہ مقامِ توفیق عطا فرمادیں کہ شہوت اور غضب کی کوئی حالت نفس کے تابع نہ رہے اور وہ کسی حالت میں استقامت سے الگ نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہر وقت جان فدا کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے تو سمجھ لو کہ اس شخص کا نفس بالکل مٹ گیا اور اس کے قلب کا پورا دائرہ نسبت مع اللہ کے چاند سے روشن ہو گیا، پھر اس شخص کے الفاظ میں بھی فنائے نفس کے اثرات ہوتے ہیں۔ جس کا نفس جس قدر زندہ ہے اسی قدر تاریکیاں اس کے کلام میں پائی جائیں گی، چاہے وہ قرآن وحدیث ہی کیوں نہ بیان کر رہا ہو، اور جس کا نفس بالکل مٹ گیا اور اس کا پورا دائرۂ قلب نسبت مع اللہ سے روشن ہو گیا تو اس کا نور اس کے کلام میں بھی شامل ہو گا، چاہے وہ دنیا ہی کی باتیں کر رہا ہو۔ اسی وجہ سے اگر کوئی بد دین قرآن وحدیث بیان کرتا ہے تو اس سے گمراہی پھیلتی ہے، کیوں کہ اس کے دل میں گمراہی ہے، اور اگر کوئی اللہ والا انگریزی اور سائنس وغیرہ کی دنیوی تعلیم دیتا ہے تو اس کے شاگردوں میں دین آئے گا کیوں کہ اس کا دل اللہ والا ہے۔ اسی کو مولانا رومی نے فرمایا ہے۔

کفر گیرد ملتی ملت شود
دین گیرد علتی علت شود

کوئی اللہ والا اگر کفر کو ہاتھ میں لے تو وہ دین بن جاتا ہے اور کوئی بد دین اور گمراہ دین کو بھی گمراہی کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اسی لیے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ کسی گمراہ اور بد دین شخص سے اپنے بچوں کو قرآن وحدیث نہ پڑھواؤ، ورنہ وہ بچے بھی گمراہ ہو جائیں

www.khanqah.org

گے اور اگر دنیوی تعلیم دلوانی ہے تو کسی اللہ والے سے پڑھواؤ تو بچے بھی دین دار ہو جائیں گے۔ اسی لیے نفس کو مٹانے کا حکم دیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر مرنا جینا آجائے، اخلاقِ رذیلہ جاتے رہیں اور اخلاقِ حمیدہ پیدا ہو جائیں۔ اس لیے کہتا ہوں کہ تصوف نفس کو مٹانے کا نام ہے۔ ملفوظات یاد کر لینے کا اور دین کی کتابیں لکھ دینے کا اور وعظ و تقریر کر لینے کا نام تصوف نہیں ہے، ان سب کی کچھ حقیقت نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے افنائے نفس اور افنائے خواہشاتِ غیر شرعیہ سے۔ کوئی کہے کہ صاحب! نفس کیا چیز ہے، ہم کیسے نفس کو مٹادیں، نفس کی کیا ماہیت ہے؟ تو نفس کی تعریف حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے: مرغوباتِ طبعیہ غیر شرعیہ یعنی طبیعت کے وہ تقاضے جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی اس کا نام نفس ہے۔ اور علامہ آلوسی نے کیا تعریف کی ہے اَلنَّفْسُ کُلُّھَا ظُلْمَۃٌ وَسِرَاجُھَا التَّوْفِیْق[۵۶] نفس سراپا ظلمت ہے اور اس کا چراغ اللہ کی توفیق ہے۔

اسی کو مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہماری رگِ جان سے زیادہ قریب ہیں ہم جو اللہ سے دور ہیں اس کی وجہ ہمارے گناہ ہیں، اور اس دور میں اللہ سے دوری کا سب سے بڑا سبب حسین شکلیں ہیں اور شیطان ان کو اور مزیّن کر دیتا ہے اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا[۵۷] کیا حال ہے اس شخص کا کہ بُرے عمل جس کے لیے مزیّن کر دیے گئے اور ان کو وہ حسین دیکھتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ان کا انجام دیکھو کہ ان حسینوں کا حسن جسمِ اعلیٰ میں ہوتا ہے یعنی آنکھوں میں اور چہرے میں لیکن جو حسنِ اعلیٰ انسان کو مقامِ اسفل کی طرف لے جائے، یہی دلیل ہے کہ یہ چیز خراب ہے، اور جو ناپاک کر دے یہ دلیل ہے کہ یہ محبت ناپاک ہے، مثلاً: ایک حسین کو ایک آدمی دیر تک دیکھتا رہتا ہے اس کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ مذی آگئی اور شیطان کہہ رہا تھا کہ ارے بھئی! خالی دیکھنے سے کیا ہوتا ہے، ہم تو حُسن کے جلوؤں میں تجلیاتِ الٰہیہ

۵۶؎ روح المعانی: ۷۸/۱۳، یوسف(۱۱۱)، دار احیاء التراث بیروت

۵۷؎ فاطر: ۸

www.khanqah.org

دیکھتے ہیں۔ اگر آپ تجلیاتِ الٰہیہ دیکھ رہے تھے تو یہ مذی کیوں نکلی، آپ بے وضو کیوں ہو گئے؟ وضو شکن چیز تو ناپاک ہوتی ہے۔ یہی دلیل ہے کہ یہ ناپاک محبت ہے اور ناپاک نظر ہے۔ آپ کسی اللہ والے کو دس گھنٹہ دیکھیں مذی نہیں آئے گی، قرآن شریف کو تمام عمر دیکھو، کعبہ شریف دیکھو، لیکن یہ شیطان بہکاتا ہے کہ ارے خالی دیکھ لینے سے کیا ہوتا ہے، لیکن آپ بلڈ پریشر میں ذرا نمک کھائیے کہ واہ میرے اللہ! آپ نے کیا نمک پیدا کیا ہے! پھر دیکھیے پریشر ہائی ہو گا یا نہیں اور ڈاکٹر دو طمانچے لگائے گا۔ ہر حسن انسان کو اسفل کی طرف لے جاتا ہے۔ عشقِ مجازی اُوپر سے شروع ہوتا ہے یعنی آنکھوں سے اور گالوں سے اور کالے بالوں سے، اس کے بعد پھر آہستہ آہستہ ناف کے نیچے گندے مقامات پر لے جاتا ہے۔ اسی لیے حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان بہت ہی دھوکے باز تاجر ہے کہ نمونہ اور سیمپل (Sample) دکھاتا ہے آنکھ اور گال کا اور مال دیتا ہے کتنے گندے مقام کا۔ دیکھو شیطان حُسن دکھا کر کس مقام پر انسان کو ذلیل کرتا ہے۔ اتنا ذلیل کرتا ہے کہ عاشق و معشوق دونوں ایک دوسرے کی نظر میں ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو جاتے ہیں کہ پھر کوئی تلافی بھی نہیں ہو سکتی۔ رحم آتا ہے ایسے ظالم پر جو اپنی اور دوسرے مومن کی آبرو کو ضایع کرتا ہے۔ یہ اللہ کا حلم ہے ورنہ ایسے خبیثوں کو بھوسہ بھروا کر دفن کر دیتا۔ اور نفس بھی ایسا احمق اور بدھو اور بے وقوف اور کمینہ ہے کہ بارہا تجربہ کر چکا کہ حسینوں سے کچھ نہیں ملتا سوائے بے چینی و اضطراب اور پریشانی کے، جیسے مچھلی چارے کی لالچ سے دریا سے نکل جاتی ہے لیکن ریت میں جا کر پریشان ہو جاتی ہے۔ اللہ کے دریائے قُرب سے مت نکلو چاہے شیطان کتنی ہی گناہ کی لذّت پیش کرے کیوں کہ اس کا انجام اضطراب اور بے چینی ہے۔ لہٰذا اگر راحت چاہتے ہو تو دونوں جہاں کی راحتیں تقویٰ میں، اللہ کی رضا میں اور ان کی یاد میں ہیں، کیوں کہ اللہ خالقِ دو جہاں ہے، وہ دونوں جہاں کی لذتوں کا خالق ہے۔ تو جو اللہ پر عاشق ہوتا ہے، محبت سے اللہ کا نام لیتا ہے تو دونوں جہاں کی لذتیں بصورتِ کیپسول اس کی رُوح میں اُتر جاتی ہیں۔ حوروں میں بھی وہ مزہ نہیں ہے جو اللہ

www.khanqah.org

کے نام میں ہے۔ کیوں کہ حور حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم واجب الوجود ہے اور قدیم غیر محدود ہوتا ہے تو غیر محدود اللہ کے نام کی لذّت کے مقابلے میں مخلوق اور حادث کی کیا حقیقت ہے؟ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ[۵۸] نکرہ تحت النفی واقع ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا کوئی مثل نہیں ہے، لہٰذا ان کے نام کی لذت کا بھی کوئی مثل نہیں۔ پس جو اللہ کا نام لیتا ہے وہ دونوں جہاں کی لذّتوں سے بڑھ کر مزہ پاتا ہے۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

یہ انتہائی بے وقوفی اور نادانی ہے جو غیر اللہ کی طرف انسان بڑھتا ہے۔ اس لیے اے اللہ! باوجود آپ کے نزدیک ہونے کے ہم آپ سے جو دور ہیں اس کی وجہ نفس کی سازشیں اور آویزشیں اور شہوات اور غصے کی بیماریاں ہیں جو ہمیں اللہ سے دور رکھتی ہیں۔ اس نزدیکی کے باوجود جو ہم اللہ سے دور ہیں اس کا سبب وہی ہے جو ہمارے اکابر نے فرمایا کہ اگر قلب میں نسبت مع اللہ کا چاند پورا روشن نہیں ہوا اور قلب کا تھوڑا سا کنارہ بھی بے نور ہے تو لطف ختم ہو جاتا ہے، اس لیے گناہ پر تھوڑی سی بھی جرأت مت کرو۔ جس طرح رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ[۵۹] میں تنوین تقلیل کے لیے ہے کہ اللہ کا تھوڑا سا راضی ہو جانا اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہے، اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ الْعَالَمِ ہے، سارے جہانوں سے ان کی رضامندی بڑی ہے، اسی طرح ان کی تھوڑی سی ناراضگی بھی عظیم الشان ہے، اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت، کوئی پریشانی نہیں۔ لہٰذا یہ نہ سوچو کہ یہ بات تو مکروہ ہے، یہ تو چھوٹا سا گناہ ہے، کیوں کہ اگر اللہ ذرّہ بھر ناراض ہو جائے تو سمجھ لو کہ ساری دنیا ہی اُجڑ گئی، کیوں کہ ان کا ذرّہ بھی بہت بڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے شخص سے بڑھ کے ظالم اور کون ہو گا جو محبت کا نام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض بھی کرتا ہے۔ یہ بتاؤ کہ محبت کے کیا حق ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ محبت کے دو حق ہیں: محبوب ہر وقت خوش

۵۸؎ الاخلاص:۴
۵۹؎ التوبۃ:۷۲

www.khanqah.org

رہے اور محبوب کسی وقت ناراض نہ ہو۔ اگر یہ حاصل ہو جائے تو محبت حاصل ہے ورنہ یہ محبت نہیں، یہ تو محبت کا مذاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی فکر نہ ہو اور غیر اللہ میں بندہ مشغول ہو جائے حالاں کہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا ہمارے دل کو چین سے رکھنے والا کوئی نہیں۔ اللہ کے سوا پورے عالم اور پوری کائنات میں دل کو چین سے رکھنا اور کوئی جانتا بھی نہیں اور چین سے رکھنے پر قادر بھی نہیں۔ نہ جانتے ہیں، نہ قادر ہیں کہ وہ ہمارے دل کو چین سے رکھ سکیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[۶۰]

اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ اس میں حصر ہے تَقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِيْرُ يُفِيْدُ الْحَصْرَ کے قاعدے سے۔ اصل عبارت یوں تھی اَلَا تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ بِذِكْرِ اللّٰهِ فعل پہلے ہوتا ہے پھر فاعل ہوتا ہے، متعلقات بعد میں ہوتے ہیں، لیکن جب متعلقات کو مقدم کر دیا جائے تو معنیٰ حصر کے پیدا ہو جاتے ہیں جس کا ترجمہ ہوا کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ اور اللہ جزائے خیر دے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو، وہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ كَمَا اَنَّ السَّمَكَةَ تَطْمَئِنُّ فِي الْمَاءِ لَا بِالْمَاءِ[۶۱] مچھلی پانی کے ساتھ نہیں چین پاتی، پانی میں جب غرق ہو جائے کہ اُوپر بھی پانی ہو نیچے بھی پانی ہو، دائیں بھی پانی ہو بائیں بھی پانی تب چین پاتی ہے۔ اور اگر بالماء ہے کہ مثال کے طور پر پورا جسم مچھلی کا پانی میں ہو، لیکن صرف سر کھلا ہوا ہو تو بتاؤ مچھلی چین پائے گی؟ بس سمجھ لو کہ اگر آنکھیں گناہ گار ہیں، کسی نامحرم یا اَمرد کو دیکھ رہی ہیں، اگر کان کسی حسین کی بات سن رہے ہیں، زبان سے اس سے باتیں چبا چبا کر کر رہے ہو، تو ساری زندگی عذاب میں مبتلا رہنے کا جس کا ارادہ ہو وہی یہ سب کام کرے گا۔ ایسے لوگ ساری زندگی عذاب میں رہتے ہیں اور حق تعالیٰ کے قُرب کے دریا سے محروم رہتے

---

[۶۰] الرعد:۲۸

[۶۱] التفسیر المظہری:۱۰/۲۶۱، الفجر (۲۶)، المکتبۃ الرشیدیۃ

www.khanqah.org

ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ باوجود اتنی نزدیکی کے کہ آپ ہماری جان سے بھی زیادہ قریب ہیں پھر بھی ہم اپنے نفس کی غلامی اور نفس کی شہوتوں کی اتباع سے آپ سے دور ہیں۔

در چنیں تاریکئے بفرست نور

اپنے نفس کی غلامی اور نفس کے غلبے سے ہم تاریکی میں ہیں۔ اے اللہ! آپ کے آفتابِ نور اور ہمارے قلب کے درمیان ہمارے نفس کا گولا آگیا ہے، جس سے ہمارا قلب آپ کے نور سے محروم ہو کر بالکل تاریک ہو گیا ہے۔ جس پر نفس غالب آجاتا ہے وہ گناہ پر جری ہو جاتا ہے، ایسے شخص کے قلب کی دنیا میں اس وقت ایک ذرّہ نور نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہوں اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے اور اپنے دوستوں اور رفیقوں کے لیے کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو ایک سانس بھی اپنی ناراضگی اور نافرمانی میں نہ جینے دے، کیوں کہ حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن کی سب سے بُری گھڑی وہ ہے کہ جس گھڑی وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، مومن کی وہ سانس نہایت ہی منحوس اور لعنتی ہے جس سانس میں وہ اللہ تعالیٰ کا غضب خریدتا ہے اور وہ سانس نہایت مبارک ہے جس سانس میں وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے۔

پس اے اللہ! ہم اپنے گناہوں سے، اپنی نالائقیوں سے اور اپنی بد اعمالیوں سے انتہائی شدید تاریکی میں ہیں اور آپ سے دور ہیں، لہٰذا آپ ہمارے دل کی تاریک دنیا میں اپنی رحمت سے نور بھیج دیجیے، گناہوں کے اندھیروں میں تقویٰ کا نور بھیج دیجیے (فرستادن معنیٰ بھیجنا، بفرست اس کا امر ہے) یعنی ہمارے اندھیروں میں اپنی رحمت سے آپ اپنی توفیق کا نور بھیج دیجیے، تاکہ ندامت کی برکت سے گناہوں کے اندھیروں سے ہم نجات پا جائیں۔

اور توفیق کی کیا تعریف ہے:

۱) تَوْجِیْہُ الْاَسْبَابِ نَحو الْمَطْلُوْبِ الْخَیْرِ اللہ تعالیٰ اسبابِ خیر پیدا کر دیں۔ توجیہ وجہ سے ہے، اور وجہ کا معنیٰ ہے چہرہ، باب تفعیل میں جا کر توجیہ ہو گیا جس کے معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ چہرے کے سامنے کوئی چیز آجانا، لہٰذا توفیق

www.khanqah.org

کے معنیٰ ہوئے کہ بھلائیوں کے اسباب سامنے آجائیں۔

۲) تَسۡهِيۡلُ طَرِيۡقِ الۡخَيۡرِ۔ خیر کے راستے آسان ہوجائیں اور تَسۡدِيۡدُ طَرِيۡقِ الشَّرِّ شر کے راستے مسدود ہوجائیں۔

۳) خَلۡقُ الۡقُدۡرَةِ عَلَى الطَّاعَةِ۔[۶۲] عبادت واطاعت کی طاقت اللہ پیدا کردے۔ یہ نہیں کہ گناہوں کے اسباب دیکھ کر بھوسہ اور مٹی کے ڈھیلے کی طرح ہوجائے کہ صاحب! ہم تو پاگل ہوجاتے ہیں گناہوں کے اسباب کو دیکھ کر۔ اس میں اتنی دفاعی قوت موجود ہو کہ وہ گناہ سے بچ جائے۔

نفس کے بندے

چین اِک پل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے

دفن کرکے جنازہ عزّت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

۶۲ شرح مقامات للشیخ اعزاز علی:۴۲، مطبوعۃ دیوبند

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

یکم شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۷ر فروری ۱۹۹۱ء

بروز اتوار، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، ۲ کراچی

ایں دعا ہم بخشش و تعلیمِ تست
ورنہ در گلخن گلستاں از چہ رست

ارشاد فرمایا کہ رستن روئیدن کے معنیٰ ہیں اُگنا، اور گلخن کہتے ہیں بھٹی کو، آتش کدہ کو جس میں آگ جلتی ہے روٹی اور کھانا وغیرہ پکانے کے لیے یا لوہا اور سونا وغیرہ پگھلانے کے لیے۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ ہم جو یہ دُعا کر رہے ہیں اے خدا! یہ توفیق بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور آپ ہی کی بخشش اور انعام ہے اور آپ ہی کی تعلیم ہے۔ اگر آپ کا کرم شاملِ حال نہ ہو تو دُعا کی توفیق بھی نہ ہو، چناں چہ بعضے لوگ جب گناہ کے لیے چلے تو دُعا نہیں مانگی کہ اللہ! ہمیں بچانا، کیوں کہ وہ نیت کر کے چلے تھے کہ منہ کالا کرنا ہے، ایسا شخص پھر کہاں دُعا کرتا ہے۔

پس اے خدا! اگر آپ کا کرم نہ ہوتا اور آپ توفیقِ دُعا نہ دیتے تو ہم تو شہوت کی آگ میں جل جاتے۔ آگ میں پھول کیسے اُگ سکتا ہے؟ یا اللہ! جہاں آگ جل رہی ہو اس میں گلستان کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ اگر آپ کا کرم شاملِ حال نہ ہوتا تو آتش کدۂ شہوت میں آپ کی محبت کے پھل اور پھول اور آپ کی یاد کا گلستاں کہاں سے پیدا ہوتا؟ یعنی خواہشاتِ نفسانیہ کے شدید تقاضوں کے باوجود تقویٰ پر عمل کے لیے دُعا کی یہ توفیق آپ ہی کی تعلیم اور آپ ہی کی بخشش اور کرم کا ثمرہ ہے، ورنہ شہوت کی آگ میں آپ کی محبت اور دُعا کے قُرب کا گلستاں پیدا ہونا محال تھا، لیکن اجتماعِ ضدّین ہمارے لیے

www.khanqah.org

محال ہے آپ کی قدرتِ قاہرہ کے لیے محال نہیں۔ لہٰذا یہ آپ ہی کا کرم، آپ ہی کی بخشش اور آپ ہی کی تعلیم کا اثر ہے کہ نفس کے شدید تقاضوں کی آگ میں سلامتیٔ تقویٰ کے لیے توفیقِ دُعا نصیب فرما کر آپ نے آگ میں اپنی محبت کا گلستاں کھلا کر اجتماعِ ضدّین کو اپنی قدرتِ قاہرہ سے ممکن کر دیا۔ پس یہ دُعا آپ کی عطا ہے، آپ ہی نئے نئے مضمون دل میں ڈال رہے ہیں۔ بعض جاہلوں کے دل میں اللہ تعالیٰ ایسا مضمون ڈالتے ہیں کہ علماء حیران رہ جاتے ہیں۔ ایک اَن پڑھ بزرگ اللہ سے کہہ رہا تھا کہ یا اللہ! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنا ہی بڑا ہم پر رحم کر دیجیے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ آپ سوچیے! کسی کریم کے پاس آدمی جائے اور کہے کہ صاحب! میں نے آپ کا بڑا نام سنا ہے، جتنا بڑا ہم نے آپ کا نام سنا ہے بس اتنا بڑا ہم پر کرم فرما دیجیے، تو بتاؤ اس کریم کے کرم میں کتنا جوش ہو گا!

تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دُعا آپ کی بخشش اور آپ کی تعلیم ہے ورنہ آگ کی بھٹی میں کہیں گلستاں اُگتا ہے؟ یہ آپ کا نام لینے کی توفیق ہے کہ دُعا کی برکت سے شہوت کی آگ میں آپ تقویٰ اور محبت کے پھول کھلاتے ہیں۔ حضرت اصغر گونڈوی فرماتے ہیں ؎

میں نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

زندگی کی فانی بہار کو قربان کر کے ہم نے اللہ کی محبت حاصل کی ہے، یعنی حرام خواہشات کے رنگین پھولوں کو فدا کر کے اللہ کے قُرب کی غیر فانی بہار حاصل ہوئی ہے اور تم زندگی کی فانی بہار کو بھی چاہتے ہو اور دردِ دل بھی چاہتے ہو، دونوں ناممکن ہیں۔ اللہ کے لیے جس نے کائنات کے چمن کو لٹا دیا پھر اس نے پایا سب سے زیادہ مزہ ؎

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آ گئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

یہ دنیا اپنی بہاروں اور اس کی رنگینیوں پر ناز کر رہی تھی، لیکن تقویٰ کی برکت سے جب

www.khanqah.org

دل میں اللہ تعالیٰ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہوا تو دنیا کی فانی بہاریں نگاہوں سے گر گئیں۔ جس کو یہ دولتِ قُرب نصیب ہوگئی پھر وہ دنیا کے حسینوں پر فدا کرکے اپنی زندگی کو تباہ نہیں کرتا۔ ساری دنیا کے حسین اس کو مجموعۂ بول وبراز نظر آتے ہیں۔ ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی طبیعت کو ایسا لطیف کر دیتے ہیں کہ حسینوں پر اچانک نظر پڑتے ہی اس کو ان کے جسم کے گراؤنڈ فلور کی گٹر لائنیں نظر آجاتی ہیں۔ ساری دنیا مُردہ ہے، موت تو بعد میں آئے گی، ارے جیتے جی ان کی شکلیں ایسی بگڑ جاتی ہیں کہ حُسن کا سارا جغرافیہ ختم ہو جاتا ہے۔ ذکر کی لطافت سے اللہ والوں کی طبیعت اتنی لطیف ہو جاتی ہے کہ حسینوں کے عینِ عالمِ شباب میں ان کے بڑھاپے کا انجام نظر آجاتا ہے۔ الٰہ آباد کے ایک بزرگ تھے جن کا حال ہی میں انتقال ہوا، کسی زمانے میں بڑے پہلوان تھے، انہوں نے اتنا ذکر کیا تھا کہ جانور جب ان کے سامنے سے گزرتے تھے تو ان کی نظر آرپار ہو جاتی تھی، جانوروں کا دل گردہ آنتیں وغیرہ سب ان کو نظر آجاتی تھیں۔ تو یہ ذکر اللہ کا اثر تھا جو کمالات میں سے تو نہیں ہے، مگر حالات میں سے ہے۔

درمیانِ خوں وروده فہم و عقل
جز ز اکرامِ تو نتواں کرد نقل

ارشاد فرمایا کہ جس طرح بدبودار کھاد سے اللہ تعالیٰ نے خوشبودار پھول پیدا فرمائے، اسی طرح خواہشاتِ نفس کی گندی کھاد سے تقویٰ اور محبت کے پھول پیدا فرمادیے کہ مادّۂ فجور کو دبانے سے، خواہشاتِ نفس کو جلانے سے یعنی تقاضائے معصیت پر عمل نہ کرنے سے ہی تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور پیشاب اور خون کے درمیان سے خالص اور پاک دودھ پیدا فرمادیا۔ مولانا رُومی حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ کا بیان فرماتے ہیں کہ اسی طرح اے خدا! آپ کی قدرت کا کمال ہے کہ خون کے اجزاء کے درمیان آپ نے عقل وفہم کو پیدا فرمادیا اور وہ عقل وفہم نظر بھی نہیں آتے۔ ہم سائنس دانوں سے کہتے ہیں کہ دماغ کا ایکسرے یا آپریشن کرکے دکھائیں کہ عقل وفہم کہاں ہے یا حافظِ قرآن کا قرآنِ پاک ہی تلاش کرلیں کہ دکھلاؤ کہاں ہے وہ قرآنِ پاک جو وہ محراب میں سناتا ہے؟ جسم

www.khanqah.org

کے اندر روٹی سے خون بنا، کانوں میں جا کر وہی خون قوتِ سامعہ بنتا ہے، مجال نہیں کہ وہ دیکھنے لگے، آنکھوں میں جا کر وہی خون قوتِ باصرہ بنتا ہے، مجال نہیں کہ وہ سامعہ بن جائے، زبان میں جا کر وہی خون قوتِ ذائقہ بنتا ہے، مجال نہیں کہ وہ سونگھنے لگے، ناک میں وہی خون قوتِ شامہ بنا، مجال نہیں کہ وہ چکھنے لگے۔ وہی خون دماغ میں جا کر عقل و فہم بن گیا۔ جس مقام پر وہ خون جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ قاہرہ سے اسی مقام کی طاقت اس کو بنا دیتے ہیں۔ جس طرح ایک ہی غذا ہے، ایک ہرن میں وہ مینگنی بن جاتی ہے اور اسی غذا کو دوسرا ہرن کھاتا ہے تو وہی غذا مشک بن جاتی ہے۔ یہ اللہ کے فیصلے ہیں۔ وہی کھانا کھا کر ایک ولی اللہ اشکبار آنکھوں سے سجدے میں خدا کو یاد کر رہا ہے اور وہی روٹی کھا کر ایک شخص بدمعاشی کر رہا ہے، زنا کر رہا ہے، بدنظری کر رہا ہے، ذرا سوچو کہ روٹی وہی ہے لیکن ایک شخص کی روٹی اسے عرشِ اعظم تک لے جاتی ہے اور دوسرے کی روٹی اس کو اَسۡفَلُ السّٰفِلِیۡنَ میں پہنچاتی ہے۔ ایک روٹی اس کو مقامِ عزّت پر لے جاتی ہے اور وہی روٹی کھا کر دوسرا ذلّت اُٹھاتا ہے۔ ایک شخص روٹی کھا کر نیک اعمال کی توفیق سے ولایتِ خاصّہ سے مشرف ہوتا ہے کہ ساری دنیا اس کے قدموں کو چومے اور دوسرا وہی روٹی کھا کر مادّۂ شہوت میں مبتلا ہو کر بازار میں جوتے کھا رہا ہے اور ہر شخص کہہ رہا ہے کہ مارو خبیث کو میری طرف سے بھی دو جوتے۔ میر صاحب کا چشم دید واقعہ ہے کہ گناہ میں مبتلا ایک شخص کو پولیس پکڑ کے لے جا رہی تھی، ہر دوکاندار کہہ رہا تھا کہ مارو خبیث کو میری طرف سے بھی دو جوتے۔ تو دیکھیے روٹی وہی ہے، ایک روٹی کی طاقت سے اس پر جوتوں کی بارش ہو رہی ہے اور وہی روٹی کھا کر اہل اللہ پر اللہ کی رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ ایک نے روٹی سے پیدا شدہ طاقت کو صحیح استعمال کیا اس پر رحمتوں کی بارش ہے اور ایک نے غلط استعمال کیا اس پر جوتوں کی بارش ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اے خدا! آپ کے کرم اور آپ کی مہربانی کے سوا خون کے درمیان عقل و فہم کی دولت کو کون پیدا کر سکتا ہے، کیوں کہ خون تو ناپاک ہے اور ناپاک چیز سے بُری اور مذموم شے مثلاً بے عقلی و بد فہمی کا پیدا ہونا تو قرینِ قیاس تھا، لیکن

www.khanqah.org

اس سے عقلِ سلیم وخوش فہمی کا پیدا کرنا یہ عطا صرف آپ کا فضل ہے۔ پس کائنات میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو خون کے اندر عقل وفہم، محبت وتقویٰ، خوف وخشیت اور اعمالِ صالحہ کی توفیقات پیدا کردے سوائے آپ کے اے پروردگار!

عہدِ ما بشکست صد بار وہزار

عہدِ توچوں کوہ ثابت برقرار

اے خدا! ہمارا عہدِ توبہ ہزاروں لاکھوں بار ٹوٹ گیا، ہزاروں بار ہم نے عہد کیا کہ اب ہم کبھی بد نظری نہیں کریں گے، کبھی کسی نامحرم لڑکی یا اَمرد کو نہیں دیکھیں گے، کبھی گناہ نہیں کریں گے، لیکن جب بازار گئے جہاں آج کل بے پردہ لڑکیاں پھرتی ہیں تو سارے بریک فیل ہوگئے اور یہ بھی نہ سوچا کہ ابھی تو اللہ تعالیٰ سے گناہ سے بچنے کا عہد کیا تھا اور ابھی توڑ دیا۔ اور کس سے توڑا اور کس سے جوڑا؟ اللہ سے توڑا اور شیطان سے جوڑا۔ ہمارا عہد تو ایسا بودا اور ضعیف ہے، لیکن یہ ہم نالائقوں کا حال ہے، اہل اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ میں نے اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ راستے میں کبھی دائیں بائیں بھی نہیں دیکھتے تھے، سامنے زمین پر نظر کیے ہوئے تلاوت کرتے ہوئے جارہے ہیں۔ حضرت جانتے ہی نہیں تھے کہ دنیا کہاں ہے۔ حضرت نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ حضرت! جب میں دنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں، مجھے دنیا کی زمین دنیا کی نہیں معلوم ہوتی بلکہ آخرت کی معلوم ہوتی ہے۔ حکیم الاُمت نے حضرت کا خط پڑھ کر فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا صدیق ہے، اولیائے صدّیقین کو ایسی نسبت دی جاتی ہے کہ یہ دنیا ان کے لیے حجاب نہیں رہتی۔

مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

یہ میرا شعر ہے، آسمانوں کے حجابات اللہ اپنی رحمت سے اُٹھا دیتا ہے۔

تو مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے عہد کی شکستگی کا یہ حال ہے کہ

www.khanqah.org

ہم سینکڑوں ہزاروں مرتبہ وعدہ کرتے ہیں کہ گناہ نہیں کریں گے اور ہزاروں دفعہ شکستِ توبہ کرتے ہیں اور اے اللہ! آپ کا عہد مثل پہاڑ کے ثابت و برقرار ہے۔ یہ تو محض سمجھانے کے لیے مولانا فرماتے ہیں کہ آپ کا عہد بھی مثل پہاڑ کے ہے، ورنہ کہاں پہاڑ اور کہاں اللہ! پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہیں پہاڑوں کو ہلا دیں اور قیامت کے دن رُوئی کے گالوں کی طرح اُڑا دیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے ہمیشہ سے قائم ہیں اور قیامت تک اسی طرح قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ[۶۳]۔

آپ آپ ہیں آپ سب کچھ ہیں
اور اور ہے اور کچھ بھی نہیں

عہدِ ما کاہ و بہر بادے زبوں
عہد تو کوہ و زصد کہہ ہم فزوں

کاہ معنیٰ گھاس، تنکا۔ ہمارے عہد اور ہمارے وعدے گھاس اور تنکوں کی طرح ذلیل وخوار ہیں کہ جدھر کی ہوا ہوئی اُدھر کو اُڑ گئے۔ خواہشاتِ نفس کی آندھیوں کے سامنے اے اللہ! ہمارے تمام عہد و قرار مثل گھاس اور تنکوں کے اُڑ جاتے ہیں اور ہواؤں کے غلام بن جاتے ہیں۔ ابھی سجدے میں رو رہے ہیں اور آپ سے وفاداری کے عہد و پیمان کر رہے ہیں اور ذرا سی دیر میں خواہشِ نفس کی رو میں بہہ کر گناہ کرنے لگتے ہیں۔ اگر آپ کی حفاظت نہ ہو تو ہم گھڑی میں اولیاء اور گھڑی میں بھوت ہو جاتے ہیں۔ پس ہمارے وعدوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔ ہمارے وعدے اور ہمارے عہد تو نہایت ضعیف اور بودے اور ذلیل وخوار ہیں اور آپ کا عہد سینکڑوں پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے، کیوں کہ پہاڑوں کی آپ کے سامنے کیا حقیقت ہے، آپ تو ان کے خالق ہیں۔

---

۶۳ الشوریٰ:۱۱

www.khanqah.org

حقِ آں قدرت کہ بر تلوینِ ما
رحمتے کن اے تو میر لونہا

اے اللہ! ہم آپ کو آپ کی اس قدرت کا واسطہ دیتے ہیں جو ہماری تلوین پر آپ کو حاصل ہے کہ آپ اپنی وہ رحمت نازل فرمادیجیے کہ ہماری تلوین تمکین سے تبدیل ہو جائے، یعنی ہم جو رنگ بدلتے ہیں کہ ذرا سی دیر میں ولی اور ذرا سی دیر میں شیطان، تو یہ ہماری تلوین اور رنگ بدلنا، یعنی استقامت پر نہ رہنا اس پر آپ کو قدرت حاصل ہے کہ آپ ہماری بے استقامتی کو نعمتِ استقامت سے تبدیل فرمادیں، کیوں کہ آپ ہماری تلوین پر پوری طرح قادر ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم تلوین سے نجات پاجائیں اور ہمارا مقامِ تلوین تمکین واستقامت سے مشرّف ہو جائے۔ اے اللہ! آپ تو خالقُ الالوَان ہیں، دنیا میں جتنے الوان اور رنگ ہیں سب کے خالق آپ ہیں اور آپ کو ان پر پوری پوری قدرت حاصل ہے، پس میں آپ کی اس قدرت کا صدقہ مانگتا ہوں کہ میری تلوین وعدم استقامت کو تمکین واستقامت سے تبدیل فرمادیجیے، یہ رحمتِ خاص مجھ پر نازل فرمادیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِکَ [۶۴]

اے اللہ! مجھ پر وہ خاص رحمت نازل فرما جس سے گناہ ترک ہو جائیں اور اپنی نافرمانی سے مجھے بدبخت نہ ہونے دیجیے۔

خویش را دیدیم ورُسوائی خویش
امتحانِ ما مکن اے شاہِ بیش

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے خدا! بارہا ہم نے اپنے دست وبازو کو آزمالیا اور بارہا اپنے دست وبازو کی شکست اور نفس سے اپنی مغلوبیت کی ذلّتیں اور رُسوائیاں بھی دیکھ لیں کہ ہزاروں بار ہم عہد شکنی اور توبہ شکنی کے مرتکب ہوئے، لہٰذا اے اللہ! اگر آپ کا

[۶۴] جامع الترمذی: ۲/۱۹۷ (۳۵۰۲)، باب فی دعاء الحفظ، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

فضل نہ ہو تو اپنے ارادوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارے ارادوں کی تکمیل بھی آپ کے فضل کی محتاج ہے، کیوں کہ ہمارے ارادے ناقص ہیں اور تقویٰ کی جو استطاعت آپ نے ہمیں عطا فرمائی ہے اس کے استعمال میں ہم ہمّت چوری کے مجرم ہیں پس اگر آپ کا فضل نہ ہو تو ذرا سی دیر میں سب پڑھا لکھا اور اللہ والوں کی صحبتیں اور ان کی نصیحتیں انسان فراموش کر دیتا ہے اور جو سالک تہجد پڑھ رہا ہے، رمضان مبارک میں روزے رکھ رہا ہے، یہی کبائر و فواحش میں مبتلا ہو کر رُسوا ہو جاتا ہے۔ پس اے مالک! اب آپ ہمارا مزید امتحان نہ لیجیے، کیوں کہ آپ کے امتحان میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

تا فضیحت ہائے دیگر را نہاں

کردہ باشی اے کریم مستعاں

ارشاد فرمایا کہ مستعان اسمِ ظرف ہے، باب ثلاثی مزید فیہ کا مفعول ہی ظرف ہوتا ہے، یعنی مرکزِ اعانت، جس سے اعانت طلب کی جاتی ہے۔

مولانا رُومی دُعا مانگ رہے ہیں کہ ہماری بہت سی فضیحتیں اور رُسوائیاں جو ابھی پوشیدہ ہیں اور مستقبل میں ان کا ظہور ہونے والا ہے ان کو اے خدا! ظاہر نہ فرمایئے اور اپنے پردۂ ستّاریت میں ان کو چھپا رہنے دیجیے ورنہ ہم رُسوا ہو جائیں گے اور یہ سوال میں آپ سے کیوں کر رہا ہوں؟ کیوں کہ آپ کریم بھی ہیں اور مستعان بھی ہیں، یعنی آپ ہی کی وہ ذات ہے جو نالائقوں پر بدون استحقاق فضل فرماتی ہے اور ہماری اُمیدوں سے زیادہ عطا فرماتی ہے اور آپ ہی کی ذات ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے۔ لہٰذا میں آپ ہی سے مدد مانگ رہا ہوں کہ میری دوسری رُسوائیاں جن کو آپ نے پوشیدہ رکھا ہوا ہے ان کو آپ ظاہر نہ فرمایئے۔ اپنے پردۂ ستّاریت میں ہمیشہ کے لیے چھپا لیجیے اور اس نالائق پر فضل فرما دیجیے جو آپ کے فضل کا مستحق نہیں۔ اور میری اُمیدوں سے زیادہ عطا فرما دیجیے۔

بے حدی تو در جلال و در کمال

در کژی ما بے حدیم و در ضلال

www.khanqah.org

اے خدا! آپ جلال اور کمال میں غیر متناہی ہیں اور ہم کجی، بُرائی اور گمراہی میں گویا غیر متناہی ہیں، یعنی بُرائیوں میں کمال کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں، جس طرح آپ اپنی جلالتِ شان اور عظمتوں میں بے انتہا بالاتر اور غیر متناہی مقام رکھتے ہیں، ایسے ہی ہم نالائقی میں کمال اور انتہا کی حدوں کو پار کر گئے ہیں۔ یعنی ہم انتہائی نالائق، ٹیڑھے، کج رو اور بے حد گمراہی میں مبتلا ہیں۔ بندوں کی بدی اور گمراہی کو بے حد و غیر متناہی تعبیر کرنے سے مولانا کی مراد مبالغہ فی الرذائل ہے، یعنی ہم لوگ بُرائی اور کجی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

بے حدی خویش بگمار اے کریم
بر کژی بے حدِ مشتے لئیم

ارشاد فرمایا کہ گماشتن کے معنٰی ہیں مقرر کرنا اور بگمار اس کا امر ہے یعنی مقرر کر دیجیے۔

مولانا رُومی بارگاہِ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ جب ہم بُرائی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں، لہٰذا اے کریم! اپنے جلال و کمال اور فضل و رحمت سے اپنے کرم کی غیر متناہی صفت کو ہماری اس کمینہ مشت خاک کی بے انتہا نالائقی و گمراہی و ضلالت اور ٹیڑھے پن پر مقرر فرما دیجیے یعنی متوجہ فرما دیجیے۔ یعنی جتنے ہم نالائق ہیں اتنا ہی اپنا کرم بقدر ہماری نالائقی کے ہم پر مبذول فرما دیجیے، اس کمینہ مشت خاک کے انتہائی کمینہ پن پر اپنے بے انتہا کرم کی بارش فرما دیجیے۔

۞۞۞۞

دیدۂ اشک باریدہ

لذتِ قربِ خدا امت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدۂ اشک باریدہ نہیں

اختر

درسِ مناجاتِ رُومی

۲؍ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۸؍ فروری ۱۹۹۱ء

بروز دوشنبہ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

ہیں کہ از تقطیع ما یک تار ماند
مصر بودیم و یکے دیوار ماند

ارشاد فرمایا کہ ہیں کا معنیٰ ہے خبر دار اور تقطیع باب تفعیل قطعٌ سے ہے معنیٰ پارہ پارہ کرنا۔ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری جلد خبر گیری فرمایئے کہ ہم نے شیطان کے کہنے میں آکر اپنے لباسِ دین، لباسِ تقویٰ اور وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ [۷۵] کے لباسِ شرف کو گناہوں کی قینچی سے ایسا پارہ پارہ کیا ہے کہ بس اب ایک تار باقی رہ گیا ہے۔ اور ہم دین کے ایک شہر تھے، شرف و تکریم کے بلدِ عظیم تھے، لیکن اپنے گناہوں کی تباہ کاریوں سے اب صرف ایک دیوار رہ گئے ہیں، شیطان نے ہمارے گناہوں سے دین و تقویٰ کا سارا شہر تباہ کر دیا، اب ایک دیوار رہ گئی ہے۔ جیسے جب زلزلہ آتا ہے تو ایک جھٹکے میں ایک محلّہ گر گیا، دوسرے جھٹکے میں دوسرا محلّہ گر گیا، پھر تیسرا گر گیا، اس طرح شہر کا شہر تباہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اے اللہ! کبھی بد نظری کر کے ہم نے اپنے دین کے شہر کا ایک محلّہ گرا دیا، کبھی حسینوں سے باتیں بنا کے دوسرا محلّہ گرا دیا، کبھی ان کو دل میں بسا کے تیسرا محلّہ گرا دیا، یہاں تک کہ ہمارے دین اور تقویٰ کا شہر گناہوں کے زلزلوں اور بموں کی تباہ کاریوں سے کھنڈر بن گیا ہے۔ اے اللہ! ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو اس طرح تباہ کیا ہے کہ ہمارے شہر دین میں بس ایک دیوار باقی ہے اور ہمارے لباسِ دین میں صرف ایک تار باقی ہے۔

---

۷۵ بنی اسرآءیل: ۷۰

www.khanqah.org

البقیہ البقیہ اے خدیو
تا نہ گردد شادِ کلّی جانِ دیو

ارشاد فرمایا کہ جب پورا شہر تباہ ہو جائے اور صرف ایک دیوار رہ جائے تو کیا حسرت ہوتی ہے۔ مولانا رُومی کتنے پیارے آدمی ہیں! کس ندامت و فنائیت و درد سے دُعا مانگ رہے ہیں کہ اے خدا! اب تو بچا لیجیے، اب تو بچا لیجیے، ہمارے دین کے تباہ شدہ شہر کی جو ایک دیوار باقی رہ گئی ہے، اس کو تو نہ گرنے دیجیے ورنہ تو ہم بالکل ہی تباہ ہو جائیں گے۔ ہماری نالائقیوں کے باوجود محض اپنے کرم سے اس دیوار کے سہارے کچھ تو اب شہر محبت میں ہمیں زندہ رہنے دیجیے، ورنہ اگر یہ سہارا بھی گر گیا تو ہمارا کہیں ٹھکانہ نہ ہو گا۔ یعنی جو تھوڑا سا دین رہ گیا ہے یہ ظالم شیطان چاہتا ہے کہ اس کو بھی گناہ کرا کے ہم سے چھین لے، لہٰذا ہمارے لباسِ دین کا جو ایک تار بچا ہے اور شہر دین کی جو ایک دیوار بچی ہے اس کو بچا لیجیے، ورنہ شیطان پورے طور سے خوش ہو جائے گا، لہٰذا اے اللہ! اپنے دشمن کو خوش نہ ہونے دیجیے اور ہماری نالائقیوں کی وجہ سے ہمیں اس کے حوالے نہ کیجیے۔ آہ! جس طرح ایک بدوی نے روضۂ مبارک پر دُعا مانگی تھی۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ دیہاتیوں کے دل میں ایسا مضمون عطا فرماتے ہیں کہ علماء عش عش کرتے ہیں۔ ایک دیہاتی روضۂ مبارک پر حاضر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! اگر تو نے مجھے معاف کر دیا اور میرے گناہوں کو بخش دیا تو تیرا محبوب جو یہاں آرام فرما ہے خوش ہو جائے گا اور تیرا دشمن غمگین ہو جائے گا، اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو تیرا دشمن خوش ہو جائے گا اور تیرا محبوب غمگین ہو جائے گا، لہٰذا اب تو خود فیصلہ کر لے کہ تجھے اپنے محبوب کو خوش کرنا پسند ہے یا اپنے دشمن کو خوش کرنا پسند ہے۔ آہ! کیا مضمونِ دُعا ہے۔ لہٰذا اے اللہ! ہمیں مکمل تباہی سے بچا لیجیے اور ہمارے دین و تقویٰ کی بقیہ دیوار کو نہ گرنے دیجیے، اس کو سنوار دیجیے اور آفت زدہ علاقے کی جب ایک دیوار کو شاہ سنوارتا ہے تو پورا شہر پھر سے آباد کر دیتا ہے۔ اے اللہ! آپ تو شاہوں کے شاہ ہیں، سلطان السلاطین ہیں، ہمارا شہر دین آباد کرنا آپ کے لیے کیا مشکل ہے۔ پس

www.khanqah.org

ہمیں اپنی حفاظت میں لے لیجیے اور اپنے دشمن کو خوش نہ ہونے دیجیے۔

بہرِ ما نے بہر آں لطفِ نخُست

کہ تو کردی گمرہاں را باز جُست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ ہماری کسی لیاقت و قابلیت وصلاحیت کی وجہ سے ہم پر مہربانی وفضل نہیں فرماتے، کیوں کہ ہمارے اعمال تو ایسے نالائق ہیں کہ جن کی وجہ سے ہم طرد وبُعد اور دوری کے مستحق ہیں کہ آپ ہمیں اپنی بارگاہ سے ٹھکرادیں۔ جس طرح ہم اپنے نافرمان ملازم کو نکال دیتے ہیں، تو ہم آپ کی نافرمانی کی وجہ سے اس قابل تھے کہ آپ کی بارگاہِ قُرب سے نکال دیے جاتے لہٰذا آپ کی مہربانی ولُطف ہماری وجہ سے نہیں ہے، بلکہ آپ کے لُطف کا سبب آپ کا لطفِ سابق، لطفِ مخفی اور احسان قدیم ہے جس نے بے شمار گمراہوں کو دوبارہ ڈھونڈ لیا اور اپنا بنالیا۔ اگر آپ کا یہ فضل وکرم نہ ہوتا تو بھلا عازمِ قتلِ نبی اور قاتلِ عمِ نبی کو ہدایت ہوسکتی تھی؟ اگر ہمارا کوئی اکلوتا بیٹا ہو اور اتنا پیارا ہو کہ کائنات میں اس سے زیادہ ہمیں کوئی پیارا نہ ہو اور ہمیں پتا چل جائے کہ کوئی اس کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے، تو زندگی بھر ہم اس کی صورت دیکھنا پسند نہ کریں بلکہ اگر بس چلے تو اس کو نیست ونابود کردیں، لیکن اے اللہ! آپ کے فضل ورحمت بے پایاں اور حلم وکرم کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کائنات میں کوئی آپ کا پیارا نہیں جو وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں اور آپ نے فرمایا **لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ**۔[۶۶] اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو زمین وآسمان کو بھی پیدا نہ کرتا، تو ایسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کرنے والے کو اے اللہ! آپ کے کرم نے ہدایت دے دی اور نہ صرف یہ کہ ان کو معاف کردیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا جاں نثار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا پیارا بنادیا کہ وہ خلیفۂ دوم ہیں۔ اسی

---

۶۶ کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۱/۵۹، (۹۱)، مکتبۃ العلم الحدیث

www.khanqah.org

طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو اے اللہ! آپ نے اپنا بنالیا۔ آپ کی رحمتِ غیر محدود کو وہم و قیاس میں نہیں لایا جاسکتا۔

اے بلند از وہم و قال و قیلِ من
خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

اے اللہ! آپ ہمارے قیل و قال اور وہم وخیال سے بالاتر ہیں، آپ کی ذات وصفات کی عظمتوں کی کوئی تمثیل نہیں پیش کی جاسکتی، کیوں کہ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ[۲۷] کوئی شئے آپ کے مثل نہیں۔ تو مولانا رُومی فرماتے ہیں: اے اللہ! آپ کی رحمت نے کتنے گمراہوں کو گمراہی کے بیابانوں سے دوبارہ ڈھونڈ لیا اور اپنا ولی بنالیا۔ کتنے ڈاکو آپ کی رحمت سے ولی اللہ ہوگئے۔ حضرت فضیل ابن عیاض کتنے بڑے ڈاکو تھے کہ جن سے مائیں اپنے بچوں کو ڈراتی تھیں کہ چپ ہوجا فضیل آرہا ہے اور آج وہ سید الطائفہ ہیں، شجرۂ چشتیہ میں ان کا نام آتا ہے۔ اے اللہ! آپ جو لُطف و کرم اپنے بندوں پر فرماتے ہیں، خصوصاً وہ بندے جو بے راہ ہوگئے تو اس کا سبب محض آپ کا لطف و کرم ہے، جیسے کوئی نالائق بیٹا باپ سے بھاگ جائے تو باپ کا کرم پھر اس کو تلاش کرکے اپنے گلے سے لگالیتا ہے، ایسے ہی وہ بندے جو نفس و شیطان سے مغلوب ہوکر آپ سے دور بھاگ گئے، آپ کا کرم ان کو تلاش کرکے اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔

باز آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

آپ سے بھاگا ہوا بندہ اپنی آبرو کو گناہوں سے برباد کرکے آپ کے جذبِ کرم کے صدقے میں پھر آپ کے پاس آگیا، اور اس کی وجہ ہمارے اعمال نہیں ہیں بلکہ آپ اپنے لطف و کرم سے گمراہوں کو دوبارہ تلاش کرلیتے ہیں اور توفیقِ ہدایت دے دیتے ہیں اور اپنا بنالیتے ہیں۔

---

[۲۷] الشوریٰ:۱۱

چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم
اے نہادہ رحم ہادر لحم و شحم

اے اللہ! جب آپ نے اپنی قدرت کا ظہور فرمادیا تو اپنا رحم بھی ہم کو عنایت فرمادیجیے۔ آپ کی قدرت تو ہر طرف ظاہر ہے، پس اگر آپ کا رحم بھی ظاہر ہو جائے تو ہمارا کام ہی بن جائے۔ رحم سے مراد وہ رحمتِ مخفیہ ہے جس سے بندوں کو آپ اپنا بناتے ہیں، ورنہ آپ کی رحمتِ عامہ تو ہر لمحہ ہر آن بندوں پر ہے اور آپ کی قدرت نے ہمیں وجود بخشا، منی جیسی ناپاک چیز پر آپ نے کیا فٹنگ کی ہے کہ اس پر آنکھ کان ناک بنادیے، ورنہ ماں کے پیٹ میں ہم خونِ حیض اور باپ کا نطفۂ ناپاک تھے۔ اسی قطرۂ منی کو آپ نے بینا کر دیا، گویا کر دیا، جس سے آج ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں، بول رہے ہیں، ہنس رہے ہیں، ایک دوسرے کی سن رہے ہیں، ایک دوسرے کی سمجھ رہے ہیں، ایک ناپاک قطرے کو آپ نے کہاں سے کہاں پہنچادیا۔ جب آپ نے اپنی قدرت کا اتنا ظہور فرمادیا تو اپنا رحم بھی ہم پر ظاہر فرمادیجیے، کرم بھی فرمادیجیے۔ اے وہ ذات کامل القدرۃ جس نے لحم و شحم میں رحم رکھ دیا، مثلاً ماں باپ کے گوشت اور چربی میں مامتا اور رحمت و شفقت کا مادہ رکھ دیا۔ انسان کا پورا جسم لحم و شحم سے بنا ہوا ہے۔ اس لحم و شحم میں رحم کا مال آپ کا رکھا ہوا ہے، ماں باپ کے کلیجے میں اولاد کی مامتا اور شفقت اور محبت آپ کی رکھی ہوئی ہے، جس سے آپ کی مخلوق کا یہ حال ہے کہ ماں باپ اولاد پر اپنی جان قربان کرتے ہیں، تو جب آپ کی عطا فرمودہ مخلوق کی رحمت کا یہ حال ہے تو آپ تو رحمت کا سرچشمہ، مرکز اور منبع ہیں اور آپ رحم کرنے میں لحم و شحم سے بے نیاز ہیں، لہٰذا آپ ہم پر براہِ راست رحم فرمادیجیے۔

ایں دعا گر خشم افزاید ترا
تو دعا علیم فرما مہترا

اگر میری یہ دُعا بوجہ میرے نقصانِ فہم اور کوتاہیٔ تعبیر اور نقصِ عرض و معروض کے اپنے عنوان و مضمون کے اعتبار سے آپ کو ناپسند اور میرے لیے موجبِ غضب ہے تو اے

www.khanqah.org

میرے پیارے اللہ! مجھے دُعا کا مضمون بھی تعلیم فرمایئے، مجھے مانگنا سکھادیجیے، ایسی دُعا مانگنے کی توفیق عطا فرمایئے اور ایسے مضامینِ دُعا الہام فرمایئے جس سے آپ خوش ہو جائیں۔

اٰتنا فی دار دنیانا حسن

اٰتنا فی دار عقبانا حسن

اے اللہ! آپ ہم کو دنیا میں بھی بھلائیاں دیجیے اور آخرت میں بھی بھلائیاں عنایت فرمایئے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر رُوح المعانی میں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً[۶۸] کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دنیا کی بھلائیاں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس دُعا میں مانگنے کا حکم دیا ہے یہ ہیں:

نیک بیوی، نیک اولاد، رزقِ حلال، علم و عمل، ثنائے خلق یعنی مخلوق میں تعریف اور نیک نامی، عافیت اور مخلوق کی محتاجی سے حفاظت، دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت، کتاب اللہ کی فہم یعنی دین کی سمجھ اور نیک بندوں کی صحبت۔[۶۹] حَسَنَةً کی جو تفسیر بیان ہوئی اس کو تو سب مانتے ہیں لیکن بعض لوگ صحبتِ صالحین کو حَسَنَةً فِی الدُّنْیَا نہیں سمجھتے، لیکن مفسرِ عظیم علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ جو اہل اللہ سے دور ہے وہ دنیا کی بہت بڑی بھلائی سے محروم ہے۔ اور آخرت کی حَسَنَة جنت ہے، محشر کی ہولناکیوں اور سوءِ حساب سے حفاظت اور دیدارِ الٰہی کی لذت ہے۔ پس اے اللہ! ہمیں دنیا کی بھلائیاں بھی عطا فرمایئے اور آخرت کی بھلائیاں بھی عطا فرمایئے، آمین۔

راہ را بر ماچوں بستاں کن لطیف

مقصدِ ما باش ہم تو اے شریف

مولانا رُومی دُعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! ہم پر اپنے راستے کو یعنی راہِ سلوک کو مثل باغ

---

۶۸ البقرۃ:۲۰۱

۶۹ روح المعانی:۲/۹۱، البقرۃ(۲۰۱)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

کے لطیف، لذیذ اور خوشگوار کر دیجیے جس طرح باغ میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو لیے ہوئے آتی ہیں اسی طرح ہمارے لیے اپنے راستے کو مزے دار کر دیجیے۔ آپ کا راستہ تو اے اللہ! مزے دار ہے ہی لیکن ہم گناہ کر کے آپ کے راستے کو بے مزہ کرتے ہیں۔ جو لوگ گناہ کی عادت میں مبتلا ہیں ان کے لیے اللہ کا راستہ بوستان نہیں رہتا کیوں کہ گناہوں کی وجہ سے وہ ہر وقت کشمکش میں مبتلا ہیں اور کثرتِ معصیت سے تقاضائے شہوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے جب تک نماز پڑھتے ہیں، جب تک تلاوت کرتے ہیں، جب تک ذکر میں مشغول ہوتے ہیں سکون سے رہتے ہیں اور جہاں فارغ ہوئے ان کو پھر پُرانا پاپ یاد آجاتا ہے اور پھر کشمکش اور دوزخی زندگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور جو گناہوں سے محفوظ ہیں ان کے لیے اللہ کا راستہ باغ ہی باغ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص جارہا ہے اور راستے کے دونوں طرف درخت ہی درخت اور باغ ہی باغ ہیں اور درختوں کے سائے میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں میں چلا جارہا ہے، اس کا راستہ نہایت آسان، مزے دار اور خوشگوار ہے اور دوسرا شخص جو نماز روزہ اور ذکر و تلاوت بھی کرتا ہے لیکن گناہوں میں بھی مبتلا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جب تک ذکر و تلاوت میں مشغول ہے تو گویا درخت اور باغ کے سائے میں جارہا ہے، لیکن جیسے ہی گناہ کا مرتکب ہوا تو باغ کا سایہ دار راستہ ختم ہو گیا اور کڑاکے کی چلچلاتی ہوئی دھوپ میں آگیا۔ شہواتِ نفسانیہ اور تقاضائے معصیت کے ارتکاب کا راستہ اضطراب اور بے چینی کی شدید دھوپ اور گرم لُو کا راستہ ہے جہاں چین اور اطمینان کا خواب بھی نظر نہیں آتا۔ اگر احساسِ صحیح اور قلبِ سلیم ہے تو گناہ کے نقطۂ آغاز اور زیرو پوائنٹ ہی سے پریشانی اور بدحواسی شروع ہو جاتی ہے، مثلاً: ایک شخص نے اپنے قلب کا رُخ نوے ڈگری اللہ کی طرف کیا ہوا ہے، لیکن جیسے ہی ذرا سا کسی حسین کی طرف جھکا تو قلب میں اسی وقت پریشانی کا آغاز ہو جائے گا۔ گناہ کے میلان اور تقاضوں پر عمل کا مبہم خیال اور نقطۂ آغاز اللہ کے قُرب سے اسی قدر دور کر دیتا ہے اور قلب کا سکون چھین لیتا ہے، کیوں کہ ہر گناہ منافی ذکر ہے اور ذکر پر اطمینانِ قلب موعود ہے، تو جس درجہ ذکر کا ضد ہو گا

www.khanqah.org

اسی درجے کی بے اطمینانی عقلاً مستلزم ہونی چاہیے۔ یہ میں منطق کی عقلی دلیل پیش کر رہا ہوں، کیوں کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[۱] میں حصر ہے، لہٰذا جب اطمینانِ قلب اللہ کے ذکر ہی پر موقوف ہے تو ذکر سے جتنے درجہ دوری ہوگی اتنے ہی درجہ بے اطمینانی مستلزم ہوئی۔ اگر اللہ کی یاد سے ایک اعشاریہ دوری ہوئی تو قلب میں ایک اعشاریہ بے اطمینانی پیدا ہونا لازم ہے۔ اور اگر گناہ کر لیا تو قلب مکمل طور سے بے چین ہو جائے گا، کیوں کہ گناہ خلافِ ذکر ہے بلکہ غفلت کا فردِ کامل ہے۔ محض غفلت سے باطن کو اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا گناہ سے پہنچتا ہے، مثلاً: تھوڑی دیر کھانے پینے میں ایسا مشغول ہوا کہ اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا یا کسی کے لطیفوں میں ایسا غرق ہوا کہ پیٹ کی گہرائی سے ہنسنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس وقت اس کے دل میں اللہ کی یاد نہیں رہی تو اس غفلت سے اتنا نقصان نہیں پہنچے گا جتنا کسی معصیت کی طرف ایک اعشاریہ قلب کا میلان ہو جائے تو دیوارِ استقامت کی بنیاد خطرے میں پڑ جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ معصیت کا ارتکاب کر لیا تو دیوارِ استقامت ہی گر جاتی ہے اور قلب بالکل بے چین ہو جاتا ہے۔

اسی لیے مولانا رُومی دُعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ! تقاضائے معصیت کی کشمکش اور دوزخی زندگی اور مجاہدہ و مشقتِ شدیدہ اور جہدِ بلاء سے ہمیں بچا لیجیے اور اپنی راہ کو ہم پر مثلِ بوستان و باغ کے لطیف فرما دیجیے اور یہ نعمت کب حاصل ہوگی۔

مقصد ما باش ہم تو اے شریف

اے ربّ العزت! اے میرے معزز و مکرم اللہ! جب ہر سانس اور ہر لمحہ آپ ہمارے مقصود و مراد اور مقصدِ اعظم بن جائیں، ہمارا قصد و ارادہ صرف آپ کی طرف رہے، ہماری تمنّاؤں کا مرکز صرف آپ کی ذات ہو، جب یہ مقام آپ ہم کو عطا فرمائیں گے تب جا کر ہمیں آپ کا راستہ بوستان اور باغ کی طرح لطیف ہو جائے گا۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے کو باغ کی طرح لطیف اور پُر لطف بنانا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کو ہر سانس میں اپنا مقصود اور مراد بنالے۔ ”مقصد ما باش“ اگرچہ مولانا کا جملہ انشائیہ دُعائیہ ہے لیکن

---

[۱] الرعد: ۲۸

www.khanqah.org

ساتھ ساتھ انہوں نے اس کے اندر جملہ خبر یہ بھی شامل کر دیا ہے کہ کبھی خبر بصورتِ امر اور کبھی امر بصورتِ خبر ہوتا ہے جیسے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ[1]

جب تجھ سے حیا ختم ہو گئی تو پھر جو چاہے کر۔ تو کیا نعوذ باللہ! شریعت اجازت دے رہی ہے کہ شرم کو ختم کر کے جو چاہو کرو۔ نہیں! یہ صورتاً امر ہے حقیقتاً خبر ہے کہ اگر تجھ سے حیا جاتی رہی تو پھر تو ہر گناہ کرے گا کیوں کہ ہر گناہ کا سبب بے حیائی ہے۔ اگر بد نظری کر رہا ہے تو اس کا سبب بے حیائی ہے، زنا کر رہا ہے تو نہایت درجے کا بے حیا ہے کہ دوسروں کی ماں بہنوں کے ساتھ ایسا کر رہا ہے جو اپنی ماں بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتا اور اس کو پروا نہیں کہ اللہ نے اگر مخلوق پر ظاہر کر دیا تو کس قدر رُسوائی ہو گی۔ اس کے علاوہ خدا کے حکم کو توڑنا خود بے حیائی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ بول رہا ہے تو وہ بے حیا ہے۔ حیا والا آدمی سوچے گا کہ اگر کبھی میرا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو کیا منہ دکھاؤں گا۔ غرض ہر گناہ کی جڑ میں بے حیائی پوشیدہ ہے۔ گناہ بغیر بے حیائی و بے غیرتی کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے مولانا کے اس جملۂ انشائیہ میں جملۂ خبر یہ پوشیدہ ہے کہ اللہ کو اپنا مراد بنالو۔

پس جس کی زندگی کی ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود و مراد ہو کہ ایک لمحہ بھی اس کا اللہ سے غافل نہ ہو تو ایسا شخص چاہے مسجد میں ہو، چاہے دوکان میں سودا بیچ رہا ہو، چاہے بیوی بچوں سے باتیں کر رہا ہو یا دوستوں سے خوش طبعی کر رہا ہو یہ ہر وقت باغِ قُرب میں ہے اور اللہ کا راستہ اس کے لیے گویا پھولوں کے جھرمٹ اور درختوں کے سائے میں نہایت سکون و عافیت سے گزر جائے گا اور بہت مزے میں یہ منزل تک پہنچ جائے گا۔ اسی لیے مولانا نے فرمایا کہ اے اللہ! صرف آپ ہی ہمارا مقصد، ہمارا مقصود، ہماری مراد، ہماری آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز بن جائیں تاکہ آپ کا راستہ ہم پر نہایت آسان اور انتہائی لذیذ ہو جائے۔

تا چہ دارد ایں حسود اندر کدو
اے خدا فریاد ما را زیں عدو

---

[1] صحیح البخاری: ۲/۹۰۴، (۶۱۴۸)، باب اذا لم تستحی فاصنع ما شئت، السکتبۃ المظہریۃ، اخرجہ بلفظ: فاصنع

www.khanqah.org

مولانا فرماتے ہیں کہ یہ حاسد اپنے اندر کس قدر کینہ رکھتا ہے۔ حاسد سے مراد شیطان ہے اور نفس بھی مراد ہو سکتا ہے کیوں کہ دونوں ہی کی دشمنی منصوص ہے۔ شیطان کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ[۵۲]

شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور نفس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَعْدٰى عَدُوِّكَ فِيْ جَنْۢبَيْكَ[۵۳]

تیرا سب سے بڑا دشمن تو تیرے پہلو میں ہے۔ اور نفس و شیطان دونوں بھی مراد لیے جاسکتے ہیں، لیکن شیطان کا یہاں مراد ہونا زیادہ اقرب الی القیاس ہے کیوں کہ دشمن ازلی اور مردودِ ازلی ہے، اس کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہو سکتی، اور نفس کا اگر تزکیہ ہو جائے تو یہ ولی اللہ بھی ہو جاتا ہے۔ "تاچہ" مبالغہ ہے، یعنی یہ ظالم ہم سے کتنا حسد رکھتا ہے۔ پس اے خدا! میں اس دشمن کے خلاف آپ سے فریاد کرتا ہوں۔ جیسے کوئی دشمن کسی بچے کو مار رہا ہو تو وہ بچہ اپنے ابّا کو پکارتا ہے، پس اے اللہ! اس دشمن شیطان اور دشمن نفس کے ستانے پر ہم آپ ہی کو پکار رہے ہیں کہ آپ سے ہماری فریاد ہے کہ اس دشمن کی پٹائی سے ہمیں بچا لیجیے۔

گر یکے فصلِ دگر در من دمد

بر دخواہد از من ایں راہ زن نمد

مولانا فرماتے ہیں کہ اگر اعمالِ صالحہ کی کوئی دوسری فصل میرے اندر پیدا ہو جائے تو یہ ڈاکو اس کو بھی کاٹ کر اُٹھالے جائے گا۔ یعنی اگر آپ کی حفاظت نصیب نہ ہو گی تو جو کچھ تہجد و اشراق اور اوّابین کی کمائی ہو گی وہ سب کی سب شیطان لے جائے گا، مثلاً: دکھاوا کرا دیا، یا دل میں بڑائی ڈال دی، یا کسی پر بے جا غصہ کرا دیا، یا حسینوں پر بد نگاہی کرا دی، یا غیبت کرا دی تو نیک اعمال کا جو اسٹاک تھا اس طرح سب ختم ہو گیا اور اسے خبر بھی نہیں

۵۲؎ البقرۃ:۱۶۸

۵۳؎ روح المعانی:۱/۵۷، البقرۃ (۱۲۳)، ذکرہ فی باب الاشارات، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

کہ میرا سارا مال چلا گیا، یعنی اعمال ضایع ہو گئے۔

ایں حدیثش ہمچو دود است اے الٰہ
رحم کن ورنہ گلیمم شد سیاہ

اے خدا! نفس و شیطان کی گفتگو یعنی ان کی دعوۃ الی الباطل اور ترغیبات الی المعاصی مثل دھواں کے ہے، آپ مجھ پر رحم کیجیے اور مجھے تقویٰ پر استقامت عطا فرمایئے ورنہ میری دین کی کملی سیاہ ہو جائے گی۔ یعنی گناہوں سے میرے قلب و جاں بے نور اور سیاہ ہو جائیں گے اور گناہوں کی ظلمت اللہ کے قُرب سے مجھے محروم کر دے گی۔

من بہ حجت بر نیا بم با بلیس
کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس

یعنی میں حجت، بحث اور دلائل سے ابلیس پر غالب نہیں آسکتا، کیوں کہ وہ کمینوں اور گمراہوں کے لیے بھی فتنہ ہے اور بڑے بڑے شرفاء کے لیے بھی فتنہ ہے۔ ذرا سی دیر میں بڑے بڑے اتقیا، علماء و صوفیا کو فتنے میں مبتلا کر دیتا ہے، لہٰذا اے اللہ! اس پر غالب آنا آپ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں۔

یَا غِیَاثِیْ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَۃٍ
یَا مَعَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ شَھْوَۃٍ

اے فریاد سننے والے ہمارے کرب و بے چینی کے وقت! اور اے ہماری پناہ گاہ ہماری شہوتِ نفس کے وقت! آپ مصیبت کے وقت ہمارے کرب اور بے چینی کو دور کر سکتے ہیں اور غلبۂ شہوت کے وقت آپ ہی کی پناہ ہمیں نفس کی مغلوبیت سے بچا سکتی ہے۔

یَا مُجِیْبِیْ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَۃٍ
یَا مَلَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ مِحْنَۃٍ

اے جواب دینے والے میری ہر پکار پر! یعنی اے سننے والے میری ہر دُعا کے اور اے ہر تکلیف میں میرے سہارے!

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۳؍ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹؍ فروری ۱۹۹۱ء

بروز منگل، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اے خداوندا اے قدیم احسانِ تو

آں کہ دانم واں کہ نے ہم آنِ تو

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے خدا! آپ کی شان قدیم ہے یعنی آپ ہمیشہ سے ہیں ہمیشہ رہیں گے۔ قدیم کے معنٰی ہیں واجب الوجود، غیر حادث، غیر فانی، جس پر کبھی عدم و فنا طاری نہ ہوا ہو۔ اور ہم لوگ حادث ہیں، جنت بھی حادث ہے اور نعمائے جنت بھی حادث ہیں۔ حادث اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی زمانہ عدم کا گزرا ہو، وہ چیز نہ رہی ہو، چاہے ہونے کے بعد پھر وہ ہمیشہ قائم رہے، جیسے جنت پہلے نہیں تھی پھر پیدا کی گئی لیکن اب ہمیشہ رہے گی، اور دنیا فانی ہے، ایک دن نہیں تھی، اب ہے اور ایک دن نہیں رہے گی۔ دنیا اور اس کی لذتوں کی شراب نہ ازلی ہے نہ ابدی، اس لیے یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے، اور جنت اور اس کی نعمتوں کی شراب ازلی تو نہیں ہے لیکن ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے نہیں تھی، پھر اللہ کے پیدا کرنے سے موجود ہوئی اور اب کبھی فنا نہیں ہوگی، اور اللہ کی ذات قدیم واجب الوجود غیر حادث غیر فانی ہے، ازلاً ابداً ہے یعنی اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہیں، ان پر کوئی زمانہ عدم کا نہیں گزرا، ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ لہٰذا اللہ کی محبت کے نشے کو، اللہ کے نام کی لذت کو، اللہ کی شرابِ ازلی ابدی کو جنت کی شراب ابدی بھی نہیں پاسکتی، تو دنیا کی فانی شراب کی کیا حقیقت ہے جو نہ ازلی ہے نہ ابدی، جنت حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اور حادث کی لذت قدیم کی لذت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیوں کہ قدیم غیر محدود ہوتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا کوئی کفو نہیں وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ[۴] میں نکرہ تحت النفی واقع

[۴] الاخلاص: ۴

www.khanqah.org

ہے جو فائدہ عموم کا دیتا ہے اور اس عموم میں جنت بھی داخل ہے، حوریں بھی داخل ہیں، جنت کی ساری نعمتیں بھی داخل ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں ہے تو ان کے نام کے نشے کا، ان کے نام کی لذت کا، ان کے نام کی مٹھاس کا بھی مثل کیسے ہو سکتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مع اپنی صفات کے بے مثل ہے۔ چناں چہ اللہ کے نام کی لذت، ذکر کی لذت، سجدہ کی لذت، تلاوت کی لذت کو جنت کی حوریں بھی نہیں پا سکتیں، کیوں کہ اللہ کے نام کی تیز والی ازلی ابدی شراب جو پی لیتا ہے پھر کم تیز والی اس کے منہ کو نہیں لگتی، لہٰذا اللہ کے عاشقوں کو اللہ کے نام میں جنت سے زیادہ مزہ دنیا ہی میں آجاتا ہے۔ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض مجاذیب ایسے ہوں گے جو جنت کی حوروں کو دیکھیں گے بھی نہیں، بس ہر وقت اللہ تعالیٰ کو دیکھتے رہیں گے۔ اور اللہ میں کیا لذت ہے اور کیا کشش ہے یہ جب پتا چلے گا جب دیدارِ الٰہی ہو گا کہ اس وقت کسی جنتی کو جنت کی کوئی نعمت یاد بھی نہ آئے گی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جنت سے ہم مستغنی ہیں، بلکہ ہم لالچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنت پر لالچ کرنے کا حکم دیا ہے، کیوں کہ جنت محلِ دیدارِ الٰہی ہے، لیکن مطلب یہ ہے کہ اللہ کے عاشق اللہ کو جنت سے زیادہ چاہتے ہیں۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے خدا! اے قدیم ذات! آپ کے علاوہ باقی سب چیزیں فانی و حادث ہیں اس لیے آپ ہی محبت کے قابل ہیں۔ آپ کے وہ تمام احسانات جن کو ہم جانتے ہیں اور وہ تمام احسانات جن سے ہم واقف نہیں سب آپ ہی کی شان اور آپ ہی کی عطا ہیں۔ بہت سے احسانات ایسے ہیں جن کا ہم کو علم ہے، مثلاً: انسان بنایا، کتّا اور سور اور جانور نہیں بنایا، مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا اور ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی اور اپنے نام کی لذّت عطا فرمائی، سچے اللہ والوں سے تعلق کی توفیق عطا فرمائی اور نماز روزہ اور اعمالِ صالحہ کی توفیق بخشی، ہمارے چھوٹے بڑے گناہوں کو اور جرائم کو معاف فرمایا اور ستّاری فرمائی، رُسوا نہیں فرمایا، اس کے علاوہ صحت و عافیت، بیوی بچے، نیک دوست احباب اور بے شمار انعامات عطا فرمائے جن کو ہم اگر شمار کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اے خدا! ہم ہر بُن مُو سے آپ کے احسانات کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن شکر

www.khanqah.org

کا حق پھر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

اور بہت سے احسانات ایسے ہیں جن کو ہم نہیں جانتے، جیسے ماں کے پیٹ میں جب ہم بن رہے تھے تو ہمیں کچھ پتا نہیں تھا کہ کس طرح ہماری آنکھیں بن رہی تھیں اور کس طرح اللہ میاں ان میں روشنی رکھ رہے تھے اور کب ناک بنا رہے تھے اور کب اس میں سونگھنے کی طاقت رکھ رہے تھے، کب کان بنائے اور کانوں میں سننے کا خزانہ کب رکھا، کب زبان بنائی اور کب اس میں چکھنے کی قوت رکھی، جسم کے ایک ایک اعضا کو کب بنایا اور کب دل بنایا اور کب اس کو حرکت عطا فرمائی کہ وہ چلنے لگا اور جسم کے اندر ایک پورا کارخانہ چالو ہو گیا، رگوں اور شریانوں میں خون دوڑنے لگا وغیرہ بے شمار احسانات ہیں جن سے ہم بے خبر ہیں۔ اسی طرح ہمارے لیے پوری کائنات خلق فرمائی، کب سورج کو ساڑھے نو کروڑ میل پر لگایا، کب چاند بنایا، کب پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور کس طرح ہمارے رزق کا انتظام فرمایا، سورج کس طرح غلّہ پکاتا ہے اور سمندر سے بھاپ بنا کر بادل کیسے اُٹھاتا ہے اور کس طرح بارش برساتا ہے۔ اے اللہ! یہ آفتاب بھی آپ کا ہے، بادل بھی آپ کے ہیں، یہ سارا کارخانہ آپ نے ہماری تربیت اور پرورش میں مصروف کر رکھا ہے، لیکن ہم کو آپ نے اپنے لیے بنایا ہے، اپنی معرفت و عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے مگر افسوس! ہم آپ کے ہونے کے بجائے ان ہی چیزوں میں لگے ہوئے ہیں اور آپ کو بھولے ہوئے ہیں، اور آپ کے احسانات جن کا ہم کو علم ہے اور جن کا علم نہیں، سب آپ کی عطا اور مہربانی ہے لیکن ہم کتنے نالائق ہیں کہ آپ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرتے یعنی تقویٰ اختیار نہیں کرتے جو اصلی شکر ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ [۵۵]

ایں دعا بشنو ز بندہ کاے خدا
ثروتے بے رنج و روزی کن مرا

۵۵؎ اٰل عمرٰن: ۱۲۳

www.khanqah.org

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی حق تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کر رہے ہیں کہ اے خدا! اس بندے کی یہ دُعا سن لیجیے کہ مجھے مال داری اور روزی بغیر رنج اور بغیر مشقت کے عطا فرمایئے، یعنی آسان رزق عطا فرمایئے اور مجھے مال بھی دیجیے مگر بغیر مشقت کے۔

مولانا رُومی نے مثنوی میں یہ قصہ بیان فرمایا کہ ایک شخص کئی سال سے یہی دُعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ! مجھے اپنی رحمت سے بغیر محنت و مشقت کے روزی عطا فرما۔ ایک دن ایک گائے اس کے گھر میں گھس آئی۔ اس نے جھٹ اسے پٹکا اور چھری سے ذبح کر کے اس کا گوشت پورے گھر میں جگہ جگہ ٹانگ دیا اور روزانہ اس میں سے بھون بھون کر کھانے لگا، جس کی گائے تھی اس نے تھانے میں اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی، سی آئی ڈی نے تفتیش کرتے کرتے پتا لگایا کہ ایک آدمی بہت غریب تھا لیکن آج کل وہ روزانہ گوشت اُڑا رہا ہے، لہٰذا اس کے گھر کی تلاشی لی تو جگہ جگہ گائے کا گوشت لٹکا ہوا پایا۔ پولیس اس کو پکڑ کر تھانے لے گئی اور عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ جج نے پوچھا کہ یہ گائے تمہاری تھی؟ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ جج نے کہا کہ پھر تم نے اس کو کیوں ذبح کیا؟ کہا کہ میرے گھر میں گھس آئی تھی۔ جج نے کہا کہ پھر تم نے پتا کیوں نہیں لگایا کہ یہ کس کی ہے؟ کہا کہ کیوں پتا لگاتا، میں تو دو سال سے اللہ میاں سے رو رہا تھا کہ مجھے بغیر محنت روزی دیجیے۔ جب اللہ نے روزی بھیج دی تو میں کیوں اِدھر اُدھر پوچھتا کہ یہ کس کی ہے۔ جج نے کہا کہ بھئی! یہ آدمی کوئی بھولا بھالا مجذوب ولی اللہ معلوم ہوتا ہے اور سی آئی ڈی کو حکم دیا کہ ذرا پتا تو لگاؤ کہ یہ کس کی گائے ہے؟ اس سے پہلے کس کے پاس تھی؟ تفصیلی رپورٹ پیش کرو۔ معلوم ہوا کہ اس کے دادا کی گائے کسی نے چرالی تھی اور یہ گائے اس کو وراثت میں ملنی چاہیے تھی، اس کا شرعی حق بنتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بھولے بھالے مجذوبوں کا اس طرح انتظام فرماتے ہیں کیوں کہ مجذوب غیر مکلف ہوتے ہیں، لیکن جو لوگ احکامِ شریعت کے مکلّف ہیں ان کے لیے جائز نہیں کہ بدون تحقیق کسی کا مال لے لیں۔

چوں مرا تو آفریدی کالے
زخم خوارے ست جنبے منبلے

www.khanqah.org

ارشاد فرمایا کہ جنب عربی لفظ ہے بمعنی پہلو اور منبل معنیٰ ڈھیلا، پتھر۔ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! جب آپ نے مجھے کاہل پیدا کیا یعنی نہایت سست بلکہ "بحر الکاہل" اور میرا دل روزی میں اور دنیا کمانے میں نہیں لگ رہا ہے، میں آپ کی محبت کا زخم خوردہ، دنیا کے معاملے میں نہایت سست اور مٹی کے ڈھیلے کی طرح بے کار ہوں، جیسے شیر کو کوئی زخمی کر دے اور وہ تکلیف میں پڑا ہوا سانس لے رہا ہو کہ جیسے مر رہا ہے تو اس وقت وہ کنکر پتھر سے بھی زیادہ بے کار ہوتا ہے۔ اسی لیے میں دنیاوی کاموں میں نہایت سست پہلو ہو رہا ہوں کہ کروٹ لینے میں بھی دشواری ہے، تو پھر کیسے دوکان کھولوں، کیسے تجارت کروں، کیسے دفتر جاؤں۔

جی اس کا کیا لگے گا کسی کاروبار میں
دل جس کا پھنس گیا ہو کسی زلفِ یار میں

سچی بات یہ ہے کہ جس کا دل اللہ سے لگ جاتا ہے پھر وہ دل کسی کاروبار میں نہیں لگتا، مجبوراً پیٹ کی روٹی کے لیے کام کرتا ہے، ورنہ اگر مفت کی مل جائے تو یہ کبھی کوئی کام نہ کرے۔ اسی لیے مولانا رُومی نے فرمایا۔

تا بدانی ہر کہ را یزداں بخواند
از ہمہ کارِ جہاں بے کار ماند

خوب یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا بنانا چاہتا ہے سارے جہاں کے کاموں سے اسے بے کار کر دیتا ہے اور پھر اس کو اپنے دین کے لیے قبول کرتا ہے، کیوں کہ اگر دین کے کسی خادم کا جی ان چیزوں میں لگ جائے تو پھر وہ دین کا کام کیسے کرے گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کا مزاج ہی بدل دیتے ہیں کہ اپنے کام کے علاوہ کسی کام میں لگنے ہی نہیں دیتے، ورنہ کون آدمی ہے جس کے لیے ساز گار حالات پیدا ہو جائیں اور پھر بھی وہ دنیا کے کام میں نہ لگے۔ مثال کے طور پر کوئی حکیم یا ڈاکٹر ہے اور ایک ہزار مریضوں کی لائن صبح شام لگی رہے تو اس کے لیے کاروبار چھوڑنا بڑا مشکل ہو جائے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا انتظام ہوتا ہے کہ اس کا دل کسی کام میں لگتا ہی نہیں اور اگر وہ خود بھی کسی طرف

www.khanqah.org

متوجہ ہونا چاہے تو ان اسباب ہی کو اس سے دور کر دیتے ہیں۔

جس کو تاکوں گا نشیمن کے لیے
وہ ہی ڈالی کاٹ ڈالی جائے گی

جسے اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے نشیمن میں رکھنا چاہتے ہیں تو کسی شاخ نشیمن پر اس کا گزارہ نہیں ہونے دیتے، جس شاخ کو تلاش کرے گا کہ یہاں گھونسلہ بنالوں اسی شاخ کو کٹوادیں گے۔ دیکھتا ہے کہ اتنی محنت سے گھونسلہ بنایا تھا لیکن دیکھا کہ شاخِ چمن کہیں پڑی ہوئی ہے، گھونسلہ کہیں پڑا ہوا ہے۔ آخر کار گھوم پھر کے وہ پھر اللہ کا بن جاتا ہے اور اللہ کے قرب کا وہ مزہ پاتا ہے کہ سارے دنیا کے غموں کو بھول جاتا ہے۔ میر اشعر ہے۔

وہ جلا اس کا نشیمن وہ اٹھا اس سے دھواں
یوں کیا صیاد نے طائر کا سامانِ وصال

صیّاد نے چڑیا کو شکار کرنے کے لیے اس کے نشیمن میں آگ لگوادی، اب چڑیا دیکھ کر پَر پھڑ پھڑا رہی ہے کہ نشیمن جل رہا ہے اور اس سے دھواں اُٹھ رہا ہے اور مارے ڈر کے گھونسلے کے اندر بھی نہیں جارہی ہے، آس پاس، اِدھر اُدھر اڑ رہی ہے کہ اتنے میں شکاری نے اس کو پکڑ لیا۔ اس طرح بعض وقت مصائب اس لیے آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا بنانا چاہتے ہیں، کیوں کہ بعض وقت یہ نفس آسانی سے اللہ والا نہیں بنتا۔ لہٰذا غیبی طور پر ایسے حالات پیدا کیے جاتے ہیں کہ اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کا ہوتا چلا جاتا ہے، اور جس کو اللہ جذب کرتا ہے وہ خود بھی آثارِ جذب محسوس کرتا ہے کہ مجھ کو اللہ اپنا بنانا چاہ رہا ہے۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

ہمہ تن ہستی خوابیدہ مری جاگ اُٹھی
ہر بُنِ مو سے مرے اُس نے پکارا مجھ کو

www.khanqah.org

میں سمجھتا تھا مجھے ان کی طلب ہے اصغرؔ
کیا خبر تھی وہی لے لیں گے سراپا مجھ کو

کاہلم چوں آفریدی اے ملی
روزیم دہ ہم زراہِ کاہلی

اے غنی! اے خزانوں کے مالک اللہ! جب آپ نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو مجھ کو روزی بھی کاہلی کی راہ سے دیجیے یعنی آسان رزق عطا فرمایئے۔

کاہلم من سایہ خسپم در وجود
خفتم اندر سایۂ احسان وجود

اے خدا! میں کاہل وناتواں ہوں اور آپ کے سایۂ جود وکرم میں بے فکر سویا ہوا ہوں، آپ کی رحمت کے سائے میں جی رہا ہوں۔ کیوں کہ میں دنیا کے کسی کام کا نہیں، اس لیے آپ کی مہربانی کے سہارے، آپ کے احسان وکرم کے زیرِ سایہ چین کی نیند سو رہا ہوں۔

کاہلاں و سایہ خسپاں را مگر
روزئے بنہادۂ نوعِ دگر

لیکن کاہلوں اور سایۂ رحمت میں سونے والوں کے لیے آپ نے روزی دوسرے طریقوں سے رکھی ہوئی ہے۔ یعنی ان کی روزی کے دوسرے ذرائع عام ذرائع سے ہٹ کر بنائے ہوئے ہیں، رزق کے عام ذرائع سے وہ مستثنیٰ ہیں۔ آپ کی رحمت کے بھروسے پر جو دنیا کے کاموں سے کاہل بنے ہوئے ہیں، ان کا معاملہ عام لوگوں سے الگ تھلگ ہے کہ وہ کھا پی رہے ہیں لیکن بظاہر اسباب نظر نہیں آتے۔ کاہلی کی یہ اصطلاحات خاصہ ہیں، یہ مطلب نہیں کہ نفس کی کاہلی کی وجہ سے وہ کوئی کام نہیں کرتے اور سوئے ہوئے ہیں، مطلب یہ ہے کہ دنیا کے کاموں سے وہ کاہل ہیں اور دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں، بظاہر روزی کے ذرائع میں انہماک نہیں کرتے، نہ دوکانداری، نہ فیکٹری، اللہ تعالیٰ کی محبت کا ان پر ایسا غلبہ ہو گیا کہ اللہ کے کام کے علاوہ وہ کسی اور کام کے قابل ہی نہیں رہے، اس لیے

www.khanqah.org

دین کے کام میں منہمک ہیں اور دنیا سے مستغنی ہیں، اس لیے ان کی روزی کا انتظام اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کام سے بچنے کے لیے مکر کر کے بیٹھ گئے ہیں، جیسے نواب واجد علی کے یہاں کچھ کاہل لوگ آ کے لیٹ گئے تھے جب اس نے شہر میں اعلان کرا دیا کہ جو لوگ معذور ہیں، کچھ نہیں کر سکتے ان کو شاہی خزانے سے کھانا کھلایا جائے گا۔ کاہل خانہ کچھ دنوں میں کاہلوں سے بھر گیا تو منشی نے جا کر کہا کہ بادشاہ سلامت! کاہلوں کی تعداد تو بہت بڑھ گئی ہے آپ کہاں تک ان کو کھلائیں گے؟ کہا کہ پھر کیا کیا جائے؟ منشی نے کہا کہ کاہل خانہ میں آگ لگوا دیجیے، جو اصلی کاہل ہو گا پڑا رہے گا اور جتنے نقلی ہیں سب بھاگ جائیں گے۔ لہٰذا جب آگ لگائی گئی تو جتنے نقلی کاہل تھے نو دو گیارہ ہو گئے اور جو اصلی کاہل یعنی معذور تھے، پڑے رہے۔ بس ان کی روٹی باقی رکھی گئی اور سب کو بھگا دیا گیا۔

مولانا رُومی دُعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ! ایسے بندے جو اصلی کاہل ہیں یعنی جن پر آپ کی محبت ایسی غالب ہو گئی کہ آپ کے کام کے علاوہ کسی اور کام پر وہ قادر نہیں ان کے لیے آپ روزی کا انتظام فرمایئے ؎

عارفاں از کل جہاں کاہل ترند
در رہِ عقبیٰ زمہ گومی برند

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ کو پہچان لیا وہ سارے عالم میں دنیاوی کام میں سب سے زیادہ کاہل ہیں اور اس کاہلی میں وہ سارے عالم میں سب سے آگے بڑھے ہوئے ہیں لیکن آخرت کے کاموں میں چاند سے زیادہ ان کی رفتار تیز ہے۔ کبھی تہجد پڑھ رہے ہیں، کبھی اشراق پڑھ رہے ہیں، کبھی تلاوت کر رہے ہیں، کبھی دین کی محنت کے لیے اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر شہروں شہروں، جنگل جنگل مارے مارے پھر رہے ہیں، لیکن دنیاوی کاموں میں ان کے قدم نہیں اُٹھتے۔ اگر یہ کاہل ہیں تو اے دنیا والو! جو محنت یہ کر رہے ہیں تم ذرا کر کے دکھا دو۔ تم ساری ساری رات اپنی فیکٹریوں کے لیے جاگ سکتے ہو لیکن دو رکعات تہجد نہیں پڑھ سکتے، تو تم جس طرح دین میں کاہل ہو یہ اللہ والے دنیا میں کاہل اور سایہ خسپاں ہیں، لیکن دین کے معاملات

www.khanqah.org

میں یہ چاند سے زیادہ تیز رفتار رکھتے ہیں۔ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ دین میں تیز اور دنیا میں کاہل لوگوں کو اے خدا! آپ دوسری طرح سے روزی عطا کرتے ہیں، عالمِ غیب سے ان کے لیے اسباب پیدا فرماتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ ہدایا اللہ تعالیٰ بھجواتے ہیں، کیوں کہ جب آدمی سرکاری ہو جاتا ہے تو سرکار سے اس کو وظیفہ ملتا ہے۔ حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ جس کو ہدیہ آنے لگے تو سمجھ لو کہ اب اس سے سرکاری کام یعنی دین کا کام لیا جائے گا۔

ہر کہ را پاہست جوید روزئے
ہر کہ راپا نیست کن دل سوزئے

مولانا فرماتے ہیں کہ جس کے پیر ہیں وہ چل پھر کر روزی کمالیتا ہے اور جس کے پیر نہیں وہ اللہ تعالیٰ سے روئے اور نالہ و فریاد و آہ و فُغاں میں دل سوزی کرے۔ یعنی جس کو اللہ نے صلاحیت اور ہنر عطا فرمایا ہے وہ اپنے ہنر کو استعمال کر کے روزی کمالیتا ہے اور جس کو کچھ نہیں آتا، کوئی ہنر نہیں جانتا، دنیا کے کاموں میں جس کا دل نہیں لگتا، اس کو معلوم ہی نہیں کہ روزی کیسے کمائی جاتی ہے وہ اللہ ہی سے آہ و فغاں کرتا ہے، اشکبار آنکھوں سے اللہ سے مانگتا ہے۔ سوائے اللہ کے اس کا کوئی سہارا نہیں ہوتا ؎

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
اور عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

بس وہ اللہ کے دروازے پر پڑا رہتا ہے، دین ہی میں لگا رہتا ہے کہ مالک! مجھے تو کمانا آتا نہیں، بے ہنر ہوں، تو جیسے ابا اپنے کسی کاہل بیٹے کے نام جس کے پاس کچھ ہنر نہیں لیکن باپ کو راضی رکھتا ہے تو کوئی مکان یا دوکان لکھ دیتا ہے کہ وہ کرایہ ہی کھاتا رہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے سرکاری بندوں کے لیے غیب سے روزی کے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں کہ ان کو نہایت عزت کے ساتھ بے محنت و مشقت روزی ملتی ہے، ایسے بندوں پر وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[۷۶] کا خاص فیضان ہوتا ہے ؎

---

[۷۶] الطلاق: ۳

www.khanqah.org

رزق رامی راں بسوئے ایں حزیں
ابر را باراں بسوئے ہر زمیں

ارشادفرمایاکہ راندن کے معنٰی ہیں ہانکنا، می راں امر ہے یعنی ہانکیے۔

مولانا رُومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ کا یہ بندہ روزی کے معاملے میں غمگین ہے لہٰذا رزق کو میری طرف بھیج دیجیے، کیوں کہ رزق چل سکتا ہے لیکن میں نہیں چل سکتا بوجہ کاہلی و بے ہنری کے، جیسے زمین نہیں چل سکتی بادل چل سکتے ہیں، لہٰذا بادلوں کو حکم دیجیے کہ پیاسی زمین پر برس جائیں۔

چوں زمیں را پا نباشد جودِ تو
ابر را راند بسوئے اود تو

ارشادفرمایاکہ اود تو کے معنٰی ہیں؟ متواضعاً یعنی جھکے ہوئے۔

مولانا رومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کررہے ہیں چوں کہ زمین کے پیر نہیں ہوتے تو آپ کا کرم بادلوں کو حکم دیتا ہے کہ راکعاً متواضعاً اس زمین کی طرف چلے جائیں بارش برسانے کے لیے۔ جیسے اطاعت وفرماں برداری میں آدمی جھک جاتا ہے ایسے ہی اے خدا! آپ کے حکم پر بادل حاضر حضور کرتے ہوئے اس زمین پر جاتے ہیں جہاں بارش کا حکم ہو جاتا ہے۔

طفل راچوں پانہ باشد مادرش
آید و ریزد وظیفہ بر سرش

جب شیر خوار بچہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوتا تو اس کی ماں اس کے سر پر آکر اس کی خوراک کا وظیفہ اس کو پہنچاتی ہے، یعنی خود آکر اس کو دودھ پلاتی ہے۔

روزئے خواہم بہ ناگہ بے تعب
کہ ندارم من زکوشش جز طلب

اے اللہ! میں آپ سے ایسی روزی مانگتا ہوں جو اچانک، بے شان و گمان اور بغیر مشقت کے مل جائے کیوں کہ مجھے کوشش اور محنت کرنا نہیں آتا۔ مجھے تو بس آپ سے مانگنا اور

www.khanqah.org

گڑ گڑانا آتا ہے، محنت اور مشقت ہم سے نہیں ہوتی، ہم تو بس آپ سے روتے ہیں اور مانگتے ہیں کہ ایسی جگہ سے بے مشقت رزق عطا فرما دیجیے کہ جہاں سے ہمارا وہم و گمان بھی نہ ہو۔ اس میں تقویٰ کی دعا بھی مولانا مانگ رہے ہیں کہ بے شان و گمان رزق کا وعدہ اہلِ تقویٰ کے لیے ہے وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ لہٰذا اس میں یہ دُعا شامل ہے کہ اے اللہ! آپ ہم کو متقی بنا دیجیے تاکہ بغیر وہم و گمان ہمیں رزق عطا ہو۔

اور کاہلی سے مولانا کی مراد شرعی کاہلی نہیں ہے، عرفی کاہلی مراد ہے، یعنی عرف میں دنیا اللہ والوں کو کاہل سمجھتی ہے، کیوں کہ یہ دنیا کے کاموں میں نہیں لگتے، لیکن اگر یہ شرعاً کاہل اور سست ہوتے تو نمازِ تہجد میں کیسے اُٹھتے؟ نماز روزہ حج زکوٰۃ کیسے ادا کرتے؟ دین کی خاطر بال بچوں کو چھوڑ کر سارے عالم میں کیوں مارے مارے پھرتے، اگر یہ آسان ہے تو ان دنیادار سیٹھوں سے کہو کہ ذرا یہ کام کر کے دکھائیں جو یہ اہل اللہ کر رہے ہیں۔ سنتے ہی نانی مر جائے گی اور چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔ تمہیں دنیا پر یقین ہے اس لیے تمہیں دنیا کے کام آسان لگتے ہیں اور ان اہل اللہ کو آخرت پر یقین ہے اس لیے ان کو آخرت کے کام آسان ہیں۔ تم آخرت کے باقی رہنے والے کاموں میں کاہل ہو اور اللہ والے دنیا کے فانی کاموں میں کاہل ہیں۔ تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں، آنکھ بند ہوتے ہی پتا لگے گا کہ کون فائدے میں تھا اور کون گھاٹے میں۔

فَسَوْفَ تَرٰى اِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ
اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ اَمْ حِمَارُ

عن قریب دیکھ لوگے جب غبار چھٹے گا کہ تم گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ عزوجل سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۴؍شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۰؍فروری ۱۹۹۱ء

بروز بدھ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

از ہمہ نومید گشتیم اے خدا
اوّل و آخر توئی و منتہا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ میں تمام عالمِ اسباب سے نااُمید ہو چکا ہوں اے خدا! آپ اوّل بھی ہیں اور آخر بھی ہیں اور آپ ہی ہماری منتہا اور ہمارا آخری دروازہ ہیں۔ اگر آپ ہمیں مایوس کر دیں تو پھر ہمارا کہیں کوئی ٹھکانہ نہیں۔ آپ ہماری آخری اُمید گاہ ہیں۔ جہاں سارے پردۂ اسباب جل جائیں اور دنیا کی ساری تدابیر ختم ہو جائیں تو اے اللہ! آپ ہی سے ہماری اُمید قائم رہتی ہے۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم سلطنتِ بلخ چھوڑ کر اللہ کی محبت میں دریائے دجلہ کے کنارے اشکبار آنکھوں سے اللہ اللہ کر رہے تھے کہ ایک شخص پُل سے دریا میں جھانکتے ہوئے اچانک گر پڑا، دریا میں سیلاب تھا، بظاہر اس کے بچنے کا کوئی سامان نہ تھا کہ اچانک حضرت سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے نکل گیا کہ یا اللہ! اس کو بچا۔ جانے کس خاص کیفیت کے ساتھ کہا۔ بس فوراً وہ اللہ کا بندہ پُل اور دریا کے درمیان معلق ہو گیا، اللہ کی بے شمار غیر مرئی مخلوق ہے، فرشتوں کی اور جنات کی بے شمار فوج ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی، جس کو چاہیں حکم دے دیں، لوگوں نے جب دیکھا کہ اللہ کا ایک بندہ عجیب انداز سے ہوا میں معلق کھڑا ہے تو اُوپر سے رسی لٹکا کر اسے نکال لیا۔

اللہ کی غیبی مدد کا ایک اور واقعہ سن لیجیے اور یہ بمبئی کا واقعہ ہے جو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے سنایا کہ ایک مرتبہ حاجیوں کو لے جانے والا آخری ہوائی جہاز بمبئی سے پرواز کر گیا اور تین حاجی تھوڑی سی تاخیر کے سبب رہ گئے، جب انہوں نے دیکھا کہ فلائٹ نکل گئی تو رونے لگے، حالتِ احرام میں تھے، بس مصلّی بچھایا اور صلوٰۃِ حاجت پڑھ کر رونا شروع کر دیا کیوں کہ وہ آخری جہاز تھا۔ اسی جہاز

www.khanqah.org

میں میرے شیخ بھی تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ جہاز کو کراچی سے ہوتے ہوئے جدہ جانا تھا اور بمبئی سے کراچی ڈیڑھ گھنٹے کا راستہ ہے لیکن پندرہ منٹ کے بعد ہی شہر کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو سب حیران رہ گئے کہ اتنی جلدی کراچی کیسے آگیا! اتنے میں جہاز کے کپتان نے اعلان کیا کہ ہم دوبارہ بمبئی پہنچ رہے ہیں کیوں کہ جہاز میں کچھ فنی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ خیر جیسے ہی جہاز زمین سے لگا تو ایئرپورٹ کے عملے نے رونے والوں سے کہا کہ جلدی سے جا کر اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ جاؤ، کیوں کہ تمہارے ہی آہ و نالوں نے جہاز میں فنی خرابی پیدا کرادی اور جہاز کا رُخ بدل دیا۔ اسی لیے میرا ایک شعر ہے؂

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کردیا

آہ کو کمزور مت سمجھو، یہ بڑی زبردست چیز ہے، ساتوں آسمان کو عبور کرلیتی ہے۔ اسی لیے مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! ہم سارے عالم سے نااُمید ہوگئے لیکن آپ سے ہم نااُمید نہیں ہیں، کیوں کہ آپ ہی اوّل ہیں اور آپ ہی آخر ہیں اور آپ ہی ہماری منتہا ہیں۔ اور اس تعریف اور حمد و ثنا کی غرض یہ ہے کہ آپ کا وہ بندہ جو آپ کے ماسوا سے نااُمید ہے اب آپ اس کی نااُمیدی کے بادلوں سے اُمید کا چاند طلوع فرمادیجیے، ہم کو عالمِ اسباب کے سپرد نہ کیجیے بلکہ آپ ہماری مدد کیجیے، کیوں کہ آپ کے علاوہ ہم ہر ایک سے مایوس ہوچکے ہیں، اپنے ارادوں کو اور اپنے دست و بازو کو ہزاروں بار آزمالیا کہ ہم آپ کے بن جائیں، لیکن نفس و شیطان کے تقاضوں سے مغلوب ہوکر ہم اپنے ارادوں کی شکست بارہا دیکھ چکے ہیں، جس سے اپنی پستی اور آپ کی عظمتوں کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہم اور ہمارے ارادے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر آپ کا فضل نہ ہو تو ہم اپنے دست و بازو سے آپ تک نہیں پہنچ سکتے، ہمارے ارادوں کی شکست آپ کی عظمتوں کا ثبوت ہے؂

تیری ہزار رفعتیں تیری ہزار برتری
میری ہر اک شکست میں میرے ہر اک قصور میں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ[۶۷] میں

---

[۶۷] الایمان لابن تیمیۃ: ۳۱۶/۱، المکتب الاسلامی

www.khanqah.org

نے اپنے ارادوں کی شکست سے اپنے رب کو پہچانا۔

کرد گارا منگر اندر فعل ما
دستِ ما گیر اے شہ ہر دو سرا

اے پروردگار! اے میرے پالنے والے! میرے فعل پر نظر نہ ڈالیے، میں ایک نالائق انسان ہوں، آپ کا ایک نالائق بندہ ہوں، اے دونوں جہاں کے بادشاہ اور دونوں جہاں کے مالک! میرا ہاتھ پکڑ لیجیے یعنی میری مدد کیجیے، میری دستگیری فرمایئے۔ دستگیری کے معنیٰ مدد کرنے کے ہیں، میری کشتی پار کر دیجیے، نفس و شیطان کے طوفان میں ڈوبنے نہ دیجیے۔ اے اللہ! اگر آپ ہمارے اعمال پر نظر ڈالیں تو ہم میں سے کوئی بھی پار نہیں ہو سکتا۔ اگر ہمارے اعمال کے مطابق آپ فیصلہ کریں تو پھر ہمارے لیے جہنم تیار ہے۔ اس لیے مولانا اللہ میاں سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارے فعل کو نہ دیکھیے، اپنے کرم کو دیکھیے، جیسے ایران کے ایک بادشاہ نے اپنے ملازم رمضانی سے کہا تھا کہ ”رمضانی! مگساں می آیند“ یعنی رمضانی! مکھیاں آرہی ہیں۔ تو اس ظالم نے کیا جواب دیا کہ ”حضور! ناکساں پیش کساں می آیند“ حضور! نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ مکھیاں تو نالائق ہیں لیکن آپ تو لائق ہیں اگر نالائق لائق کے پاس نہ آئیں گی تو یہ جائیں گی کہاں؟ اسی طرح مولانا رُومی عرض کر رہے ہیں کہ اے اللہ! ہم نالائق ہیں مگر آپ ہماری نالائقی پر نظر نہ کیجیے، اپنے کرم پر نظر کیجیے، نالائقوں کا ٹھکانہ لائق کے سوا کہاں ہے۔

خوش سلامت ما بہ ساحل باز بر
اے رسیدہ دستِ تو در بحر و بر

اے خدا! مجھے سلامتی کے ساتھ ساحل تک پہنچا دیجیے، میرے نفس کی خواہشات کے سمندر میں طوفان آرہا ہے اور اس کے اندر میری کشتی ایمان و تقویٰ کی چل رہی ہے۔ مجھے اپنا ایک بہت پرانا شعر یاد آیا۔

ہٹو میری نظروں سے امواجِ رنگیں
یہ کشتی پیا کے نگر جا رہی ہے

یعنی اگر رنگین موجیں سامنے آجائیں اور یہ کشتی وہیں کھڑی ہو کر تماشا دیکھنے لگے تو

www.khanqah.org

منزل طے ہو گی؟ اس لیے میں نے کہا ہے کہ اے رنگین موجوں! میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ حسینوں کو رنگین موجوں سے میں نے تعبیر کیا ہے۔ یہ حسنِ فانی بڑے بڑوں کو اپنے چکر میں لے لیتا ہے اور بندہ اللہ سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد حسن بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ سب سڑنے گلنے والی لاشیں ہیں۔ قبروں میں دیکھو کہ ان حسینوں کا کیا حال ہے۔ اسی لیے میں نے کہا کہ ؎

یہ کشتی پیا کے نگر جا رہی ہے

یعنی یہ کشتی اللہ کی طرف جا رہی ہے، ہمارے پیارے اللہ کے پاس جا رہی ہے، اس لیے حسینوں سے صَرفِ نظر ضروری ہے، ورنہ اگر ان حسین موجوں کی رنگینیوں میں پھنس گئی تو میرے ایمان و تقویٰ کی کشتی اللہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی لیے مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں کہ اے اللہ! ساحل تک مجھے سلامتی سے پار کر دیجیے۔ اور آپ سے ہم کیوں فریاد کر رہے ہیں؟ اس لیے کہ آپ ہی کی وہ ذات ہے جس کا دستِ قدرت خشکی میں بھی پہنچا ہوا ہے اور سمندروں میں بھی پہنچا ہوا ہے، اس لیے بحر ہو یا بَر جہاں بھی کوئی آفت آئے گی ہم آپ ہی کو پکاریں گے کیوں کہ ہر جگہ آپ کی قدرت کام کر رہی ہے۔ کوئی سمندر کی گہرائی میں ڈوب جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو صحیح سلامت نکالنے پر قادر ہے، جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا اور ان کو لے کر بھاگی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے مچھلی! میرا بندہ یونس تیری خوراک نہیں ہے۔ میں نے تیرے پیٹ کو ان کے لیے قید خانہ بنایا ہے، وہ تیرے پاس امانت ہیں، ان کی حفاظت تیرے ذمہ واجب ہے۔ خبر دار! ان کو پیسنا مت۔ اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے معدے کا فعل روک دیا۔ چناں چہ وہ صحیح سلامت رہے اور سمندر کی تہہ میں جب مچھلی گئی تو سمندر کی کنکریوں کو حکم دیا کہ اے کنکریو! تم پڑھو:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ [۸۷]

تاکہ میرے پیغمبر کو پتا چل جائے کہ اس وقت مجھے یہ وظیفہ پڑھنا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ

[۸۷] الانبیاء:۸۷

www.khanqah.org

کی قدرتِ قاہرہ۔ پس اے اللہ! اپنی اس قدرت کے صدقے میں جو بحر و بَر پر محیط ہے آپ ہماری کشتی ایمان و تقویٰ کو سلامتی سے پار لگا دیجیے۔

اے کریم و اے رحیم سرمدی
در گزر از بدسگالاں ایں بدی

اے کریم اور اے رحیم سرمدی، یعنی ہمیشہ رحم کرنے والے اے اللہ! آپ ہمیشہ کریم ہیں اور ہمیشہ رحیم ہیں، ایسا نہیں ہے کہ آپ کا کرم کبھی آپ کی ذات سے الگ ہو جائے اور آپ کی رحمت کبھی آپ کی ذات سے الگ ہو جائے، لہٰذا جتنے لوگ مجھے ستانا چاہتے ہیں اور میرے بارے میں بُرائی کی سوچ رکھنے والے ہیں ان کے شر سے مجھے محفوظ فرما۔ یعنی مجھ کو ان کے حوالے نہ فرما، کیوں کہ جس کو اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

اے بدادہ رائیگاں صد چشم و گوش
نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش

ارشاد فرمایا کہ رائیگاں معنیٰ میں مفت کے ہے۔ مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ نے ہم کو آنکھیں اور کان مفت میں دے دیے اور آنکھوں کی بینائی اور کان کی شنوائی کی طاقتوں کے خزانے بھی آپ نے ہمیں مفت میں دیے ہیں اور عقل و ہوش بھی ہم کو مفت میں عطا فرما دیے جن کی بدولت ہم بھلے بُرے کی تمیز کرتے ہیں ورنہ اگر عقل صحیح نہ ہو تو آدمی جانور سے بدتر ہوتا ہے، اور آپ نے ان نعمتوں کا ہم سے کوئی معاوضہ بھی نہیں لیا، نہ ہمارے ماں باپ سے مانگا کہ تم ہمیں اتنا پیسہ دو یا اتنی عبادت کرو یا اتنا صدقہ خیرات کرو تب میں تمہیں اولاد دوں گا، اور ان کو آنکھیں اور کان دوں گا۔ اے کریم! آپ نے اپنی مخلوق پر بدون معاوضہ انعامات کی بارش فرما دی کیوں کہ آپ احتیاج سے پاک ہیں اور ساری مخلوق آپ کی محتاج ہے۔ آپ اپنی مخلوق پر کرم فرماتے ہیں اور مخلوق سے مستغنی ہیں۔

پیش ز استحقاق بخشیدہ عطا
دیدہ از ما جملہ کفران و خطا

www.khanqah.org

اے اللہ! آپ ہمارے پیدا کرنے سے پہلے جانتے تھے کہ ہم کیا کیا کرنے والے ہیں، کیسی کیسی نالائقیاں اور کیسے کیسے گناہ ہم کریں گے، لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنی عطاؤں سے ہمیں محروم نہیں فرمایا اور استحقاق کے بغیر ساری چیزیں عطا فرمادیں۔ اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا یہ نوکر آیندہ ہم سے بے وفائی کرے گا یا خیانت کرے گا یا بغاوت کرے گا تو ہم اس کے ساتھ کوئی عنایت نہیں کرسکتے، لیکن اے اللہ! آپ کو ہماری تمام نالائقیوں کا علم تھا اور اب بھی ہے اور آیندہ بھی رہے گا تو سب کچھ علم کے ہوتے ہوئے کہ یہ جھوٹ بولے گا، عورتوں کو بُری نظر سے دیکھے گا، نماز میں سستی کرے گا آپ نے ہمیں بینائی، شنوائی وغیرہ بے شمار نعمتیں بخش دیں۔ آپ کا کتنا کرم ہے کہ ہماری تمام نافرمانیوں کو دیکھتے ہوئے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کرکے ایمان سے نوازا، ورنہ کسی عیسائی یا یہودی یا ہندو کے ہاں پیدا کردیتے تو ہم کیا کرلیتے۔ رام پرشاد کے ہاں پیدا ہوتے تو ہم لوگ بتوں کو پوج رہے ہوتے اور کسی چمار کے یہاں ہوتے تو سور چرا رہے ہوتے۔ اے اللہ! آپ کے بے پایاں احسان و کرم کا صدقہ ہے کہ ہماری نالائقیوں کا علم ہوتے ہوئے بھی اپنے فضل و کرم کی ہم پر بارش فرمادی۔

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم
تو توانی عفو کردن در حریم

اے اللہ! اگر ہمارے گناہ عظیم ہیں تو آپ ہمارے گناہوں سے کہیں زیادہ عظیم ہیں۔ ہمارے گناہوں کی عظمتیں آپ کی عظمتوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں۔ چاہے زمین و آسمان ہمارے گناہوں سے بھر جائیں لیکن آپ کی عظمتوں کے سامنے وہ ایک ذرّہ کے برابر بھی نہیں کیوں کہ آپ کی عظمتیں غیر محدود اور ہمارے گناہ محدود ہیں اور کثیر محدود بھی غیر محدود کے سامنے ایک بے حقیقت اقلیت ہوتا ہے۔ پس اگر حرمِ کعبہ کے اندر بھی ہم سے کوئی گناہِ عظیم ہو جائے تو اے اللہ! آپ اس کو بھی معاف کرنے پر قادر ہیں، کیوں کہ بڑے سے بڑا گناہ بھی آپ کی رحمت سے بڑا نہیں ہو سکتا، اس لیے آپ اس کو بھی معاف کرسکتے ہیں کیوں کہ آپ قادرِ مطلق ہیں۔ سبحان اللہ! مولانا رُومی نے اللہ تعالیٰ کی کیا عظمت بیان کی۔

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۵ر شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۱ر فروری ۱۹۹۱ء

بروز جمعرات، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

ماز حرص و آز خود را سوختیم
ویں دعا راہم زتو آموختیم

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی بارگاہِ حق تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! ہم نے حرص اور طمع اور شہوتوں سے خود کو سوختہ کر دیا، یعنی ہم نے لالچ اور شہوت اور نفسانیت سے اپنے کو جلا کے خاک کر دیا، کیوں کہ ہر گناہ سے آگ پیدا ہوتی ہے، ہر گناہ گار تڑپتا رہتا ہے، بے چین رہتا ہے۔ اسی لیے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

اُف کتنا ہے تاریک گناہ گار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

گناہ گاروں کی دنیا کس قدر اندھیری ہے اور اللہ کے نیک بندوں کی دنیا انوار سے بھری ہوئی ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اہلِ تقویٰ اور اہلِ معصیت دونوں کے چہروں سے پتا لگ جاتا ہے کہ اہلِ تقویٰ کے دلوں میں سکون و اطمینان کی سلطنت ہے اور اہلِ معصیت کے دلوں میں بے سکونی اور بے چینی کا راج ہے۔ عاشقانِ خدا اللہ تعالیٰ کے نور میں غرق ہیں اور اہلِ رومانٹک بے چینی کے بحر اٹلانٹک میں غرق ہیں۔ جنہوں نے نفس کی بات مانی انہیں پل بھر کو چین نہیں ملتا۔ اسی لیے مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! نفس نے ہم کو جلا کے خاک کر دیا لیکن یہ دعا

www.khanqah.org

بھی ہم نے آپ ہی سے سیکھی ہے:

رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ٜ وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۹؎

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ مندرجہ ذیل ملفوظ حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے جزیرہ ری یونین خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سینٹ پیر میں ۳۰/جون ۱۹۹۸ء کو بیان فرمایا۔ احبابِ ری یونین کی دعوت پر حضرت مُرشدی دامت برکاتہم کا یہ پانچواں سفر تھا۔ اس مضمون کو سن کر بعض بڑے علماء جو اس وقت وہاں موجود تھے وجد میں آگئے اور فرمایا کہ اس آیت کی ایسی تشریح نہ ہم نے کہیں دیکھی نہ سنی۔ لہٰذا موضوع کی مناسبت کی وجہ سے یہ مضمون یہاں شامل کیا جاتا ہے۔ جامع)

جب کوئی بادشاہ خود معافی کا مضمون بتائے تو یہ دلیل ہے کہ وہ معاف کرنا چاہتا ہے اور ہماری بگڑی کو بنانا چاہتا ہے۔ اے اللہ! آپ احکم الحاکمین ہیں، سلطان السلاطین ہیں، آپ کا یہ معافی کا مضمون نازل فرمانا گویا آپ کی طرف سے اعلان ہے کہ فکر نہ کرو، تمہاری بربادی کی منتہا کو یعنی تمہاری منتہائے تخریب اور منتہائے بربادی کو ہم اپنے ارادۂ تعمیر کے نقطۂ آغاز سے درست کرسکتے ہیں، ہم سو برس کے کافر اور ڈاکو کو پل بھر میں ولی اللہ بنا سکتے ہیں ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

پس رَبَّنَا ہی میں آپ نے اپنی محبت کا رس گھول دیا، رَبَّنَا کہلا کر اپنی محبت کی چھری سے ہمیں ذبح کردیا کہ اے ظالمو! میں تمہارا پالنے والا ہوں، کہیں اپنے پالنے والے کی بھی نافرمانی کی جاتی ہے اپنے پالنے والے کی نافرمانی کرنا انتہائی بے وفائی، بے غیرتی اور کمینہ پن ہے، تم کتنے بے غیرت ہو کہ اپنے پالنے والے کو ناراض کرتے ہو۔ اور رَبَّنَا کُلّی مشکک ہے اور کلی مشکک وہ کلی ہے جس کے افراد متفاوت المراتب ہوتے ہیں، لہٰذا ہر شخص کا رَبَّنَا الگ الگ ہے۔ اولیائے صدیقین کا رَبَّنَا الگ ہے، عام مؤمنین کا رَبَّنَا الگ ہے،

۹؎ الاعراف:۲۳

www.khanqah.org

گناہ گاروں کا رَبَّنَا الگ ہے، ہر ایک کا رَبَّنَا بقدر اس کی ندامت کے الگ الگ ہو گا اور ہر شخص کی ندامت بقدر اس کے تعلق اور محبت کے الگ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ سے جس کو جتنا شدید تعلق ہو گا اتنی ہی شدید ندامت اس کو ہو گی اور جتنی شدید ندامت ہو گی قلب کی اتنی ہی گہرائی سے اس کا رَبَّنَا نکلے گا، لہٰذا رَبَّنَا کے افراد متفاوت المراتب ہیں۔

اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کے لیے نازل فرمایا ہے۔ یہ ملائکہ کے لیے نہیں ہے کیوں کہ ان سے خطا نہیں ہوتی، وہ معصوم الفطرت ہیں، لہٰذا یہ ہمارے لیے بذریعہ بابا آدم علیہ السلام عطا فرمایا۔ گناہ گاروں کے لیے معافی کا یہ سرکاری مضمون ہے جس کے ایک ایک لفظ میں پیار ہے، ورنہ مجرم کو سخت الفاظ میں ڈانٹتے ہیں کہ معافی مانگ، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیار سے سمجھایا ہے کہ تم سے خطا ہو جائے تو کہو: رَبَّنَا اے ہمارے پالنے والے۔ ان کلماتِ استغفار میں ہی تمہیں ہمارا پیار مل جائے گا۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا پیار نہیں ہے کہ رَبَّنَا سکھا کر اپنا رشتہ بتا دیا کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں ورنہ خالی اَللّٰھُمَّ بھی سکھا سکتے تھے، لیکن یہاں رَبَّنَا سکھایا تا کہ میرے بندوں کو معافی کی اُمید ہو جائے کیوں کہ پالنے والا جلد معاف کر دیتا ہے جیسے ماں باپ بچوں کو جلد معاف کر دیتے ہیں۔ رَبَّنَا سکھا کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُمید دلا دی کہ گھبراؤ مت، ہم تمہارے پالنے والے ہیں، تمہاری جلد معافی ہو جائے گی، اگر ہمیں تم کو معاف کرنا نہ ہوتا تو ہم تم سے رَبَّنَا نہ کہلاتے۔ جب باپ اپنے بچے کو سکھائے کہ یوں کہو کہ اے میرے ابو! مجھے معاف کر دیجیے تو معلوم ہوا کہ باپ کا ارادہ معافی ہی دینے کا ہے ورنہ سزا کا یہ عنوان نہیں ہوتا۔ اگر باپ بیٹے کو ڈنڈے لگانا چاہتا ہے تو یہ نہیں سکھائے گا کہ کہو: یَا اَبَوِیَّ بلکہ دوڑا لے گا کہ ٹھہر نالائق! ابھی تیری پٹائی لگاتا ہوں۔ یا ابوی سکھانا دلیل ہے باپ کی شفقت کی اور رَبَّنَا سکھانا دلیل ہے حق تعالیٰ کی شفقت اور رحمت کے نزول کی۔ لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ کا یہ سکھانا کہ مجھے صرف اللہ نہ کہو، خالی رب بھی نہ کہو بلکہ کہو رَبَّنَا اے ہمارے پالنے والے، یہ پیار کا جملہ دلیل ہے کہ باوجود تمہاری خطاؤں کے اب ہم تمہیں پیار کرنے والے ہیں، تمہارے گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں، اب تمہیں اپنا پیارا بنانے والے ہیں۔ رَبَّنَا سکھا کر گناہوں سے معافی بھی دے دی اور رَبَّنَا کا مزہ اور نشہ بھی دے دیا۔ گناہ گاروں کو مزہ دے دے کر معافی دے رہے ہیں ورنہ مزہ دینا اللہ تعالیٰ

www.khanqah.org

کے ذمہ واجب نہیں۔ فضلاً واحساناً گناہ گاروں کو معافی کا سرکاری مضمون ایسا دیا کہ میرے بندوں کو رَبَّنَا کہنے کا مزہ بھی آجائے۔ جب کوئی بچہ کہتا ہے کہ میرے ابّو، تو کیا اس بچے کو مزہ نہیں آتا؟ تو میرے ربّا کہنے میں کیا بندے کو مزہ نہیں آئے گا؟ رَبَّنَا کہنے کا مزہ الگ ہے، ظَلَمْنَا کہنے کا مزہ الگ ہے، اَنْفُسَنَا کہنے کا مزہ الگ ہے، جو ابھی بیان کروں گا جو میرا مالک میرے دل کو عطا فرمارہا ہے۔ ہر ہر لفظ میں مزہ ہی مزہ ہے، مزے کا سمندر بھرا ہوا ہے، محبت کا رس بھرا ہوا ہے۔ کیا کہوں کیسا کریم مالک ہے کہ اپنے گناہ گار بندوں کی معافی کا سخت مضمون نازل نہیں فرمایا بلکہ استغفار کے کلمات میں بھی لطف اور مہربانی اور کرم اور پیار اس ارحم الراحمین نے رکھ دیا۔

پہلے رَبَّنَا سے اور اس کے بعد ظَلَمْنَا سے ہمارے اعترافِ ظلم کو اور سنگین کر دیا، ہماری ندامت کو اور زیادہ کر دیا کہ تم اپنے پالنے والے کی نافرمانی کرتے ہو، جس کی روٹی کھاتے ہو اسی کو ناراض کرتے ہو۔ جس کی روٹی سے تمہارے جسم میں خون بنتا ہے، خون تو لال تھا لیکن وہی خون تمہاری آنکھوں میں نور سے تبدیل ہو گیا، کانوں میں وہی خون قوتِ سامعہ سے تبدیل ہو گیا، ناک میں وہی خون قوتِ شامہ بن گیا، زبان میں وہی خون قوتِ ذائقہ بن گیا، سفید بالوں کو وہی خون سفیدی دیتا ہے اور کالے بالوں کو سیاہی دیتا ہے اور تمام اعضا میں جا کر ان اعضا کی قوت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ میری روٹیوں سے تمہارے جسم کے کارخانے میں قوتوں کا خزانہ پیدا ہو رہا ہے اور میری روٹیاں کھا کر تم میری ہی نافرمانی کرتے ہو، لہٰذا کہو: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اے ہمارے پالنے والے! آپ ہی کی ربوبیت سے ہم جیتے ہیں اور آپ ہی کی ربوبیت سے ہم جینے کی طاقت پاتے ہیں۔ پس ہم ظالم ہیں، کتنے سخت ظالم ہیں کہ اپنے پالنے والے کی روٹیاں کھا کر اسی کی مرضی کے خلاف کام کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنے پالنے والے سے اپنے ظلم کا اعتراف کرو۔ اس استغفار میں بھی ڈانٹ نہیں ہے، مزہ ہی مزہ ہے کہ پہلے رَبَّنَا کہنے کا مزہ لوٹو کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں اور تم نے کس کی نافرمانی کی ہے، پھر ظَلَمْنَا کا مزہ لوٹو کہ اس اعترافِ ظلم میں بھی مزہ ہے۔ کیا کہوں اہلِ عشق سے پوچھو کہ عاشقوں کو اپنی خطاؤں کے اعتراف میں اور محبوب سے معافی مانگنے میں کیا مزہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم گناہ گاروں کو یہی مزہ عطا فرمارہے ہیں کہ کہو: ہم بڑے ظالم اور نالائق ہیں کہ آپ جیسے

www.khanqah.org

پالنے والے مالک کو ناراض کررہے ہیں۔ ظَلَمۡنَا سے پہلے اپنی صفتِ ربوبیت بیان کرکے اللہ تعالیٰ نے ہمارے گناہوں کی ندامت کو اور زیادہ قوی کردیا کہ اپنے پالنے والے کی نافرمانی کرنانہایت غیر شریفانہ حرکت ہے۔رَبَّنَا کی وجہ سے ہماراظَلَمۡنَا بھی قوی ہوگیا ، ہماری ندامت کو بڑھاکر قربِ ندامت کو بھی بڑھادیا،کیوں کہ قربِ ندامت بقدرِ ندامت اور نزولِ رحمت بقدرِ ندامت ہوتا ہے۔ جتنی زیادہ ندامت ہوگی اتناہی زیادہ تجلیاتِ مغفرت اور تجلیاتِ رحمت کانزول ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ ظَلَمۡتُ کیوں نہیں سکھایا ظَلَمۡنَا کیوں سکھایا؟ تو جواب یہ ہے کہ کبھی نگاہ نامحرموں کو دیکھ کر گناہ کرتی ہے، کبھی زبان ان سے باتیں کرکے یا حرام غذا چکھ کر گناہ گار ہوتی ہے، کبھی کان نامحرموں کی آواز سن کر یا گانے سن کر مزہ لیتے ہیں، کبھی ہاتھ حسینوں کو چھو کر مجرم ہوتے ہیں، کبھی پاؤں ان کی گلی میں جا کر حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہیں غرض بِجَمِیۡعِ اَعۡضَاءِ نَا ہم ظلم کرتے ہیں تو ظَلَمۡنَا کا حکم اس لیے دیا کہ گویا ہمارے جمیع اعضامل کر معافی مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پالنے والے! ہمیں معاف کردیجیے۔

اور اَنۡفُسَنَا میں ایک معرفت عطا فرمائی کہ گناہ کرکے تم نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا، تمہارے ظلم اور تمہارے گناہ کا نقصان تم ہی کو پہنچا۔ اگر ساری دنیا کافر، سرکش اور نافرمان ہوجائے تو اللہ کی عظمت میں ایک ذرّہ کمی نہیں آسکتی اور ساری دنیا ایمان لا کر سجدے میں گر جائے تو اللہ کی عظمت میں ایک ذرّہ اضافہ نہیں ہوسکتا۔ تمہارے گناہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے، لہٰذا تمہیں معاف کرنا ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں۔ معاف کرنا اس کو مشکل ہوتا ہے جس کو کوئی نقصان پہنچ جائے، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا اس آیت کی تفسیر کرتی ہے یَامَنۡ لَّاتَضُرُّہُ الذُّنُوۡبُ اے وہ ذات جس کو ہمارے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچا وَلَاتَنۡقُصُہُ الۡمَغۡفِرَۃُ اور ہمیں بخش دینے سے جس کے خزانۂ مغفرت میں کوئی کمی نہیں آتی فَاغۡفِرۡلِیۡ مَالَا یَضُرُّكَ لہٰذا میرے گناہوں کو جو آپ کو کچھ مضر نہیں معاف کردیجیے وَھَبۡ لِیۡ مَالَا یَنۡقُصُكَ [۸۰]

۸۰؎ شعب الایمان للبیھقی: ۵/۴۶۵ (۷۳۰۵)، ھذا دعاء ابی بکر الساسی، فصل فی قراءۃ القرآن بالتفخیم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

اور آپ کی مغفرت کا وہ خزانہ جو کبھی ختم نہیں ہوتا ہمیں بخش دیجیے۔

پس اَنْفُسَنَا سے ہماری ندامت کو اور بڑھا دیا کہ گناہ سے تم نے اپنا ہی نقصان کیا لہٰذا اب کہو: وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا اگر آپ ہمیں نہیں معاف کریں گے تو ہم کہاں جائیں گے، ہمارا کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے، آپ کے در کے سوا کوئی اور دروازہ بھی نہیں ہے۔

وَاِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ
فَمَنْ ذَا الَّذِیْ يَدْعُوْ وَيَرْجُوالْمُجْرِمُ

اگر نیکوکار ہی آپ سے اُمید رکھ سکتے ہیں تو کون ہے وہ ذات جس کو مجرم اور گناہ گار پکارے۔

نہ بخشے سوا نیک کاروں کے گر تو
کہاں جائے بندہ گناہ گار تیرا

اس کے بعد وَتَرْحَمْنَا کا مزہ لوٹو کہ مغفرت کے بعد سزا سے تو بچ گئے لیکن سزا سے بچنا کافی نہیں، ہم آپ کی رحمتوں کے بھی محتاج ہیں، ہم پر عنایات بھی کیجیے۔ اگر کوئی کہہ دے کہ جاؤ معاف کر دیا لیکن خبردار اب کبھی میرے سامنے نہ آنا تو تَغْفِرْ لَنَا اس کا ہو گیا لیکن تَرْحَمْنَا نہیں ہوا۔ تَرْحَمْنَا کہلا کر اللہ تعالیٰ نے یہ سکھایا کہ تم میری عنایات کے بھی محتاج ہو۔ اگر میں خالی تمہاری سزاؤں کو معاف کر دوں لیکن اپنی رحمتوں سے محروم رکھوں تو بھی تمہارا کام نہیں بنے گا۔

حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمت میں چار نعمتیں پوشیدہ ہیں: ۱) گناہوں کی وجہ سے ہماری توفیقِ طاعت کم ہو گئی تھی، عبادت کا مزہ چھن گیا تھا، لہٰذا اب توفیقِ طاعت کو دوبارہ جاری فرما دیجیے۔ اور ۲) فراخیٔ معیشت بھی عطا فرمائیے، کیوں کہ گناہوں کی وجہ سے روزی میں کمی آجاتی ہے، رزق میں برکت نہیں رہتی۔ اور ۳) بے حساب مغفرت فرمائیے۔ اور ۴) دخولِ جنت نصیب فرمائیے۔

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "روح المعانی" میں رحمت کی عجیب وغریب تفسیر کی ہے کہ جب گناہوں کی معافی ہو گئی اور ہمارے گناہ کے آثار وشواہد ختم کر دیے گئے اور مغفرت بھی ہو گئی اور ہمارے گناہوں کو اللہ نے مخلوق سے چھپا دیا اور نیکیوں کو ظاہر فرما دیا لہٰذا اب ہم پر اپنی رحمت کا نزول بھی فرمائیے:

www.khanqah.org

تَفَضَّلْ عَلَيْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اسْتِحْقَاقِنَا بِاَفَانِيْنِ الْعِقَابِ[۸۱]

ہم پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش فرمایئے باوجود اس کے کہ ہم طرح طرح کے عذابوں کے مستحق تھے۔ جیسے چھوٹے بچے کی جب معافی ہو جاتی ہے تو باپ سے کہتا ہے کہ ابو! اب مجھے ٹافی بھی دیجیے، سائیکل بھی دلایئے، کلفٹن کی سیر بھی کرایئے۔ اسی طرح اللہ میاں ہمیں سکھا رہے ہیں کہ جب میں نے تمہیں معاف کر دیا، اور تمہاری مغفرت فرمادی اور میں تم سے خوش ہو گیا تو اب مجھ سے مانگو کہ اپنی رحمتوں کی ہم پر بارش فرمادیجیے۔

وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا کے ایک جملے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سارے غیر اللہ سے کاٹ دیا کہ سارے عالم سے نااُمید ہو جاؤ۔ اگر ساری دنیا تمہیں معاف کر دے تو تمہارا ذرّہ برابر فائدہ نہیں، جب ہم معاف کریں گے تب تمہاری معافی ہو گی۔ میرے سوا اور کون تم کو معاف کر سکتا ہے؟ اگر امریکا جاپان جرمن سب مل کر سلامتی کونسل میں اعلان کر دیں کہ فلانے مجرم کو معاف کر دیا گیا تو کیا تمہاری معافی ہو جائے گی؟ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ[۸۲] اللہ کے سوا کون ہے جو تم کو معافی دے دے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ اگر آپ ہمیں معاف نہیں کریں گے اور اپنی رحمتوں کی نوازش ہم پر نہیں فرمائیں گے تو لام تاکید بانون ثقیلہ سے کہو: لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ہم بہت زبردست خسارے میں پڑ جائیں گے، اتنا بڑا خسارہ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں لہٰذا ہمیں خسارہ والوں میں نہ کیجیے۔ معلوم ہوا کہ ایک قوم ایسی ہے جو خسارے میں ہے اور اس کی دلیل وَ الْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ہے کہ سارے انسان خسارے میں ہیں اور اس خسارے سے مستثنیٰ کون ہیں اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیا اور ہمارا گناہ عملِ صالح کے خلاف ہے اور خسارے والوں سے استثنا ان ہی لوگوں کا ہے جو مومن بھی ہوں اور عملِ صالح بھی کرتے ہوں اور دعوت الی اللہ بھی دیتے ہوں، وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ امر بالمعروف اور

---

۸۱ روح المعانی: ۱۱/۴۲، ذکر تفسیرہ فی سورۃ التوبۃ (۱۱۷)، دار احیاء التراث، بیروت

۸۲ اٰل عمرٰن: ۱۳۵

www.khanqah.org

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ [۸۳] نہی عن المنکر ہے لہٰذا اے اللہ! اگر آپ کی صفتِ مغفرت ورحمت ہم پر مبذول نہ ہوگی یعنی اگر آپ ہمیں معاف نہیں کریں گے اور ہم پر رحم نہیں فرمائیں گے تو لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ہم ان ہی خسارہ والوں میں من تبعیضیہ بن کر داخل ہو جائیں گے یعنی ان خسارے والوں کا جز بن جائیں گے اور یقیناً بڑے خسارے میں پڑ جائیں گے کہ کوئی ہمارا ٹھکانہ نہ ہوگا۔

اُٹھا کر سر تمہارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

اور یہ کلام اللہ کی بلاغت ہے کہ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ فرمایا۔ اگر صرف خَاسِرِيْنَ نازل ہوتا تو یہ بلاغت پیدا نہ ہوتی، من تبعیضیہ ہے اور الف لام استغراق کا ہے جس سے وہ تمام اقوامِ خاسرین اس میں شامل ہو گئیں جن پر ان کے ظلم کے سبب عذاب نازل ہوا۔ اس میں قومِ لوط اور قومِ عاد وثمود اور جملہ اقوام خاسرین آ گئیں، جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اے رب! اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم ان خائب وخاسر قوموں کا ایک جز بن جائیں گے، لہٰذا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ میں کیا مزہ ہے، مانگ مانگ کر یہ مزہ لوٹ لو۔ جیسے کوئی بچہ باپ سے کہے کہ ابو! اگر آپ مجھے معاف نہیں کریں گے اور مجھ پر رحم نہیں کریں گے تو میرا اور ہے کون! میں تو بہت خسارے میں پڑ جاؤں گا، لہٰذا کوشش کرو اور جان کی بازی لگا دو کہ کوئی گناہ نہ ہو، لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ خطا بر بنائے بشریت ہوگی، لہٰذا رَبَّنَا ظَلَمْنَا کی رٹ لگائے رہیے کیوں کہ ہماری ہر سانس مجرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے اور ہماری طاقتِ اطاعت اور طاقتِ تقویٰ محدود ہے، تو محدود طاقتیں غیر محدود کا حق کیسے ادا کر سکتی ہیں، اس لیے ہماری ہر سانس رَبَّنَا ظَلَمْنَا کی محتاج ہے۔

حرمتِ آں کہ دعا آموختی
در چنیں ظلمت چراغ افروختی

۸۳؎ العصر:۱-۳

www.khanqah.org

اے اللہ! آپ کے اس فضل کی حرمت کا صدقہ کہ آپ نے قرآنِ پاک میں دُعا مانگنا سکھادیا اور دُعا سکھا کر ہمارے گناہوں کے اندھیروں میں آپ نے اُمید کا چراغ روشن فرمادیا۔

دستگیر و راہنما توفیق دہ
جرم بخش وعفو کن بکشا گرہ

اے رب! ہماری مدد فرمایئے اور صراطِ مستقیم یعنی صحیح راستہ دکھایئے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے یعنی جو اعمال آپ کی منزل سے قریب کرنے والے ہیں ان پر عمل کی اور جو آپ سے دور کرنے والے ہیں ان سے بچنے کی راہ کو آسان فرما۔ علماء اور محدثین نے توفیق کی تین تعریفیں لکھی ہیں:

۱) تَوْجِيْهُ الْاَسْبَابِ نَحْوَ الْمَطْلُوْبِ الْخَيْرِ۔ تَوْجِيْهٌ وَجْهٌ سے ہے جس کے معنیٰ ہیں چہرہ سامنے کردینا یعنی خیر کے اسباب سامنے آجائیں۔ جیسے کسی بزرگ کے پاس آنے جانے لگے اور اس طرح یہ بھی اللہ والا ہو جائے، یہ ہے خیر کے اسباب پیدا ہونے کی ایک مثال۔

۲) تَسْهِيْلُ طَرِيْقِ الْخَيْرِ وَتَسْدِيْدُ طَرِيْقِ الشَّرِّ۔ یعنی خیر کے راستوں کو اللہ آسان کردے اور گناہوں کے راستوں کو مشکل کردے۔ مثلاً: کسی خانقاہ یا مسجد کے پاس کسی کو گھر مل جائے اور یہاں سے دینی باتیں سننے کی توفیق ہوگئی اور کسی اللہ والے کی صحبت نصیب ہوگئی تو نیک کام اس کو آسان ہوگئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ خیر کے راستے پیدا فرمادیتے ہیں۔ اسی طرح کوئی گناہ کے راستے پر چلنا چاہتا ہے لیکن دل میں پریشانی آجاتی ہے جس سے گناہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ ہے شر کے راستوں کو مسدود کرنے کی مثال۔

۳) خَلْقُ الْقُدْرَةِ عَلَى الطَّاعَةِ۔[۸۴] یعنی اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کے لیے قوت پیدا کردے۔ یہ تینوں تعریفیں مولانا سید اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہیں جو دیوبند کے بہت بڑے عالم تھے۔

۸۴؎ شرح مقامات للشیخ اعزاز علی: ۴۲، مطبوعۃ دیوبند

www.khanqah.org

مولانا رُومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ مدد کر دیجیے کہ آپ مدد کرنے والے اور راستہ دکھانے والے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر منزل تک پہنچا بھی دیجیے اور میری خطاؤں کو معاف فرما دیجیے، میرے جرائم کو بخش دیجیے اور میرا نفس آپ کی راہ میں مشکلات پیدا کرتا ہے آپ ان کو دور فرما دیجیے۔

اے خدا ایں بندہ رارُسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن

حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء کی نماز کے بعد یہ شعر پڑھنا شروع کیا اور ساری رات حرمِ کعبہ میں اس کو پڑھ پڑھ کر روتے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی۔

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا! اس بندے کو رُسوا نہ فرمایئے، اگرچہ میں لاکھ گناہ گار ہوں لیکن میرے گناہوں کے بھید کو اپنی مخلوق پر ظاہر نہ کیجیے۔ میرے عیوب کو اپنے دامنِ رحمت میں چھپائے رکھیے۔

اے خدائے رازدان خوش سخن
عیبِ کار بد زماں پنہاں مکن

اے اللہ! آپ ہمارے راز کو جانتے ہیں اور آپ خوش سخن ہیں یعنی آپ کے کلام کا کیا کہنا ہے، ہمارے بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے پوشیدہ نہ کیجیے، بلکہ بُرے کاموں کی بُرائی آپ اپنے اس کلامِ عالی شان کے ذریعے جو بغیر حروف والفاظ کے پیدا ہوتا ہے ہمارے دل میں ڈال دیجیے۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی فرماتے ہیں کہ بس صرف آواز نہیں آتی ورنہ دل میں ہر وقت باتیں ہوتی رہتی ہیں کہ یہ کرو، یہ نہ کرو، یہ کام اچھا ہے، وہ کام بُرا ہے۔ پس اے اللہ! آپ کا کلام الفاظ و حروف کا محتاج نہیں، بُرے کاموں کی بُرائی آپ ہمارے دل میں ڈالتے رہیے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بُرائیاں ہمیں اچھی لگنے لگیں۔ جب انسان پر عذاب آتا ہے تو گناہ اچھے لگنے لگتے ہیں۔ مولانا رُومی نے کتنی پیاری دُعا مانگی ہے کہ گناہوں کی بُرائی کو ہم سے پوشیدہ نہ کیجیے یعنی بُرائی کو بُرائی ہی کے

www.khanqah.org

طور پر دکھایئے، ایسا نہ ہو کہ ہم گناہوں کو اچھا سمجھنے لگیں۔ جیسے گلاب جامن میں کوئی جمال گوٹے کا قطرہ ڈال دے تو جمال گوٹہ نظر تو نہیں آتا، لیکن گلاب جامن کھانے کے بعد پھر اپنا کام دکھاتا ہے اور دست پر دست شروع ہو جاتے ہیں، گویا دست بدست جنگ کا عالم ہوتا ہے۔ جس پر میں نے مزاحاً ایک شعر کہا ہے کہ ؎

دست بدست جنگ کا عالم
کیا غضب کا جمال گوٹہ تھا

میرے ایک دوست ڈاکٹر تھے۔ کہنے لگے کہ جن دنوں میں الٰہ آباد میڈیکل کالج میں پڑھ رہا تھا، میری امّاں نے میرے لیے خستہ پکا کر بھیجا۔ کالج کے لڑکوں نے میری غیر موجودگی میں تالا توڑ کر میرا خستہ کھالیا تو میں نے دل میں کہا کہ اچھا بدلہ لوں گا۔ لہٰذا میں گلاب جامن لے آیا اور ہر گلاب جامن میں انجکشن کے ذریعے سے جمال گوٹے کا ایک قطرۂ عرق ڈال دیا۔ کالج کے لڑکوں کے منہ کو حرام مزہ لگا ہوا تھا، گلاب جامنوں کو دیکھ کر تو ان کے مزے آگئے، خستہ خستہ گلاب جامن کھا تو گئے لیکن برجستہ دست آنے لگے۔ اب سب لوٹا لے کر دوڑ رہے ہیں۔ میڈیکل کالج کے پرنسپل نے جو دیکھا کہ یہ لوگ لوٹا لے کر دوڑتے ہیں اور واپس آکر زمین پر لوٹا رکھنے نہیں پاتے کہ دوبارہ دوڑتے ہیں، اس نے کلکٹر کو فون کیا کہ میرے کالج میں ہیضہ پھیل گیا ہے، فوراً ہیلتھ آفیسر کو بھجوایئے، لہٰذا ہیلتھ آفیسر لال دوا لے کر دوڑا ہوا آیا لیکن وہاں ہیضہ کہاں تھا، کچھ اور ہی معاملہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس کے بعد وہ اپنا کھانا بغیر تالے کے رکھا کرتے تھے لیکن پھر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ان کی کوئی چیز چھو لے۔

اسی طرح جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو گناہ کی لذت کے سامنے اس کا نقصان اور بُرائی نظر نہیں آتی، اسی لیے مولانا دُعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! گناہوں کی بُرائیوں کو ہم پر ظاہر فرما دیجیے تاکہ گناہوں سے بچنا ہمیں آسان ہو جائے۔

اب دُعا کرلو کہ یاربّ العالمین! حضرت جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ درس جو ہمارے بزرگوں نے دیا اختر نے اس کی نقل کی ہے، آپ اپنی رحمت سے اصل

www.khanqah.org

کی برکت سے اس میں فیض اوراثر اور برکت ڈال دیجیے۔ ہم سب کی رُوحوں کو اپنے پر فدا کر لیجیے۔ اے اللہ! ہماری ہر سانس کو اپنی ذات پاک پر فدا ہونے کی توفیق دے کر ہماری زندگی کو قیمتی بنا دیجیے، ایک سانس بھی اپنی ناراضگی میں ہمیں نہ گزارنے دیجیے اور ہماری زندگی کو حقیر اور ذلیل نہ کیجیے۔ اے اللہ! ہم آپ کو ناراض کر کے دنیا میں جانور سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتے ہیں، کیوں کہ جانور کو آپ نے عقل نہیں دی ہم کو آپ نے عقل دی ہے، پھر بھی ہم آپ کو ناراض کرتے ہیں، آپ کو اپنا رب مان کر، آپ پر ایمان لا کر بھی ہم آپ کی ناراضگی کے اعمال کی جرأت کرتے ہیں۔ آپ اپنی رحمت سے اس مثنوی شریف کے درس کو قبول فرمایئے اور اس کی برکت سے مولانا رُومی کی رُوحانیت کے صدقے میں اپنا عشقِ کامل، اپنی محبّتِ کاملہ ہمیں عطا فرمایئے، ہمارا دل اللہ والوں کا دل بنا دیجیے۔ اے اللہ! اس سینے میں دل بدل دیجیے، پاپی دل کو اللہ والا دل اپنی رحمت سے بنا دینا آپ پر کچھ مشکل نہیں، ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے دل کو اللہ والا دل بنا دیجیے، بلکہ اولیائے صدّیقین کی جو آخری سرحد ہے اس تک پہنچا دیجیے کیوں کہ ہماری زندگی کے چند دن رہ گئے ہیں، ہم سب کی حیات کو اللہ والی حیات بنا کر اور اپنے دوستوں کو اپنے نام کی جو لذت آپ عطا فرماتے ہیں کہ جس سے ہفتِ اقلیم کی سلطنت ان کی نگاہوں سے گر جاتی ہے ہم سب کو اپنی محبت کی وہی مٹھاس عطا فرمایئے۔ نفس وشیطان کی غلامی سے نکال کر اپنی پوری فرماں برداری کی زندگی عطا فرما دیجیے اور عالمِ اسلام کو اے اللہ! آبرو عطا فرمایئے۔ خلیج کی جنگ کو مسلمانوں کے لیے مفید بنا دے، شر کو بھی خیر بنا دے اور ظالموں کو، یہود و نصاریٰ کو اور جملہ کفار کو جو مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں ان کے ظلم کے موافق سزا دے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۶ر شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۲ر فروری ۱۹۹۱ء

بروز جمعۃ المبارک، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

عیب کار نیک را منما بما
تا نہ گردیم از روش سر در ہبا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! جو نیک اور اچھے کام ہیں انہیں ہم کو بُرا مت دکھا یعنی اچھے کام کو اچھا دکھایئے، ایسا نہ ہو کہ اچھے کاموں کو ہم بُرا سمجھنے لگیں اور راہِ سلوک سے ہٹ کر گمراہی کے گرد و غبار میں سرگرداں اور پریشان ہو جائیں، کیوں کہ اگر آپ نے اچھے کاموں کو ہماری نگاہوں میں اچھا نہ دکھایا تو اندیشہ ہے کہ ہم اس کام کو چھوڑ کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک جائیں اور عمر بھر کی حیرانی و پریشانی میں مبتلا ہو جائیں، کیوں کہ جب کسی شامتِ عمل سے اچھے کام بُرے نظر آنے لگتے ہیں تو اللہ والے، خانقاہیں، پیری مُریدی کو وہ کہتا ہے کہ ان چیزوں میں کیا رکھا ہے۔ اس کو اللہ والے اور ان سے تعلّق رکھنے والے بے وقوف معلوم ہوتے ہیں، وہ حق اور باطل میں تمیز نہیں کر سکتا اور سچے اللہ والے اور جھوٹے پیر اس کو ایک ہی جیسے نظر آتے ہیں۔ اس لیے کتنے لوگ شیخِ کامل سے بدگمان ہو کر برباد ہو گئے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک عالم ایسا تھا کہ حکیم الاُمت کے تین تین گھنٹے کے اُردو وعظ کو عربی میں لکھتا جاتا تھا، یہ انتہائی قابلیت کی بات ہے کہ اُردو تقریر ہو رہی ہے اور اس کو عربی میں لکھتا جا رہا ہے، گویا اس کی عربی اور اُردو میں کوئی فرق نہیں تھا، لیکن اسی شخص نے بدگمانی کی اور تنخواہ بڑھوانے کے لیے درخواست دی۔ حضرت نے فرمایا کہ آج کل کچھ موقع نہیں ہے۔ بس بدگمان ہو گیا کہ خود تو پانچ روپے کا ناشتہ کرتے ہیں، خمیرہ چاٹ رہے ہیں اور ہماری تنخواہ نہیں بڑھا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پھر شیخ کو اس نے ایسے بدتمیزی کے خط لکھے اور

www.khanqah.org

جو سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو لکھتے تھے نعوذ باللہ! وہ سلام اس نے مجدّدِ زمانہ کو لکھا کہ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی سلام ہو اس پر جو ہدایت کو قبول کرے۔ عقل پر ایسا عذاب آیا۔ آخر انتہائی پریشانی میں مبتلا ہوا، یہاں تک کہ فاقوں سے بھوکا مرنے لگا، حضرت نے اس دشمن کو ہدیہ بھی بھیجا لیکن ظالم نے واپس کر دیا، یہ ہے تکبر۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ آخر میں وہ سر سے پیر تک کوڑھی ہو گیا۔ اس لیے اپنے دینی مُربی کے بارے میں بہت محتاط رہو اور دُعا کرتے رہو کہ اے خدا! ہمیں اپنے مشائخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق عطا فرما۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تُوَقِّرُوْہُ[۸۵] میرے نبی کی توقیر کرو۔ معلوم ہوا کہ خالی شیخ کی محبت کافی نہیں ہے، محبت کو توقیر کے ساتھ جمع کرو۔ مثلاً: شیخ تو مشورہ دے رہا ہے کہ یہ کام اس طرح کرو اور مُرید کہتا ہے کہ نہیں حضرت یہ اس طرح مناسب نہیں۔ یہ بات توقیر کے خلاف ہے۔ جیسے ڈاکٹر کہے کہ یہ کیپسول تم چوبیس گھنٹے کے بعد کھانا اور مریض کہے کہ نہیں! میں بھول جاتا ہوں اس لیے ابھی کھالیتا ہوں۔ آپ بتائیے کوئی ڈاکٹر کے ساتھ ایسا کرے گا؟ تو جس طرح دنیا میں ڈاکٹروں کی بات مانتے ہو، دین کے معاملے میں اپنے شیخ کی بات کو مان لو۔

مولانا کا یہ شعر اصل میں حدیث شریف کی ایک دُعا سے مقتبس ہے یعنی اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا یا اللہ! جو اچھی بات ہے اس کو ہمیں اچھا دکھائیے وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا[۸۶] اور جو باطل اور بُری چیزیں ہیں ان کو ہمیں بُرا دکھائیے۔ یعنی جن چیزوں سے آپ خوش ہوتے ہیں بس ہماری نظر میں ان کو اچھا دکھا دیجیے اور جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ہماری نظر میں ان کو بُرا دکھا دیجیے کیوں کہ۔

از شرابِ قہر چوں مستی دہی
نیست ہارا صورتِ ہستی دہی

---

۸۵ الفتح: ۹

۸۶ التفسیر لابن کثیر: ۲۵۰/۱

www.khanqah.org

اے خدا! جب آپ کسی کو اس کے گناہوں کی سزا میں قہر و غضب کی شراب سے مست دیتے ہیں تو فانی چیزیں اس کو بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ یہ فانی حسین شکلیں اور گندے اعمال اس کو اتنے اچھے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ان سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی چیز ہے ہی نہیں اور یہ تقلیبِ ابصار اس کی سابقہ نافرمانی و سرکشی کے سبب ہوتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہیں کہ بے وجہ کسی کو عذاب میں مبتلا کریں، لیکن یہ اس کی مسلسل نافرمانی اور گناہوں کی سزا ہوتی ہے کہ اس کو حق باطل اور باطل حق نظر آنے لگتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ شامل ہے۔

گہہ چوں کابو سے نماید ماہ را
گہہ نماید روضہ قعرِ چاہ را

کابو س کہتے ہیں ڈراؤنی شکل کو۔ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کا فضل نہ ہو تو چاند جیسی پیاری شکل نہایت ڈراؤنی معلوم ہوتی ہے اور کنویں کا اندھیرا اس کو باغ نظر آتا ہے۔ فسّاق و فجّار اس کو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور اللہ والے بُرے نظر آتے ہیں، جیسے ابو جہل خبیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک نعوذ باللہ! بُرا لگتا تھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا چوں کہ دل اچھا تھا اس لیے فرماتے ہیں کہ كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[۵۸] مجھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک اتنا پیارا لگتا تھا کہ جیسے آپ کے روئے انور میں آفتاب چل رہا ہو۔

اصل میں دل کی بدگمانی کی وجہ سے اللہ والے بُرے لگتے ہیں۔ جیسے ایک عورت اپنے بچے کا پائخانہ صاف کر رہی تھی، اُنگلی میں گُو لگا ہوا تھا کہ اس کو چاند نظر آگیا، عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ تعجب کے وقت یا بات کرتے وقت ناک پر اُنگلی رکھ لیتی ہیں تو اس نے ناک پہ یوں اُنگلی رکھ کر کہا کہ اری بہن! اس مہینے کا چاند تو بڑا بدبودار نکلا ہے۔ بات یہ ہے کہ اپنا عیب دوسرے میں نظر آتا ہے، جیسے چور ہر شخص کو چور سمجھتا ہے۔

---

۵۸ جامع الترمذی: ۲/۲۰۶، باب ما جاء فی خاتم النبوۃ، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

مولانا رُومی نے مثنوی میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک طوطے نے تیل گرا دیا تھا تو اس کے مالک نے غصے میں اس کے ایک تھپڑ لگایا جس سے طوطے کے سر کے پر جھڑ گئے اور وہ گنجا ہو گیا، طوطے نے ناراض ہو کر بولنا چھوڑ دیا۔ ایک دن ایک شخص جو عمرہ کر کے آیا ہوا تھا سر منڈا کر، وہ دوکان کے پاس سے گزرا تو اس کو دیکھ کر طوطے نے کہا کہ اچھا! معلوم ہوتا ہے کہ تو نے بھی تیل گرایا ہے اور تیرے سر پر بھی کوئی جھانپڑ لگا ہے۔ جیسے اس طوطے نے اپنے اُوپر قیاس کیا ایسے ہی اللہ کا کرم نہ ہو تو انسان اپنے بزرگوں سے بدگمان ہو جاتا ہے۔ اور اس راہ میں اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں ہے، کیوں کہ بدگمانی سے فیض بند ہو جاتا ہے جیسے کٹ آؤٹ الگ ہو جائے تو پاور ہاؤس سے بجلی آنا بند ہو جاتی ہے۔ اس لیے شیطان کا سب سے بڑا حربہ یہ ہوتا ہے کہ سالک کے دل میں اس کے دینی مُربی کی حقارت ڈال دے تاکہ یہ دین حاصل نہ کر سکے۔ پھر شیخ پر اس کو اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ بے موقع ڈانٹ دیتے ہیں، ضرورت سے زیادہ غصہ کرتے ہیں وغیرہ۔ اس لیے جب پہلے مان چکے کہ شیخ متقی ہے، اللہ والا ہے اور بزرگانِ دین کا صحبت یافتہ، خلافت یافتہ اور ان کا معتمد علیہ ہے تو جس طرح چاہے تربیت کرے۔ اس کے پاس ایسے رہو جیسے مُردہ بدستِ زندہ۔ جب وہ اللہ والا ہے تو اس کا کوئی کام خلافِ شریعت نہیں ہو گا۔ اس کا نام ہے اندھی تقلید، لیکن یہ اندھی تقلید بے داری کی تقلید سے افضل ہے، کیوں کہ اس کو فنافی الشیخ کا مقام مل رہا ہے، اس نے اپنی رائے کو شیخ کی رائے میں فنا کر دیا۔ ہاں! اگر شریعت کے خلاف کوئی حکم دے کہ تم آج مغرب کی تین کے بجائے چار رکعات پڑھو تو ایسے شیخ کو دور ہی سے سلام کرو، کیوں کہ جو شیخ شریعت میں مداخلت کرے وہ اللہ والا نہیں ہو سکتا، لیکن اگر وہ یہ کہہ دے کہ آج نفلیں چھوڑ دو یا وظیفہ کم کر دو یا خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ یا نمازیوں کے جوتے سیدھے کرو تو فوراً مان لو، یا یہ کہہ دے کہ تم غصہ چھوڑ دو، اپنے کو مٹا دو تو یہ مت سمجھو کہ ہم کو غصہ کرنے کا شرعی حق حاصل ہے۔ یا اگر شیخ کسی مُرید کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ یہ متکبر ہے اور ساری دنیا اسے متواضع کہے تو سمجھ لو کہ شیخ کا ایکسرے صحیح ہے اور ساری دنیا کی تشخیص غلط ہے۔ جو شخص شیخ کی تشخیص کو غلط سمجھتا ہے اور اس کی تجویز اور

www.khanqah.org

مشورے پر عمل نہیں کرتا وہ اس راہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ راستہ بہت نازک ہے۔ شیخ کے خلاف کر کے اس کا قلب مکدر نہ کرو، تکدرِ قلبِ شیخ سے باطن کا ستیاناس ہو جاتا ہے، دل و جان سے اس کے مشوروں پر عمل کرو۔ اگر کوئی بات پیش بھی کرنی ہو تو نہایت ادب و اکرام سے کہو، اللہ سے دُعا بھی کرو کہ کوئی ایسا عنوان و تعبیر زبان سے نہ نکلے جس سے اس کا دل دُکھ جائے۔ اللہ والوں نے اس کا بہت اہتمام کیا ہے۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ جب اللہ والوں کے خلاف خصوصاً اپنے مُربی اور شیخ کے خلاف شیطان وسوسہ ڈالے تو استغفار و توبہ شروع کر دو، کیوں کہ کسی سابقہ نافرمانی و گناہ کی سزا میں حق باطل نظر آنے لگتا ہے۔ مولانا رُومی فرماتے ہیں ؎

چوں مقلب بود حق ابصار را
اور بگرداند دل و افکار را

اللہ تعالیٰ مقلّبِ ابصار بھی ہے اور مقلّبِ قلوب و افکار بھی ہے یعنی جب وہ ہماری آنکھوں کی بصارت کو بدل سکتا ہے تو قلب کی بصیرت اور ہمارے افکار کو بدلنے پر بھی قادر ہے لہٰذا وہ اگر ہماری قوتِ فکریہ اور سوچ صحیح کر دیں تو اچھی باتیں ہمیں اچھی لگنے لگتی ہیں اور بُری باتیں بُری لگنے لگتی ہیں، اور اگر سوچ کو خراب کر دیں بوجہ ہماری شامتِ عمل کے تو بُری باتیں اچھی اور اچھی باتیں بُری لگنے لگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ذرا سی دیر میں سجدے میں پڑا ہوا قرب کے عالم میں ہے اور ذرا سی دیر میں گناہ کی گٹر لائنوں میں پھنسا ہوا ہے بقول مولانا رُومی کے ؎

سوئے آہوئے بصیدی تافتی
خویش را در صید خود کے یافتی

ایک شخص ہرن کے شکار کے ارادے سے نکلا کہ اتنے میں ایک جنگلی سور جھاڑی سے نکل کر اس کو منہ میں رکھ کر چبانے لگا۔ وہ سوچتا ہے کہ اے خدا! میں تو ہرن کا شکاری تھا لیکن آج مجھے جنگلی سور چبا رہا ہے۔ یعنی میں نے تو اللہ کو حاصل کرنے کے لیے سلوک

www.khanqah.org

طے کرنا شروع کیا تھا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ مجھ کو نفس چبا رہا ہے یعنی نفس نے مجھے گندے کاموں میں مبتلا کررکھا ہے۔ اس سے وہ لوگ ہوشیار ہوجائیں جو اللہ والا بننا چاہتے ہیں۔ وہ اگر نفس وشیطان کی بات مانیں گے تو جس طرح ہرن کا شکاری جنگلی سور کے منہ میں خوار ہوکر ہرن کے شکار سے محروم رہتا ہے اسی طرح ایسے سالکین وصول الی اللہ سے محروم رہیں گے۔ حق تعالیٰ کے تصرفاتِ عجیبہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ مولانا رُومی واقعی اولیائے اُمت میں سلطان العارفین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بیان کرتے ہیں کہ

تیر سوئے راست پرانیدۂ
سوئے چپ رفت ست تیرت دیدۂ

تم نے تیر داہنی طرف کو مارا لیکن دیکھتے ہو کہ وہ بائیں طرف جارہا ہے پھر بھی تمہیں خدا پر یقین نہیں آتا۔ تم نے جو کوشش کی تھی نتیجہ اس کے خلاف برآمد ہورہا ہے لہٰذا اپنی تدابیر کی شکست وریخت سے اللہ کو پہچانو اور اُسی سے آہ وزاری کرو۔

❖❖❖❖

دیدۂ اشک باریدہ

لذّتِ قربِ خدا امت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدۂ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اختر

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۷ر شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۳ر فروری ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

دست من ایں جا رسید ایں را بشست
دستم اندر شستنِ جان ست سُست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ میرا ہاتھ گناہ کے کاموں میں ملوث ہو کر نجس ہو گیا، اب آپ اپنے آبِ عفو و مغفرت سے اسے دھو کر پاک کر دیجیے، کیوں کہ میں اپنی پاکی اور تزکیہ میں انتہائی کاہل اور سست ہوں۔ یعنی میں نے تو گناہوں سے اپنے باطن کو ناپاک کر لیا اب آپ توفیقِ توبہ دے کر اور اپنی رحمت سے معاف فرما کر اسے پاک کر دیجیے کیوں کہ اگر آپ کی توفیق شاملِ حال نہ ہو تو میں اپنے تزکیہ کے باب میں انتہائی غافل اور لاپرواہوں۔ آپ کے فضل و رحمت و مشیت کے بغیر میرا تزکیہ محال ہے۔

اور اس شعر کا ایک ترجمہ اور بھی ہے جو زیادہ جامع ہے۔ رسید اور بشست دونوں ماضی مطلق ہیں تو معنیٰ یہ ہوئے کہ میرا ہاتھ یہاں تک پہنچ گیا اور اس کو دھو دیا یعنی ظاہری نجاست اور گندگی کو اس نے صاف کر دیا لیکن گناہوں سے جو میری رُوح نجس ہو گئی اس کو میں صاف نہیں کر سکتا کیوں کہ رُوح تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ میرا ہاتھ رُوح کو پاک کرنے میں سست ہے یعنی قادر نہیں ہے۔ جسم ناپاک ہوتا ہے پیشاب پاخانے سے اور روح ناپاک ہوتی ہے گناہوں سے اور گناہوں کی غلاظت اور گندگی پیشاب پاخانہ سے بدتر ہے کیوں کہ پیشاب پاخانے کی نجاست تو پانی سے دور ہو جاتی ہے لیکن رُوح کی نجاست توبہ کے بغیر نہیں دھلتی اور توبہ کے لیے نفس مشکل سے راضی ہوتا ہے۔ سست کے معنیٰ یہ بھی ہیں کہ میرا نفس توبہ کرنا نہیں چاہتا۔ شیطان گناہوں کا نشہ پلا دیتا ہے، اور گناہ کا مزہ جب منہ کو لگ جاتا ہے اور نفس کو گناہ کی عادت پڑ جاتی ہے تو مشکل سے چھوٹتی ہے، جیسے سگریٹ اور ہیروئن کا عادی کہ جب تک اس کو نہ ملے بے چین

www.khanqah.org

رہتا ہے۔ ایک بد نظری کے مریض کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دوکان پر کام چھوڑ کر دوپہر کی چلچلاتی ہوئی دھوپ میں تقریباً ایک میل سائیکل سے جاتا تھا اور ریل کے زنانہ ڈبے میں عورتوں کو دیکھتا اور جب ریل گزر جاتی تو پھر آکر اپنے کام میں لگ جاتا۔ یہ نفس بڑا ظالم ہے۔ جب تک اللہ کا کرم نہ ہو یہ پاک نہیں ہو سکتا۔

اسی کو مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! میرا ہاتھ ظاہری نجاست کو دھو سکتا ہے لیکن رُوح تک نہیں پہنچ سکتا کہ گناہوں کی نجاست کو دھو دے۔ رُوح کو تو آپ کا دستِ کرم ہی پاک کر سکتا ہے جو ہماری جانوں تک پہنچا ہوا ہے لہٰذا آپ ہمیں توفیقِ توبہ دے کر ہماری رُوح کو گناہوں کی نجاست سے پاک فرما دیجیے۔

مولانا رُومی نے جو مضمون بیان کیا یہی مضمون حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے بعد کی مسنون دُعا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْن[۵۸] کی تشریح میں لکھا ہے کہ اے خدا! ہم نے وضو تو کر لیا اور اپنے ظاہری اعضا پاک کر لیے لیکن ہمارے ہاتھ دل تک نہیں پہنچ سکتے، ہم اپنے دل کو پاک نہیں کر سکتے، دل کا وضو تیرے ہاتھ میں ہے لہٰذا ہمیں توفیقِ توبہ بھی دے دے تاکہ ہمارا دل بھی پاک ہو جائے اور ہم پاک صاف لوگوں میں ہو جائیں۔

شریعت نے جس وقت کی جو دُعا بتائی ہے اس میں ایک خاص مناسبت اور جوڑ ہے۔ دیکھیے وضو میں اور اس دُعا میں کیسا جوڑ ہے کہ وضو کے پانی سے اپنے اعضائے بدن کو پاک کرنا تو میرے اختیار میں تھا لیکن دل کو پاک کرنا آپ کے اختیار میں ہے، لہٰذا توفیقِ توبہ دے کر آپ میرے دل کو پاک فرما دیجیے تاکہ میرا باطن بھی صالح ہو جائے اور میں آپ کے نیک بندوں میں شمار ہو جاؤں۔ توبہ دل کا وضو ہے اور توبہ تین چیزوں کا نام ہے:

۱) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِیَۃِ اِلَی الطَّاعَۃِ گناہ چھوڑ کر عبادت میں لگ جانا۔

۲) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَۃِ اِلَی الذِّکْرِ غفلت کی زندگی چھوڑ کر اللہ کو یاد کرنے لگنا۔

۳) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَیْبَۃِ اِلَی الْحُضُوْرِ[۵۹] اللہ سے دل ذرا سا غائب ہو جائے تو پھر

---

۵۸ جامع الترمذی: ۱/۱۸، باب ما یقال بعد الوضو، ایچ ایم سعید

۵۹ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۲۶۷، (۲۳۵۹)، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.khanqah.org

خدا کے سامنے حاضر کر دینا۔

تو مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ! توبہ کی تینوں قسموں تک رسائی دے دے اور ہم کو پاک کر دے کیوں کہ توفیقِ توبہ آسمان سے آتی ہے۔ دلیل کیا ہے؟ قرآن شریف کی یہ آیت ہے: ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ پر توجہ فرمائی تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تَابَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر فرماتے ہیں: اَیْ وَفَّقَهُمْ لِلتَّوْبَةِ[۹۰] یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی کہ وہ توبہ کریں۔ معلوم ہوا کہ توفیق آسمان سے آتی ہے تب زمین والے توبہ کرکے ولی اللہ بنتے ہیں۔ اگر توفیق اپنے اختیار میں ہوتی تو ساری دنیا ولی اللہ ہو جاتی۔ توفیقِ توبہ انعامِ الٰہی ہے۔ جس کو توفیقِ توبہ نہ ہو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے محروم ہے۔ کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو گٹر میں گرا ہوا دیکھ سکتا ہے؟ لیکن اگر کوئی بیٹا گٹر میں گرا ہوا ہے اور باپ دیکھ بھی رہا ہے لیکن نہیں نکالتا تو یہ دلیل ہے کہ یہ شخص باپ کی نظرِ عنایت سے محروم ہے۔ جو لوگ توبہ میں دیر کرتے ہیں تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے محروم ہیں۔ جس پر اللہ کی توجہ، رحمت اور مہربانی ہوتی ہے ایک سیکنڈ بھی وہ توبہ میں دیر نہیں کرتا۔ وہ گناہ کی حالت میں رہتے ہوئے اطمینان سے نہیں رہتا، جلدی سے توبہ کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے معاف کر دے، آپ کی ناخوشی کی راہوں سے میرے دل نے جو حرام خوشی امپورٹ کی میں ان حرام خوشیوں سے معافی چاہتا ہوں، کیوں کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ انسان انبیاء کی طرح بالکل معصوم ہو جائے۔ کبھی نہ کبھی خطا ہو گی، بشریت سے مغلوب ہو کر کبھی سالک سے بھی لغزش ہو جائے گی اور باطن میں حرام مزہ در آمد کرلے گا، لیکن جس پر اللہ کا کرم ہوتا ہے وہ گناہ کو اوڑھنا بچھونا نہیں بنا سکتا، فوراً بے چین ہو کر توبہ واستغفار کرے گا کہ اے خدا! میرے نفس نے آپ کو ناخوش کرکے جو حرام خوشی لی ہے اس سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ مجھ کو معاف کر دیجیے کیوں کہ آپ کی ناخوشی کی راہوں سے میری خوشیاں نامبارک اور قابلِ لعنت ہیں، منحوس اور غیر شریفانہ ہیں کہ اپنے پالنے والے محسن کو ناراض کرکے میں اپنا دل خوش کر رہا ہوں۔ جو بیٹا اپنے باپ کو ناراض کرکے خوشیاں

[۹۰] روح المعانی: ۱۱/۴۲، التوبۃ (۱۰)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

منا رہا ہو تو اس بیٹے کی یہ خوشیاں غیر شریفانہ اور کمینہ پن کی خوشیاں ہیں لہٰذا اے خدا! میں ان تمام خوشیوں پر نادم ہوں جن سے آپ ناراض ہوئے ہوں، کیوں کہ کوئی بندہ آپ کی نافرمانی میں مبتلا ہو اس سے بڑھ کر کوئی عذاب ہی نہیں ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا عذاب آپ کی نافرمانی ہے۔ بندہ ہو کر اپنے مالک کا اور قادرِ مطلق مالک کا نافرمان ہو، اس پر جتنے جوتے پڑ جائیں کم ہیں اور جتنے عذاب اور بے چینیاں دل پر نازل ہو جائیں تھوڑی ہیں۔

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

یہ شعر میں نے ایک رومانٹک والے کے لیے اسی کی زبان میں کہا جو میرے پاس آیا اور کہا کہ ایسا لگتا ہے جیسے ہر وقت کوئی میرے دماغ میں کھونٹا ٹھوک رہا ہے اور دل پر ہتھوڑے برسا رہا ہے، بے چین اور پریشان ہوں، نیند بھی نہیں آتی، مجھے اپنا ہیئر آئل روغنِ مقویِ دماغ دے دیجیے۔ میں نے ان کی فرمایش پر تیل ان کو دے دیا لیکن مجھے ان کے بارے میں علم تھا کہ یہ عشق مجازی میں مبتلا ہیں۔ اگلے دن آئے اور کہا کہ جناب! میں نے سر میں آپ کا دیا ہوا تیل ڈالا لیکن میرا سر تو ٹھنڈا نہیں ہوا تیل ہی گرم ہو گیا۔ تب میں نے ان سے کہا کہ اگر سر پر انگیٹھی رکھی ہو اور کوئی مرنڈا کی ٹھنڈی بوتل آپ کو پلا رہا ہو تو کیا ٹھنڈک آئے گی؟ کہنے لگے: نہیں۔ میں نے کہا: اگر آپ کہیں تو آپ کے مرض کا علاج بتا دوں؟ کہنے لگے کہ ضرور! میری تو جان ہی پر بن گئی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے جو ایک معشوق ساتھ رکھا ہوا ہے جب تک اس کو نہیں بھگاؤ گے آپ کا سر ٹھنڈا نہیں ہو سکتا، چاہے دنیا بھر کے ٹھنڈے ہیئر آئل لگا لو۔ میری گزارش پر انہوں نے توبہ کی اور اس معشوق کو بھگا دیا اور پھر ہنستے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اب تو سر بغیر ہیئر آئل کے ٹھنڈا ہو گیا، زندگی کا نقشہ ہی بدل گیا، دوزخی زندگی جنتی زندگی سے تبدیل ہو گئی۔

کتنے بندے توبہ کر کے ایک سیکنڈ میں اللہ والے ہو گئے۔ اب ان کو حقیر سمجھنا بھی جائز نہیں کہ یہ تو پہلے ایسے ویسے تھے۔ پہلے جیسے بھی تھے اب تو اللہ والے ہیں۔ تلی کا تیل جب روغن گل ہو جائے تو اب اس کو تلی کا تیل کہنا جائز نہیں ورنہ وہ ہتکِ عزت کا دعویٰ کر دے گا۔ ایسے ہی جب کوئی گناہ گار اللہ والا ہو جائے اب اس کو حقیر مت سمجھو

www.khanqah.org

ورنہ اللہ انتقام لے گا۔ اسی پر میر اشعر ہے۔

خوبرویوں سے ملا کرتے تھے میرؔ
اب ملا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مت کرے تحقیر کوئی میرؔ کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

لیکن یہ توفیقِ توبہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اس دُعا کا معمول بنالیں کہ اے اللہ! گناہوں کی نجاست سے ہماری رُوح کو پاک کر دیجیے اور ہمیں ہمیشہ توفیقِ توبہ دیتے رہیے۔

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں
دستِ فضلِ تست در جاں ہا رساں

ارشاد فرمایا کہ کس معنیٰ لائق اور ناکس معنیٰ نالائق۔ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! آپ کے کرم نے بہت سے نالائق کو لائق بنادیا۔ یعنی بد عمل لوگوں کو آپ کے کرم نے ایک لمحے میں نیک صفت اور فرشتہ خصلت، متقی اور فرماں بردار بنادیا۔

اس مصرع سے ایک اشکال ہوتا تھا کہ نالائق بندوں کو آپ کس طرح لائق بناتے ہیں، اس کا کیا طریقہ ہوتا ہے تو دوسرے مصرع میں مولانا نے اس کا جواب دیا کہ۔

دست فضلِ تست در جاں ہا رساں

دنیا میں جتنی جانیں آپ نے پیدا کی ہیں، رُوئے زمین پر جتنے لوگ چل پھر رہے ہیں سب کی جانوں تک آپ کے فضل کا ہاتھ پہنچا ہوا ہے، آپ کو سب پر دسترس حاصل ہے، یہ نہیں کہ جس پر آپ فضل فرمانا چاہیں تو آپ کو کچھ دیر لگے گی، آپ کے فضل کا ہاتھ تو پہلے ہی تمام رُوحوں کے اندر موجود ہے۔ دنیا بھر کی ارواح آپ کے احاطۂ کرم میں ہیں بس آپ ارادہ کرلیں اور ایک نگاہِ کرم ڈال دیں، اسی وقت اس کا کام بن جائے گا۔

بس اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

www.khanqah.org

جس وقت آپ ارادہ کرلیں اسی وقت اور اسی لمحہ وہ اللہ والا بن جاتا ہے، اس میں ایک لمحے کا تخلّف نہیں ہو سکتا، اسی وقت اس کے دل کی کایا پلٹ جاتی ہے اور وہ نافرمان ولی اللہ بن جاتا ہے۔ جیسے مچھلی جس کے منہ میں شکاری کا کانٹا ہو اور ڈور ڈھیلی ہونے سے وہ بھاگی جارہی ہے اور سمجھتی ہے کہ میں آزاد ہوں لیکن شکاری جانتا ہے کہ یہ میرے قبضے میں ہے، جس وقت چاہوں گا ڈور کھینچ لوں گا اور جس وقت وہ ڈور کھینچتا ہے تو مچھلی چلی آتی ہے۔ ایسے ہی کوئی انسان گناہ کی وادیوں میں رواں دواں اور حیراں و سرگرداں ہے مگر ان کے کرم نے ذرا سا ارادہ کیا اور اپنے جذب کی برقیاتی لہریں اور کرم کی تجلیات کی کوئی کرن اس پر ڈال دی اسی وقت وہ اللہ والا بن جائے گا۔ دنیا بھر میں جتنی رُوحیں جسم کی سواری پر چل پھر رہی ہیں سب اللہ تعالیٰ کے احاطۂ فضل و کرم میں ہیں۔ جس وقت جس کو چاہیں اپنا بنالیں۔

بغداد کے بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دو بجے رات کو اُٹھے۔ الہام ہوا کہ بصرہ میں ایک ابدال کا انتقال ہورہا ہے جلدی وہاں جاؤ۔ شیخ پہنچے اور ان کے سامنے رُوح نکل گئی۔ بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے غوث تھے۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ غوث پورے عالم میں ایک ہوتا ہے اور اس کو چوبیس گھنٹے میں ایک بار ایسا قرب عطا ہوتا ہے کہ اُتنا قرب دنیا میں کسی اور کو نہیں ملتا۔ اس خاص وقت میں ان کو الہام ہوا کہ بصرہ سے آگے ایک مقام موصل ہے، وہاں گرجا گھر میں ایک عیسائی بیٹھا ہے اس سے جاکر کہو کہ ”زنّار“ توڑ دے اور کلمہ پڑھ لے، اسے ابدال کی خالی کرسی پر بٹھانا ہے۔ بڑے پیر صاحب موصل پہنچے۔ دیکھا کہ گرجا گھر میں ایک عیسائی بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو ڈانٹ کر کہا کہ اے شخص! ”زنّار“ توڑ دے۔ اس کا کام تو پہلے ہی اللہ میاں نے بنادیا تھا، لہٰذا اس نے فوراً عیسائیوں کا مذہبی نشان صلیب یعنی ”زنّار“ توڑ دیا۔ ایک سیکنڈ میں اللہ نے ”زنّار“ کو ذوالنور بنادیا۔ پھر فرمایا کہ کلمہ پڑھ! اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ پھر بڑے پیر صاحب نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فلاں ابدال کی کرسی دے دی ہے۔ آہ! جس نالائق اور محروم جان کو اے اللہ! آپ پیار کی نظر سے دیکھ لیں اسی وقت وہ کروڑوں لائق جانوں کے لیے باعثِ رشک بن جاتی ہے۔

جس طرف کو رُخ کیا تو نے گلستاں ہو گیا
تو نے رُخ پھیرا جدھر سے وہ بیاباں ہو گیا

www.khanqah.org

اگر آپ ایک نگاہِ کرم دل پر ڈال دیں تو ہمارا دلِ ویران باغ بن جائے اور اگر آپ ناراضگی سے نگاہ ہٹالیں تو باغ جیسا دل بیابان ہو جائے۔ لہٰذا اگر دل کو خوش کرنا چاہتے ہو تو اللہ کی نگاہِ کرم تلاش کرو ورنہ جو شخص دل کو تباہ، معذب کرنا چاہتا ہے وہی ان کو ناراض کرتا ہے اور نفس کو خوش کرتا ہے، لیکن سمجھ لو کہ اس کا انجام یہ ہے جو میں نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

کشمکش حسن و عشق کی جاں پہ بنی ہے میرؔ کی
پیتے ہیں عرق بید مشک جستجو اب ہے پیر کی

حسن و عشق کی کشمکش اور بے چینی سے نیند اُڑ جاتی ہے اور نیند اُڑنے سے سودا بڑھ جاتا ہے۔ پھر افتیمون ولایتی پوٹلی بنا کر عرق بید مشک کے ساتھ پلایا جاتا ہے لیکن اس سے بھی کام نہیں بنتا تو سکون کے لیے پھر اللہ والوں کو تلاش کرتا ہے اور جو سچے پیر کو تلاش کرنے لگے تو یہ بھی اللہ کا فضل ہے ورنہ اللہ والوں کو تلاش نہ کرتا۔ اللہ والوں کو تلاش کرنا دلیل ہے کہ اب اس کو عشقِ مجازی کے عذاب سے نجات مل جائے گی اور یہ اللہ والا ہو جائے گا۔ اسی کو میں نے کہا ہے کہ ؎

گل رخوں سے تنگ آکر میرؔ
ایک پیر کی ٹانگ دبایا کرتے ہیں

اگر کوئی حسین سامنے ہو تو عاشق آدمی سو نہیں سکتا اور کوئی دنیاوی معشوق وہاں نہ ہو تو اللہ کے نام سے بڑی اچھی نیند آتی ہے۔ اسی کو میں نے کہا ہے میر صاحب کو مخاطب کرکے، میر میری شاعری کا محور ہے ؎

دیکھ کر گل رخوں سے سناٹا
میرؔ لیتا ہے خوب خراٹا

یوں تو مولانا کا ہر شعر مزے دار ہے لیکن مجھے اس شعر میں بہت مزہ آرہا ہے۔ اب اس کے بعد آگے پڑھانے کو دل نہیں چاہتا۔ عجیب شعر ہے ؎

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں
دستِ فضل تست درجاں ہا رساں

www.khanqah.org

اے اللہ! آپ کے کرم سے نالائق جانیں لائق ہو جاتی ہیں، آپ کا دستِ کرم سارے عالم کی جانوں کے اندر پہنچا ہوا ہے، سارے عالم کی جانیں آپ کے کرم کی دسترس میں ہیں۔ اب بتلایئے ایسے شعر کے بعد کون پڑھا سکتا ہے! بس دل بھر آیا، رُوح پر وجد طاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نالائق جانوں کو لائق بنادے اپنے فضل سے۔

لیکن یاد رکھو کہ اللہ کے فضل کا دروازہ اللہ والے ہیں جیسے بڑے پیر صاحب کے اس واقعے سے بھی ظاہر ہے کہ ان کو عیسائی راہب کے پاس بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ذریعہ بنایا اپنے فضل کا۔ حضرت مجدّد الف ثانی نے لکھا ہے کہ جو کسی صاحبِ نسبت کی خدمت میں جائے اور اس کے سر پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اس اللہ والے کی نسبت اور تعلق مع اللہ کا نور گناہ کے پہاڑوں کو اُڑا دے گا، سارے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ لیکن عام لوگ صحبت کو سمجھتے ہی نہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ نبی کی صحبت ہی سے صحابی بنے۔ اگر صحابہ لاکھ تبلیغ کے چلّے لگاتے، لاکھ مدرسوں میں پڑھتے لیکن اگر صحبتِ رسول نہ پاتے تو صحابی نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ صحبت عجیب چیز ہے کہ عبد اللہ ابنِ اُمّ مکتوم کے آنکھیں نہیں تھیں لیکن نبی نے دیکھ لیا تو وہ صحابی ہو گئے۔ خود صحابی کا دیکھنا ضروری نہیں ہے، نبی نے جس کو حالتِ ایمان میں دیکھ لیا تو وہ نابینا اُمتی بھی صحابی ہو گیا۔ یہ قیمت ہے نظر کی۔ امام ابو حنیفہ اور امام بخاری جیسی عظیم شخصیتیں جو نظرِ نبوّت کو نہیں پا سکیں اس لیے صحابی نہیں ہیں اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اب بتلاؤ نظر کے لیے اور کیا دلیل چاہیے؟ اور ایک اُونٹ چرانے والا دیہاتی جو ایک حرف نہیں جانتا ایک نظر نبوت کی پا گیا، صحابی ہو گیا، اب اس کو کوئی نہیں پا سکتا نہ امام بخاری نہ امام ابو حنیفہ۔ ایک شخص نے اس کی بہت عمدہ مثال دی کہ جیسے دس ہزار ملین پاور کا بلب کوئی دیکھ لے تو اس کی رگ رگ میں روشنی گھس جائے گی اور اس کے بعد ساری دنیا کے بلب جو اس درجے کے نہیں ہیں ان کو کتنا ہی دیکھے ان سے وہ روشنی نہیں مل سکتی جو دس ہزار ملین پاور کے بلب میں تھی۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت بے مثال تھا، نہ پہلے کوئی آپ جیسا پیدا ہوا نہ آیندہ ہو گا اس لیے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا ان کے ذرّہ ذرّہ میں وہ نور داخل ہو گیا لہٰذا اب قیامت تک کسی بڑے سے بڑے ولی کا ایمان ویقین کسی ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۸ر شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۴ر فروری ۱۹۹۱ء

بروز اتوار، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

حدِّ من ایں بود کردم من لئیم
زاں سوئے حد را نفی کن اے کریم

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی دُعا کر رہے ہیں کہ میرے کمینے پن کی حد اور انتہا جہاں تک تھی میں وہاں تک پہنچ گیا یعنی کمینے پن کی حد کر دی کہ کسی کمینہ فعل سے باز نہیں آیا، ہر قسم کے گناہوں پر جرأت کی، جیسے کہ آج کل ہمارا حال ہے کہ وی سی آر، ٹیلی وِژن، بد نظری، بے پردگی، فحاشی وغیرہ تمام خبیث اور کمینے پن کے اعمال کی حدِ انتہا اور کمال کو ہم نے چھو لیا ہے۔

پس اے میرے کریم! میں نے کمینے پن کی جن حدوں کو پار کر لیا ہے آپ ان حدوں کی نفی کر دیجیے۔ یعنی منفی طور پر ان کمینے اعمال سے مجھ کو نکال لیجیے، جیسے ایک شخص کہیں جا رہا ہے اس کے لیے یہ اس کا مثبت راستہ ہے اور منفی راستہ یہ ہے کہ اس کو ادھر سے موڑ دیا جائے، پس اے کریم! گناہوں کے جن راستوں کا میں اثبات کر رہا ہوں اور ان خبیث راستوں پر گامزن ہوں آپ اپنی توفیقِ اطاعت و فرماں برداری سے اس کی نفی کر دیجیے۔ آپ کی اطاعت و فرماں برداری کا یہ منفی راستہ جو معصیت اور نافرمانی کی نفی کرتا ہے گناہوں کے ان مثبت خبیث راستوں کو قطع کرنے والا ہے جن پر میں چل رہا ہوں۔ آپ کی رضا و اطاعت و فرماں برداری کا یہ راستہ ترکِ معصیت کے لحاظ سے منفی ہے۔ پس منفی کی دو قسمیں ہو گئیں: ایک منفی ہے اطاعت کی، یہ گناہ ہے۔ اور ایک منفی ہے معصیت کی، یہ ثواب ہے، جیسے ایک شخص نے نماز چھوڑ دی تو منفی تو یہاں بھی ہوئی لیکن یہ منفی اطاعت کی ہوئی اس لیے عذاب اور گناہ ہے اور ایک شخص نے گناہ چھوڑ دیا، گناہ کی نفی ہوئی، تو یہ منفی ثواب ہے۔ ایک جگہ منفی عذاب ہے اور ایک جگہ منفی ثواب ہے۔ اس لیے مولانا درخواست کر رہے ہیں کہ اے اللہ! مجھے

www.khanqah.org

دناءت اور کمینے پن کے مخالف اور منفی راستے پر ڈال دیجیے، گناہ کی نفی والے راستے پر یعنی اطاعت وفرماں برداری کے راستے پر ڈال دیجیے، توفیقِ ترکِ معصیت دے دیجیے۔

از حدث شستم خدایا پوست را

از حوادث تو بشو ایں دوست را

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ میں نے ظاہری وحسّی نجاستوں سے یعنی حدثِ حسّی اور حدثِ معنوی سے اپنے جسم کو پاک کرلیا۔ حدثِ حسّی کے معنٰی ہیں محسوسات انجاسِ مرئیہ یعنی وہ تمام نجاستیں جو نظر آتی ہیں، محسوس ہوتی ہیں، حواسِ خمسہ سے جن کا ادراک ہو جائے جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ اور حدثِ معنوی یعنی نجاستِ معنویہ کیا ہے ؟ جیسے بیوی سے صحبت کرلی، بظاہر جسم پر نجاست لگی ہوئی نظر نہیں آتی لیکن اللہ کے حکم کی وجہ سے پورا جسم ناپاک ہو گیا اور غسل فرض ہو گیا اور چوں کہ پورا جسم اور تمہارا بال بال اس لذت میں مستغرق ہو گیا تھا لہٰذا بال بال دھونا پڑے گا کہ اگر ایک بال کے برابر بھی خشک رہ گیا تو تمہارا غسل نہیں ہو گا اور لذت میں ڈوب کر چوں کہ تم ایک طرح سے حالتِ غیبت واستتار میں ہو گئے تھے جو مشابہ ہے دوری کے لہٰذا حضوری میں آنے کے لیے سر سے پیر تک نہا کر آنا پڑے گا ورنہ ابھی تم اس قابل نہیں کہ نماز میں ہم سے مناجات وسرگوشی کرسکو یا ہمارا کلام پڑھ کر سنا سکو۔

مولانا رُومی اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! حدثِ حسّی اور حدثِ معنوی یعنی تمام ظاہری نجاستوں سے میں نے اپنے جسم کو پاک کرلیا، لیکن حوادثِ معصیت میں مبتلا ہوں لہٰذا اپنے کرم سے ان حوادث سے بھی میری حفاظت فرمایئے۔ اور حوادث سے یہاں مراد تصادم یا ایکسیڈنٹ اور حادثات وغیرہ نہیں ہے بلکہ یہ حدث سے ہے اور پہلے مصرع میں حدث سے مراد ظاہری حدث ہے اور یہاں باطنی حدث مراد ہے یعنی نافرمانی، گناہ اور فسق وفجور کی نجاست جو ظاہری نجاست سے کہیں زیادہ اشدّ ہے، کیوں کہ ظاہری نجاست تو دو بالٹی پانی سے دھل جائے گی لیکن گناہوں کی باطنی نجاست پر اگر سمندر کا سمندر ڈال دو تو کوئی پاک نہیں ہو سکتا جب تک توبہ واستغفار

www.khanqah.org

نہ کرے۔ مثلاً: ایک شخص گناہ کرکے پورا دریا اپنے اُوپر اُنڈیل لے تو گناہ کی نجاست سے اس کا باطن پاک نہیں ہوگا، لیکن ندامتِ قلب کے ساتھ دو آنسو انسان کو پاک کردیتے ہیں۔ اسی لیے فرماتے ہیں کہ پانی سے ظاہری حوادث وانجاس کو دھولینا کمال نہیں کہ یہ تو ہمارے اختیار میں ہے، لیکن گناہوں کی نجاست سے ہم پاک نہیں ہوسکتے جب تک اللہ تعالیٰ توفیقِ توبہ نہ عطا فرمائیں۔ لہٰذا اے اللہ! توفیقِ توبہ عطا فرماکر گناہوں کی نجاست سے آپ اپنے اس دوست یعنی بندے کو پاک فرمادیجیے۔

لفظِ دوست کا استعمال بظاہر تو بہت بڑا دعویٰ معلوم ہوتا ہے لیکن اس موقع پر مولانا نے ولایتِ عامہ سے فائدہ اُٹھایا ہے جو ہر گناہ گار سے گناہ گار مومن کو بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ [۱۹]

اللہ ہر مومن کا ولی ہے۔ لیکن یہ ولایتِ عامہ ہے، ولایتِ خاصہ تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ جب ایمان تقویٰ سے متّصل اور مشرّف ہوجاتا ہے اس وقت ولایتِ خاصہ حاصل ہوتی ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا ولی کامل ہوجاتا ہے۔ تو یہاں لفظِ دوست مقابلے میں دشمن کے ہے یعنی ہم کافر نہیں ہیں، ہم آپ پر ایمان لائے ہیں لیکن اپنی نالائقی کی وجہ سے نفس وشیطان سے مغلوب ہوجاتے ہیں۔ اس مغلوبیت کی وجہ سے ہم سے گناہ ہوجاتے ہیں، بغاوت کی وجہ سے نہیں، اس لیے اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کے ایک فرد ہم بھی ہیں جس کو آپ نے ہمارے لیے تعبیر فرمایا۔ پس ولایتِ عامہ کے درجے میں ہم آپ کے دوست ہیں۔ لہٰذا آپ ہمارے باطن سے گناہوں کی نجاست کو دھودیجیے تاکہ وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ میں شامل ہوکر ہم آپ کی ولایتِ خاصہ سے مشرف ہوجائیں۔

جز تو پیشِ کہ بر آرد بندہ دست

ہم دعا و ہم اجابت از تو است

---

[۱۹] البقرۃ:۲۵۷

www.khanqah.org

اے اللہ! آپ کے سوا کس کے سامنے بندہ ہاتھ پھیلائے۔ دُعا کی توفیق بھی آپ ہی نے دی ہے یعنی ہم دُعا بھی آپ ہی کی توفیق سے مانگتے ہیں اور قبولیت بھی آپ ہی کی طرف سے ہو گی۔ یعنی قبولیت بھی آپ ہی کی عطا ہے۔

ہم ز اوّل تو دہی میلِ دعا
تو دہی آخر دعا ہا را جزا

اوّلاً آپ ہی ہمارے قلب میں دُعا کا رُجحان پیدا فرماتے ہیں یعنی توفیقِ دُعا آپ ہی عطا فرماتے ہیں اور پھر آپ ہی اس دُعا کو قبول بھی فرما لیتے ہیں۔

اوّل و آخر توئی مادر میاں
ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں

آپ اوّل بھی ہیں اور آپ آخر بھی ہیں اور ہم درمیان میں اتنے حقیر ہیں، اتنے حقیر ہیں کہ ہماری ذلت و حقارت بیان میں نہیں آسکتی۔ یعنی اوّل و آخر سب آپ ہی کا کرم ہے اور درمیان میں ہم اس قدر حقیر و ذلیل ہیں کہ جس کو ہم بیان نہیں کر سکتے، نہ ہمارا کوئی عمل آپ کے قابل، نہ ہماری خطائیں قابلِ معافی لیکن چوں کہ اوّلاً و آخراً ہم آپ کے کرم کے درمیان ہیں اس لیے ہماری ذلتیں اور حقارتیں آپ کے کرم کا آسرا لگائے ہوئے ہیں۔

کام بنتا ہے فضل سے اختؔر
فضل کا آسرا لگائے ہیں

اے خدائے بے نظیر ایثار کن
گوش را چوں حلقہ دادی ایں سخن

اے خدا! تو بے مثل ہے، مجھ پر اپنا فضل فرمادے۔ جب آپ نے ہمارے کانوں کو اپنے الطافِ سخن اور گفتگو کا شرف عطا فرمایا یعنی کلام اللہ سننے کی ہم کو صلاحیت عطا فرمائی اور ہمارے کانوں کے حلقے کو آپ نے گفتگو سننے کی صلاحیت بخشی یعنی کانوں کے حلقے میں آپ نے ایسے آلات بچھا دیے ہیں جس سے ہم ہر طرح کی آواز سنتے ہیں اور

www.khanqah.org

سمجھ لیتے ہیں کہ یہ فلاں کی آواز ہے اور یہ فلاں کی لہٰذا ہم پر اپنا وہ کرمِ خاص بھی فرمادیجیے جس سے ہمارا قلب سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا سے مشرّف ہو جائے یعنی سماعت کے بعد اطاعت کی بھی توفیق ہو جائے۔

گوشِ ما گیر و در آں مجلس کشاں
کز رحیقت می کشند ایں سرخوشاں

اے خدا! ہمارا کان پکڑ کر آپ ہمیں اپنی بارگاہِ قُرب میں لے جایئے یعنی اپنے جذب سے ہمیں اپنے اولیاء کی مجالس تک پہنچادیجیے جہاں آپ کے یہ مقبول وخوش نصیب بندے آپ کی شرابِ محبت ومعرفت پی کر مست وسرشار ہیں اور آپ کے قُربِ خاص سے مشرّف ہیں، لہٰذا ہمیں بھی ان کی مجالس تک پہنچادیجیے تاکہ اس شرابِ محبت ومعرفت کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہو جائے اور ہم کو بھی آپ کی بارگاہِ قُرب تک رسائی نصیب ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ خُذْ اِلَی الْخَیْرِ بِنَاصِیَتِیْ[۱]

اے اللہ! میری پیشانی کے بال پکڑ کر آپ مجھے خیر کی طرف لے جایئے۔

چوں بما بوئے رسانیدی ازیں
سر مبند آں مشک را اے ربِّ دیں

اے اللہ! جب آپ نے ہماری جانوں کو اس شرابِ محبت ومعرفت کی کچھ خوشبو سونگھادی ہے تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے اے ربِّ دیں! اس خوشبوئے قُرب کو سربند نہ فرمایئے، اس شرابِ محبت کی بوتل پر مہر نہ لگایئے بلکہ برابر پلاتے رہیے، اپنی دولتِ قرب کی ہم پر مسلسل نوازش فرماتے رہیے، ہماری شامتِ عمل سے اس دولت کو ہم سے واپس نہ لیجیے، اپنی محبت ومعرفت کی جو خوشبو ہماری جانوں کو آپ نے سونگھادی ہے اس سے ہمیں محروم نہ فرمایئے اور نفس وشیطان سے ہماری حفاظت فرمایئے تاکہ دنیا کی فانی لذتوں

---

[۱] کنز العمال: ۲/۱۹۴، (۳۷۱۲)، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

میں مبتلا کر کے وہ آپ کے قرب سے ہمیں محروم نہ کرنے پائیں۔

از تو نوشند از ذکور و از اناث

بے دریغے در عطایا مستغاث

اے فریادرس! اے وہ ذات جس سے فریاد کی جاتی ہے! آپ کے کرم سے کتنے مرد اور کتنی عورتیں بے دریغ آپ کی شرابِ محبت کے جام پر جام پی رہے ہیں اور آپ کی محبت سے مست ہیں، آپ کی عطا کسی خاص طبقے کے لیے محدود نہیں جس پر چاہیں آپ کرم فرمادیں۔ کتنے مرد حسن بصری اور کتنی عورتیں رابعہ بصریہ ہوئی ہیں یعنی بے شمار مرد ولی اور بے شمار عورتیں ولیہ ہوئی ہیں۔ پس اپنے کرم سے ہمیں بھی اپنی محبت کا کوئی جام عطا فرمادیجیے۔

اے دعا ناکردہ از تو مستجاب

دادہ دل را ہر دمے صد فتح باب

اے وہ ذات کہ ہماری کتنی ناکردہ دُعاؤں کو آپ نے قبول فرمایا ہے کہ ہم نے مانگا بھی نہیں تھا پھر بھی آپ نے عطا فرمادیا مثلاً: عالمِ ارواح میں ہم نے ایمان کہاں مانگا تھا، ہم نے کب آپ سے فریاد کی تھی کہ ہمیں مسلمان گھر میں پیدا کیجیے، کس نے آپ سے کہا تھا کہ ہم کو اندھا پیدا نہ کرنا، گونگا بہرہ پیدا نہ کرنا، لنگڑا لولا پیدا نہ کرنا، آپ نے بے مانگے سب کچھ دے دیا، ہماری نہ کی ہوئی دُعاؤں کو بھی قبول کر لیا، ہماری بہت سی حاجتیں آپ نے ایسی پوری کی ہیں جن کی ہم نے آپ سے درخواست بھی نہیں کی تھی اور اس دنیا میں ہر وقت نہ جانے کتنی نعمتیں ملتی رہتی ہیں جن کا ہمیں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا، اچانک ایسے عظیم الشان خزانے مل جاتے ہیں جن کا تصور بھی ہمیں نہیں ہو سکتا تھا، ہمارے خواب و خیال اور ہمارے حوصلوں سے زیادہ اے اللہ! آپ عطا فرماتے رہتے ہیں۔

www.khanqah.org

دادہ دل راہر دمے صد فتحِ باب

اور آپ نے اپنے مومن بندوں کے دلوں کے لیے ہر سانس میں سینکڑوں دروازے رحمت کے کھولے ہوئے ہیں، غیب کے سینکڑوں دروازوں سے آپ ہر وقت انعاماتِ قرب عطا فرماتے رہتے ہیں اور نیک اعمال کی توفیق دیتے رہتے ہیں، مثلاً: یہ جو مثنوی کا درس ہو رہا ہے اور یہ بہت سے لوگ صرف اس لیے فرانس سے آئے ہیں یہ سب اللہ کی عنایات اور اس کا فضل ہے، اللہ قبول فرمائے۔ یہ سب اللہ پاک نے کیا ہے۔

اللہ والوں اور ان کے غلاموں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ اپنے قرب کی تجلیاتِ خاصّہ عطا فرماتے ہیں اور ہر وقت ان کے قلوب پر علوم و معارف کا فیضان ہوتا رہتا ہے۔ جیسے ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حسینوں کو دیکھنے کو کیوں حرام کر دیا؟ میرے بزرگوں کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو یہ جواب عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بد نظری کو اس لیے حرام کیا تاکہ ان کے بندے حرامی نہ پیدا ہوں اور ان کا نسب محفوظ رہے، کیوں کہ حفاظتِ نظر ہی سے شرمگاہ محفوظ رہتی ہے یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ کے فوراً بعد وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ[۹۳] کا ربط بتاتا ہے کہ غضّ بصر حفاظتِ فرج کا ضامن ہے اور شرمگاہ کی حفاظت سے ہی انسان حلالی رہ سکتا ہے۔ اس کا قضیہ عکس کر لیجیے کہ اگر نظر کی حفاظت نہ کی گئی تو شرمگاہ محفوظ نہ رہے گی اور زنا عام ہو جائے گا، تو بتایئے پھر کون شخص حلالی رہ سکتا ہے!

❖❖❖❖

اشکوں کی بلندی

خُداوندا مجھے توفیق دے دے ۔۔۔ گنہگاروں کے اشکوں کی بُلندی
فِدا کردوں میں تجھ پر اپنی جاں کو ۔۔۔ کہاں حاصل ہے اختر کہکشاں کو

اختر

۹۳؎ النور: ۳۰

درسِ مناجاتِ رُومی

۹ر شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۵ر فروری ۱۹۹۱ء

بروز دوشنبہ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اے قدیمے رازدان ذوالمنن
در رہِ تو عاجزیم و ممتحن

ارشاد فرمایا کہ مولانا بارگاہِ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے وہ ذات جو قدیم ہے یعنی آپ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے، قدیم حادث کے مقابلے میں ہے۔ اور حادث کہتے ہیں جس پر کبھی عدم گزرا ہو۔

مولانا دُعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی ذات قدیم ہے، آپ صاحبِ احسان اور ہمارے رازداں ہیں، یعنی ہمارے بھیدوں سے باخبر ہیں، ہماری کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کے راستے میں ہم کو جیسا باہمت اور شیر ہونا چاہیے تھا ہم نہیں ہو سکے، کوئی خوبی ہمارے اندر نہیں ہے، ہم آپ کے راستے میں عاجز اور محتاج ہیں، یعنی ہم آپ کی راہ کے مرد نہیں بن سکے، نفس و شیطان سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور ہر وقت ہمارا امتحان ہو رہا ہے اور اس امتحان میں ہم کبھی فیل بھی ہو رہے اور کبھی پاس بھی ہو جاتے ہیں، یعنی کبھی تو ذکر و تہجد و نوافل کا اہتمام کرتے ہیں اور کبھی اپنی نالائقی سے سب چھوڑ چھاڑ کر گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اے خدا! جب ہم آپ کے راستے میں ہر وقت مغلوب ہیں، کمزور ہیں، حالتِ امتحان میں ہیں، ہماری کوئی سانس ایسی نہیں جو امتحان میں نہ گزر رہی ہو، تو اے خدا! آپ تو قدیم الاحسان ہیں، ہمیشہ سے احسان فرمانے والے ہیں، ہماری مغلوبیت و عاجزی کو ہمتِ مردانِ خدا سے تبدیل فرما دیجیے اور اس لومڑی کو شیر بنا دیجیے۔

ہر دلِ سرگشتہ را تدبیر بخش
ویں کماں ہائے دو تو را تیر بخش

www.khanqah.org

اے خدا! وہ دل جو آپ کا راستہ بھولا ہوا ہے اور حیران و پریشان ہے، راستہ نہیں پا رہا ہے، گناہوں کے بُرے بُرے تقاضوں میں غلطاں و پیچاں ہے آپ اس کو تدبیر یعنی ہدایت استقامت کی عطا فرما دیجیے کہ یہ دل آپ کی طرف مستقیم رہے، نوّے ڈگری سے ہر وقت آپ کی طرف متوجہ رہے، ذرّہ برابر بھی اِدھر اُدھر نہ ہو اور اگر ہو جائے تو پھر توبہ واستغفار سے آپ کی طرف رُخ صحیح کر لے۔ ایک تو ہم عاجز ہیں دوسرے ہر وقت حالتِ امتحان میں ہیں، بالغ ہونے سے لے کر موت تک ہر وقت ہمارا امتحان ہو رہا ہے، کبھی نظر کا امتحان ہو رہا ہے کہ دیکھو نظر بچاتا ہے یا نہیں، کبھی کان کا امتحان ہو رہا ہے کہ گانا تو نہیں سن رہا ہے، کبھی زبان کا امتحان ہو رہا ہے کہ حرام تو نہیں کھا رہا ہے، کبھی ہونٹوں کا امتحان ہو رہا ہے کہ حرام بوسے تو نہیں لے رہا ہے، غرض ہماری کوئی سانس ایسی نہیں ہے جس میں ہم حالتِ امتحان میں نہ ہوں، کبھی شیطان کہہ رہا ہے کہ تم بڑے آدمی ہو، بہت بزرگ آدمی ہو تمہارا کیا کہنا، تم بہت باعزت اور وی آئی پی ہو۔ ایسے وقت میں اے اللہ! آپ ہمیں توفیق دیجیے کہ ہم شیطان سے کہہ دیں کہ جب تک موت نہ آئے اور ایمان پر خاتمہ نہ ہو جائے اور قیامت کے دن اللہ ناراض نہ ہو اس وقت تک ہماری کوئی قیمت نہیں ہے۔ قیمت تو اللہ لگائے گا، غلام کی قیمت تو مالک لگائے گا۔ اگر ساری دنیا تعریف کرے تو اس سے ہمارا کچھ فائدہ نہیں۔

آہ! یہی باتیں علمائے ظاہر کی سمجھ میں نہیں آتیں اور ان کے دل میں نہیں اُترتیں کہ صاحب! ہم کیوں نہ قیمت لگائیں۔ ہم بخاری شریف پڑھاتے ہیں، یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں۔ یہ باتیں صرف اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانے سے سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک صاحب نے حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں ابھی تک اس مقام تک نہیں پہنچا جو میں چاہتا ہوں اور میرے اندر وہ حالت پیدا نہیں ہوئی جو ہونی چاہیے۔ حکیم الاُمت نے فرمایا: جس دن آپ نے یہ سمجھ لیا کہ میں اس مقام تک پہنچ گیا وہ مقام نہایت ہی رونے کا مقام ہو گا اور وہ دن بہت ہی غم کا دن ہو گا۔ بس یہی سمجھو کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔

www.khanqah.org

کچھ ہونا مرا ذلت وخواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

پس اے خدا! جب ہمیں آپ کا راستہ نہیں مل رہا ہے تو آپ ہمیں اپنی راہ کی ہدایت عطا فرمادیجیے تاکہ ہماری سرگشتگی وحیرانی دور ہوجائے، اور ہمارے پاس کمان تو ہے مگر تیر نہیں ہے، کمان خالی پڑی ہے اس لیے آپ اپنی رحمت سے تیر بھی عطا فرمایئے۔ یعنی ہمارے پاس اعمالِ صالحہ کی صلاحیت تو ہے مگر ہم اعمال نہیں کرتے، سست پڑے ہوئے ہیں، دشمن ہم پر مسلّط ہوگیا ہے اور وہ ہمارا شکار کررہا ہے، بجائے اس کے ہم نفس وشیطان پر تیر چلاتے نفس وشیطان ہم پر تیر چلارہے ہیں، لہٰذا ہماری کمان صلاحیت کو اپنی توفیق وہدایت کا تیر عطا فرمادیجیے تاکہ ہم نفس وشیطان کو مغلوب کردیں۔

اے مبدل کردہ خاکے را بہ زر
خاکِ دیگر را نمودہ بوالبشر

ارشاد فرمایا کہ خاکے میں یائے تنکیری ہے یعنی بعض مٹی۔ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! بعض مٹی کو آپ اپنی قدرتِ خلّاقیت سے سونا بنادیتے ہیں اور کسی مٹی کو آپ انسان بنادیتے ہیں۔ یعنی مٹی سے آپ نے غلّہ پیدا کیا اور غلّے سے ماں باپ نے کھایا، روٹی سے خون بنا اور وہی خون باپ کے اندر منی اور ماں کے اندر حیض بن گیا اور اس منی اور حیض کو ماں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ انسان بنادیتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ! یہ آپ کی خلّاقیت کا کمال ہے کہ جس مٹی کو چاہتے ہیں آپ سونا بنادیتے ہیں اور جس مٹی کو چاہتے ہیں انسان بنادیتے ہیں۔

کارِ تو تبدیل اعیان و عطا
کارِ ما سہوست ونسیان وخطا

ارشاد فرمایا کہ اعیان جمع ہے عین کی اور عین کے معنٰی ہیں حقیقت، ماہیت۔ تبدیلِ اعیان کہتے ہیں ماہیت کا بدل جانا جیسا کہ مندرجہ بالا شعر میں مذکور ہوا کہ کسی خاک کو اللہ تعالیٰ سونے میں تبدیل فرمادیتے ہیں اور کسی خاک کو انسانی پیکر میں تبدیل

www.khanqah.org

فرمادیتے ہیں، تو خاک کی عینیت اور ماہیت تبدیل ہوگئی۔ اسی طرح شراب حرام ہے لیکن جب شراب سرکہ بن گئی تو اس کی حقیقت بدل گئی، جو حرام تھی اب سرکہ بن کر حلال ہوگئی۔ اب اس سرکہ کو مفتی اعظم بھی پی سکتا ہے، شیخ الحدیث بھی پی سکتا ہے، شیخ المشائخ بھی پی سکتا ہے۔ اسی طرح گدھا حرام ہے لیکن نمک کی کان میں گر کر مر گیا اور "ہر کہ درکانِ نمک رفت نمک شد" نمک کی کان میں جو چیز بھی جاتی ہے نمک بن جاتی ہے تو وہ گدھا بھی مرنے کے بعد نمک بن گیا، اب اس کی ماہیت تبدیل ہوگئی اور نمک کے پیکٹوں میں اس کی پیکنگ ہوگئی، لہٰذا اب بڑے بڑے مفتیانِ کرام اور علمائے کرام سے لے کر عوام تک اسے کھا رہے ہیں۔ لیکن اگر گدھا نہ مرتا اور سانس لیتا رہتا تو گدھے کا گدھا ہی رہتا، کبھی نمک نہ بنتا۔

اس مثال سے مولانا رُومی ایک نصیحت فرماتے ہیں کہ اگر اللہ والا بننا چاہتے ہو تو خانقاہوں میں جا کر اللہ والوں کی صحبت میں اپنے نفس کو مٹاؤ، شیخ کی رائے میں اپنی رائے کو فنا کر دو تب جا کر تم اللہ والے بنو گے، لیکن اگر اپنا تشخّص باقی رکھو گے اور شیخ کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے باقی رکھو گے تو ایسا شخص گدھے کا گدھا ہی رہے گا اور خر آمد و خر برفت کا مصداق ہوگا کہ جب آیا تو گدھا تھا اور واپس گیا تو گدھا ہی گیا۔ یعنی محروم آیا اور محروم ہی گیا۔

یہ راستہ نفس کو مٹانے کا ہے۔ اپنے جذبات و خواہشات کو فنا کر دو، باہ ہو یا جاہ، غصہ ہو یا شہوت شیخ جو ہدایات دے اس میں اگر مگر مت لگاؤ، اس کی رائے کو بلا دلیل تسلیم کر کے عمل کرو، پھر دیکھو کیسی تبدیلِ ماہیت ہوتی ہے، فسق و فجور ولایت و تقویٰ سے تبدیل ہو جائے گا اور بزبانِ حال کہو گے کہ ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

مولانا رُومی کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! آپ کا کام حقیقت کو تبدیل کرنا اور تبدیل کر کے اس پر اپنی بخشش و عطا فرمانا ہے۔ یعنی اشیاء کی ادنیٰ ماہیت اور ادنیٰ

www.khanqah.org

حقیقت کو تبدیل کرکے اپنے کرم سے اسے دوسری اعلیٰ حقیقت وماہیت عطا فرماتا ہے، جیسے گزشتہ شعر میں مولانا نے فرمایا کہ اے اللہ! آپ ایک خاک کی حقیقتِ کمتر کو تبدیل کرکے اسے دوسری حقیقتِ خوب تر بصورتِ زر بنادیتے ہیں اور دوسری خاک کی حقیقتِ کمتر کو بشر بنادیتے ہیں جو زر سے بھی برتر ہے تو اے اللہ! آپ کا کام اشیاء کی حقیقت کو تبدیل کرکے اسے دوسری اعلیٰ وبہتر حقیقت عطا فرمانا ہے اور ہمارا کام سہو ونسیان وخطا ہے۔ یعنی ہمارا کام سہو کرنا، بھول جانا اور خطا کرنا ہے کیوں کہ ہمارا مادۂ تخلیق مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ہے لہٰذا ذلیل چیز سے ذلیل چیز ہی پیدا ہوگی، ببول سے کانٹے ہی پیدا ہوں گے، لیکن اگر ببول کے درخت سے پھول پیدا ہونے لگیں تو یہ اللہ کا کرم ہے، ببول کا کمال نہیں۔ اسی طرح مَّآءٍ مَّهِيْنٍ سے تو اعمالِ سیئہ کا صدور ہی مستلزم تھا لیکن اگر اعمالِ صالحہ کا صدور ہورہا ہے تو یہ محض حق تعالیٰ کا احسان ہے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۘ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ[۹۴]

جو کچھ تجھے بھلائی میں سے پہنچتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ بُرائی میں سے پہنچتا ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔ لیکن جب آپ اپنا کرم فرمادیں تو نالائق لائق ہوجاتے ہیں۔

مولانا رُومی کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے کیا بندگی پیش کی ہے کہ اے اللہ! آپ کا کام عطا ہے اور ہمارا کام خطا ہے، سبحان اللہ!

سہو ونسیاں رامبدل کن بہ علم
من ہمہ جہلم مرادہ صبر وحلم

اے اللہ! آپ تبدیلِ اعیان پر قادر ہیں تو ہماری بھول اور نسیان کو آپ علم سے تبدیل فرمادیجیے کہ کسی وقت ہم آپ کو نہ بھولیں اور ہر وقت آپ سے باخبر رہیں، آپ کے عالم ہوجائیں، غیر سے غافل ہوجائیں۔

---

۹۴ النسآء:۷۹

www.khanqah.org

تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھ کو
الٰہی رہوں اِک خبردار تیرا

اور ہم سراپا جہل ہیں، ہمہ تن جاہل ہیں ہمیں صبر و حلم عطا فرما، کیوں کہ جاہل صابر اور حلیم نہیں ہوتا، اپنے جہل کی وجہ سے اس کو صبر و حلم کی قیمت نہیں معلوم ہوتی اس لیے غصّے میں وہ حلم کا دامن چھوڑ دیتا ہے اس لیے تقاضائے معصیت یا نزولِ مصیبت یا مواقعِ طاعت میں وہ صبر کا دامن چھوڑ کر قُربِ الٰہی کی نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہو جاتا ہے، اور جس کو اللہ نے صبر کی طاقت دے دی اس کو استقامت مل جاتی ہے، کیوں کہ صبر کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم ہے اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ۔ یعنی کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْھَوٰی جب گناہ کا تقاضا ہوا تو نفس کو گناہ سے روک لیا اور گناہ کی لذّت سے بچنے کی تکلیف کو برداشت کر لیا اس کا نام ہے معصیت پر صبر کرنا۔ اور دوسری قسم ہے: اَلصَّبْرُ فِی الْمُصِیْبَۃِ۔ مصیبت کے وقت اللہ کی مرضی پر راضی رہے اور شکوہ واعتراض نہ کرے۔ اور صبر کی تیسری قسم ہے: اَلصَّبْرُ عَلَی الطَّاعَۃِ[۹۵] نماز روزہ ذکر و تلاوت کے معمولات کی پابندی کرنا بھی صبر ہے، یہ نہیں کہ جب دل چاہا تو تہجد بھی ہے، اشراق وچاشت بھی ہے، ذکر و تلاوت بھی ہے اور جب دل نہ چاہا تو تمام معمولات چھوڑ دیے۔

اسی لیے مولانا دُعا فرما رہے ہیں کہ اے خدا! ہم سراپا نادان و جاہل ہیں آپ ہم کو صبر و حلم کی نعمتیں عطا فرمائیے۔

۹۵ مرقاۃ المفاتیح: ۲/۶، کتاب الطھارۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۰؍ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۶؍ فروری ۱۹۹۱ء

بروز منگل، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اے کہ خاک شورہ راتو ناں کنی

وے کہ نان مردہ راتو جاں کنی

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی حق تعالیٰ کی عظمتِ شان، قدرتِ قاہرہ اور تصرفاتِ عجیبہ بیان فرمارہے ہیں کہ اے خدا! آپ کی کیا شان ہے کہ شور یعنی کھاری اور بنجر مٹی کو آپ روٹی بنادیتے ہیں۔ گندم بھی دراصل مٹی ہے، کیوں کہ ایک دانۂ گندم کو مٹی کے نیچے ڈالا جاتا ہے تو اجزائے خاک مستحیل ہو کر ایک دانے سے ہزار دانے بن جاتے ہیں۔ اے اللہ! مٹی کو گندم میں تبدیل کرنا یہ آپ ہی کا تو کمال ہے ورنہ گندم کا جو دانہ بویا تھا اگر یوں ہی پڑا رہتا تو گل سڑ کر مٹی بن جاتا لیکن آپ کی قدرت سے وہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور پودوں کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ پھر جب پودے بڑے ہو جاتے ہیں تو ان میں شاخیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر ان شاخوں میں گندم کے خوشے لگتے ہیں جن میں دانے بھرے ہوتے ہیں، پھر کھیتوں سے شہر میں لا کر ان کا آٹا بنتا ہے جس سے گھروں میں روٹی بنتی ہے، اس طرح اے اللہ! آپ مٹی کو روٹی بنادیتے ہیں۔ اور روٹی ایک مُردہ چیز ہے لیکن اس کے کھانے سے ہماری جان قائم رہتی ہے، تو بقائے رُوح کا ذریعہ آپ نے مُردہ کو رکھا ہے، یعنی جان کی بقا اور حفاظت غیر جان سے کی ہے، عقلاً زندہ کو زندہ رکھنے کے لیے زندہ چیز ہونی چاہیے تھی لیکن یہ آپ کی کتنی بڑی شان ہے کہ مردہ روٹی کھلا کر آپ زندہ کو زندہ رکھتے ہیں کہ اگر دس دن یہ غذائے مُردہ نہ ملے تو انسان مر جائے۔

اور اس مُردہ روٹی کو اے اللہ! پھر آپ جاندار کر دیتے ہیں۔ یعنی ماں باپ اس روٹی کو کھاتے ہیں تو یہی روٹی خون بن جاتی ہے، پھر خون سے منی کی شکل میں مستحیل ہو جاتی ہے اور پھر اسی منی سے آپ انسان کو پیدا فرماتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہی

www.khanqah.org

مُردہ روٹی ماں باپ کے پیٹ میں چند استحالات اور تبدیلیوں کے بعد کہ پہلے خون، پھر منی، پھر نطفہ ومضغہ وغیرہ بن کر زندہ انسان بن جاتی ہے۔ اے اللہ! آپ کی عجیب قدرت ہے کہ مُردہ سے زندہ کو زندہ رکھتے ہیں اور پھر مُردہ کو بھی زندہ کر دیتے ہیں:

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَ [۹۶]

اے کہ جان خیرہ رار ہبر کنی

وے کہ بے رہ را کہ پیغمبر کنی

اے خدا! وہ جان جو راہ سے ناواقف ہونے کے سبب حیرت زدہ ہے اگر آپ کا فضل ہو جاتا ہے تو نہ یہ کہ اس کو آپ راستہ بتاتے ہیں بلکہ راہبر بنا دیتے ہیں۔ بعض گمراہوں کو آپ نے صرف ولی نہیں، ولی گر بنا دیا کہ ان کی صحبت سے دوسرے ولی بننے لگے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ڈاکو تھے، اے اللہ! آپ نے ان کو توفیقِ توبہ دی اور ان کو اتنا بڑا ولی اللہ بنایا کہ آج ہمارے سلسلے کے شجرے میں ان کا نام آتا ہے اور اے خدا! جو آپ کی راہ سے بے خبر تھے ان کو آپ نے پیغمبر بنا دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى [۹۷] اے نبی! آپ وحیٔ الٰہی اور احکامِ شریعت سے بے خبر تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ نبوت سے نواز کر باخبر کر دیا۔ بعض لوگوں نے ضَآلًّا کا گمراہ ترجمہ کیا جو بالکل جائز نہیں، سخت گستاخی ہے کیوں کہ نبی معصوم ہوتا ہے، وہ اللہ کے یہاں پہلے ہی سے منتخب ہوتا ہے، چناں چہ نبوت ملنے سے پہلے بھی کسی نبی نے کبھی بُت پرستی نہیں کی، شراب نہیں پی اور کوئی گناہ نہیں کیا، ان کی حفاظت کی جاتی ہے، لہٰذا حکیم الاُمت مجدّد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا پیارا ترجمہ کیا کہ اللہ نے اے نبی! آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا پس آپ کو باخبر کر دیا۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام کے حالات بچپن ہی سے نہایت رفیع ہوتے ہیں، بچپن ہی سے معجزے شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض

---

۹۶ المؤمنون:۱۴

۹۷ الضحیٰ:۷

www.khanqah.org

اولیاء اللہ بھی مادر زاد ولی ہوتے ہیں، بچپن ہی سے ان کو کھیل کود سے مناسبت نہیں ہوتی اور دین کے کاموں سے ان کو بچپن ہی سے تعلق ہوتا ہے، لیکن اولیاء اللہ معصوم نہیں ہوتے اس لیے بعضے پہلے فاسق وفاجر تھے بعد میں توبہ کرکے ولی اللہ ہوگئے۔

اے کہ خاک تیرہ راتو جاں دہی
عقل وحس رارو زی و ایماں دہی

اے اللہ! ماں کے پیٹ کے اندھیرے میں مٹی کا پُتلا بنا کر ساڑھے تین مہینے کے بعد اس اندھیری مٹی کو آپ رُوح عطا فرماتے ہیں اور پھر اس کو عقل وحواس بھی دیتے ہیں اور ان کی پرورش کے لیے جسمانی رزق یعنی روٹی بھی دیتے ہیں اور جس مٹی پر فضل خاص ہوتا ہے اس کو رُوحانی رزق یعنی ایمان بھی عطا فرماتے ہیں۔

شکّر از نے میوہ از چوب آوری
از منی مُردہ بت خوب آوری

اے اللہ! آپ کی قدرت کا کمال ہے کہ گنّے سے جو صورتاً لکڑی کے ڈنڈے کے مشابہ ہوتا ہے آپ شکر پیدا فرماتے ہیں اور درختوں کی لکڑیوں سے میوے اور پھل پیدا فرماتے ہیں اور مُردہ اور بے جان نطفۂ منی سے کیسی پیاری اور خوبصورت شکلیں پیدا فرماتے ہیں۔ باپ کی منی اور ماں کے حیض جیسی بدہیئت اور کریہ المنظر شے (چیز) سے آپ انسان کو احسنِ تقویم میں پیدا فرماتے ہیں۔

دہد نطفہ را صورتے چوں پری
کہ کردہ ست بر آب صورت گری

اے اللہ! نطفۂ منی کو آپ کیسی خوبصورت شکل میں تبدیل فرمادیتے ہیں اور آپ کی کمالِ قدرت ہے کہ منی کے قطرۂ آب پر آپ نے صورت گری کی ہے۔ پانی پر نقش ونگار آپ کے علاوہ کون ہے جو بنا سکے۔

www.khanqah.org

گُل ز گِل صفوت ز دل پیدا کنی
پیہ را بخشی ضیاء و روشنی

ارشاد فرمایا کہ پیہ کے معنٰی ہیں چربی، شحم۔ مولانا رُومی قدرتِ الٰہیہ کے تصرفاتِ عجیبہ بیان فرمارہے ہیں کہ اے اللہ! آپ پھولوں کو مٹی سے پیدا فرماتے ہیں جب کہ مٹی میں کوئی خوشبو نہیں، لیکن اسی مٹی سے خوشبو دار پھول پیدا ہوتے ہیں اور مٹی میں کوئی رنگ نہیں اور پھول رنگ برنگے ہوتے ہیں اور انسانی جسم سر سے پیر تک گوشت اور چربی سے مرکب ہے جس کی وجہ سے جسم کے اندر اندھیرا ہے اور اسی میں قلب ہے اور قلب کے اندر بھی اندھیرا ہے لیکن اسی گوشت اور چربی کے اندھیروں میں قلب کے اندر آپ نورِ ایمان اور نورِ تقویٰ اور نورِ عقل اور نورِ ہدایت و معرفت اور اپنے قُرب کی تجلی عطا فرماتے ہیں۔ اسی طرح جسم کے ظاہر میں آنکھیں ہیں جن کو اگر چیر کر دیکھیں تو روشنی کا پتا نہ ملے گا لیکن گوشت پوست سے بنی ہوئی آنکھوں کے تاریک اور سیاہ تل میں آپ نے نور کا خزانہ رکھ دیا، سیاہی میں نور کا خزانہ اجتماعِ ضدین ہے جو مخلوق کے لیے محال ہے لیکن آپ کی قدرتِ قاہرہ نے محال کو ممکن بنادیا۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔

می کنی جزوِ زمین را آسماں
می فزائی در زمیں از اختراں

مولانا رُومی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! زمین کے جز کو آپ آسمان بنادیتے ہیں یعنی جو اللہ والے ہیں وہ زمین پر رہتے ہوئے بھی آسمان ہیں بلکہ آسمان بھی ان پر رشک کرتا ہے کہ اس اللہ والے کے جسم کی خاک مجھ سے اعلیٰ واشرف ہے بلکہ زمین کا وہ ٹکڑا بھی مجھ سے افضل ہے جہاں کوئی اللہ والا رہتا ہے اور کہکشاں بھی ان آنسوؤں پر رشک کرتی ہے جو اللہ کی یاد میں نکلتے ہیں۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ وہ ہوتے مرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

www.khanqah.org

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

آسماں رشک بر آرد بہ زمینے کہ برو
یک نفس یادو نفس بہر خدا بنشینند

آسمان اُس زمین پر رشک کرتا ہے جہاں دو ایک بندے آپس میں اللہ کے لیے بیٹھ جائیں۔ جس زمین پر کوئی بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے اُس زمین کے لیے وہ گویا آسمان ہوتا ہے۔ اسی کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مبارک تجھ کو اسرارِ کرم کا راز داں رہنا
مبارک ہو زمیں پر تیرا بن کر آسماں رہنا

اسی پر احقر کے چند اشعار ہیں۔

ہماری خاک اس لمحہ میں ہے رشکِ فلک اختر
وہی لمحہ جو میرا ذاکر مولائے عالم ہے

آب و گِل میں اگر دردِ دل ہے
عالمِ خاک ہے آسماں میں
کیا کہوں قربِ سجدہ کا عالم
یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں
نہ پوچھو لذتِ فریادِ سجدہ
زمیں میری ہو جیسے آسماں میں

زمین کا وہ ٹکڑا آسمان بلکہ آسمان سے افضل کیوں نہ ہوگا اور انسان کی وہ خاک ملائکہ سے اعلیٰ واشرف کیوں نہ ہوگی جس خاک پر اللہ تعالیٰ فخر فرمائیں۔ مرقاۃ جلد ۵ ص ۴۹ پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث ذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنْ عِنْدَہٗ[۹۸] کی تشریح میں فرماتے ہیں:

---

۹۸ صحیح مسلم: ۳۴۵/۲، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

اَیْ عِنْدَ الْمَلَائِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعِنْدَ اَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ[۹۹]

یعنی ملائکہ مقربین وارواحِ انبیاء والمرسلین کے سامنے اللہ تعالیٰ بطور افتخار کے ان بندوں کی ثناء وتعریف کے ساتھ ان کا تذکرہ فرماتے ہیں جو زمین پر اللہ کو یاد کررہے ہیں۔ اسی کو مولانا رُومی اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اے اللہ! زمین کے بعض ٹکڑے کو آپ آسمان کردیتے ہیں اور بعض آسمان کو زمین کردیتے ہیں۔ جیسے آسمان سے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین کا جز بن جاتے ہیں اسی طرح اولیاء اللہ زمین پر مثل ستاروں کے اپنے انوار سے زمین کی قیمت کو بڑھادیتے ہیں۔

اے دہندہ قوت و تمکین وثبات
خلق را زیں بے ثباتی دہ نجات

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ رزق بھی دیتے ہیں اور تمکین وثبات بھی دیتے ہیں۔ استقامت رزقِ رُوحانی ہے۔ تمکین کے معنیٰ ہیں استقامت اور ثبات سے مراد ثباتِ قدم ہے یعنی دین پر ثابت قدم رہنا۔ مراد یہ ہے کہ اے اللہ! آپ ہمیں روزی یعنی رزقِ جسمانی بھی دینے والے ہیں اور استقامتِ دینی و رُوحانی دینے والے، اپنے راستے پر ثابت قدم رکھنے والے بھی ہیں لہٰذا اپنی اس مخلوق کو بے ثباتی وبے استقامتی سے نجات عطا فرمایئے۔ بے ثباتی سے مراد تلوین ہے اور تلوین کے معنیٰ ہیں کہ رنگ بدلنا، یعنی جو استقامت سے محروم ہے، کسی وقت اللہ کو راضی کرتا ہے اور کسی وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہوجاتا ہے، کبھی نفس پر غالب آجاتا ہے کبھی نفس سے مغلوب ہوکر نفس کا غلام بن جاتا ہے، یعنی کبھی شیطان کبھی ولی، گھڑی میں اولیاء گھڑی میں بھوت، یہ تلوین میں مبتلا ہے۔ اسی لیے مولانا رُومی دُعا فرماتے ہیں کہ اے بندوں کو رزق دینے والے اور رزق کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق دے کر اپنے خاص بندوں کو مقامِ تمکین واستقامت عطا فرمانے والے! ہمیں بھی تمکین واستقامت

---

[۹۹] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۴۹، باب ذکر اللہ والتقرب الیہ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

www.khanqah.org

عطا فرما، اپنی راہ پر ثابت قدمی عطا فرما، کیوں کہ اگر رزق کھا کر اس سے پیدا شدہ طاقت کو اے اللہ! آپ کی نافرمانی میں استعمال کیا تو یہ صاحبِ قوت اور حاملِ رزق تو ہے لیکن صاحبِ تمکین اور صاحبِ استقامت نہیں ہے بلکہ نمک حرام ہے کہ جس مالک کا رزق کھاتا ہے اسی کے خلاف چلتا ہے۔ پس اے رب! ہم آپ کے مخلوق ہیں، آپ کے مملوک ہیں، آپ کے مرزوق ہیں، اپنی اس مخلوق کو بے ثباتی سے، استقامت سے محرومی سے یعنی دین کے خلاف کام کرنے سے نجات عطا فرما۔ یعنی ہم لوگ جو نفس کے غلام بنے ہوئے ہیں اور حرام لذتوں کی عادت ڈالے ہوئے ہیں ہماری اس خصلتِ خنزیریت اور خصلتِ سگیت کو خصلتِ شرافتِ انسانیت اور خصلتِ شرافتِ عبدیت سے تبدیل فرما دیجیے کہ ہماری ہر سانس آپ کی مرضی پر فدا ہو اور ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گزرے اور بندے کی جس سانس سے اللہ خوش ہو وہ سانس اتنی قیمتی ہے کہ زمین و آسمان اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے اور جس سانس سے اللہ ناراض ہو اس سانس کے خسارے اور ذلّت کو کتّے سور بھی نہیں سمجھ سکتے کیوں کہ کتے اور سور مکلّف نہیں ہیں، ان کو اللہ نے عقل ہی نہیں دی لیکن ہمیں تو اللہ نے عقل عطا فرمائی ہے، جو عقل والا ہو کر اپنے مالک اور محسن کو ناراض کرے وہ جانوروں سے زیادہ بدتر ہے۔ لہٰذا جس شخص کو استقامت نصیب نہیں، دین پر قائم رہنے کی طاقت اور ثبات قدمی حاصل نہیں اس کا کچھ اعتبار نہیں کہ جانے کس وقت وہ کیا کر بیٹھے۔

کراچی کا واقعہ ہے۔ ایک عالم نے بتایا کہ ایک شخص جو دین کے کاموں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لینے والا، لوگوں کو دین کی دعوت دینے والا تھا، یہاں تک کہ تاجر اس کے پاس امانتیں رکھواتے تھے، اس کا ظاہر بالکل سنت و شریعت کا پابند لیکن اپنی سالی سے پردہ نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ بے پردگی کی نحوست سے عشقِ مجازی کا زہر آہستہ آہستہ دل میں گھستا رہا اور ایک دن بے قابو ہو کر رات کے بارہ بجے داڑھی منڈائی اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر اور سب کی امانتیں لے کر سالی کے ساتھ بھاگ گیا۔ اس لیے شریعت نے پردے کا اور نظر کی حفاظت کا جو حکم دیا ہے یہ سختی نہیں ہے بلکہ

www.khanqah.org

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ نظر کی حفاظت فرض کر دی کیوں کہ جب نظر محفوظ ہو گی تو شرمگاہ بھی محفوظ ہو گی اور شرمگاہ محفوظ ہو گی تو زنا سے حفاظت ہو گی اور اولاد حلالی پیدا ہو گی۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم نہیں ہے کہ بندے حلالی ہوں اور ان کا نسب محفوظ ہو؟ سبحان اللہ! کیا پاکی اور طہارت و شرافت کا قانون ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے، انگریزوں کا اندھا قانون نہیں ہے کہ اگر مرد و عورت راضی ہوں تو باہمی رضامندی سے وہ حرام کاری کر سکتے ہیں یعنی حرامی اولاد پیدا کر سکتے ہیں۔ شریعتِ اسلامی کہتی ہے کہ باہمی رضامندی کوئی چیز نہیں، مالک کی رضامندی اصل چیز ہے۔ باہمی رضامندی سے مالک کی نافرمانی جائز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا فسق پر راضی ہونا فسق ہے اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ اگر دو غلام مالک کی نافرمانی پر صلح کر لیں تو پٹائی ہوتی ہے یا نہیں؟ جیسے دو نوکر ایک سیٹھ کی دوکان پر بادام چرا کر کھایا کرتے تھے، یہاں تک کہ خوب موٹے ہو گئے، جب مالک کو پتا چلا تو وہ پٹائی ہوئی کہ اگلا پچھلا سارا بادام نکل گیا۔ اسی لیے اللہ کی نافرمانی پر لاکھ کوئی رضامند ہو جائے لیکن جب پٹائی ہو گی تو پتا چلے گا۔

اسی لیے مولانا رُومی اس شعر میں اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں: اے اللہ! ہم آپ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں، آپ ہمیں روزی دینے والے ہیں تو آپ کی روزی کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما کر ہمیں دین پر تمکین و استقامت کی نعمت عطا فرما دیجیے اور ہمیں تلوین و عدمِ استقامت سے نجات عطا فرمائیے۔ اس لیے یا اللہ! اپنی رحمت سے جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کی برکت سے جو شرح اس وقت بیان ہوئی اپنی رحمت سے اسے قبول فرما لیجیے۔ اے خدا! ہماری ہر سانس کو اپنی رضا پر فدا ہونے کی توفیق عطا فرما اور اولیائے صدّیقین کا ایمان و یقین نصیب فرما اور ہمارا ایمان و یقین اولیائے صدّیقین کی آخری سرحد تک پہنچا دے۔ ایسا یقین، ایسا ایمان عطا فرما کہ ہماری ہر سانس آپ پر فدا ہو اور آپ کو خوش کر کے ہماری زندگی کی ہر سانس رشکِ سلطنت ہفتِ اقلیم ہو جائے۔ اے خدا! ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض کرنا اپنے لیے دونوں جہاں کی مصیبت سے بڑھ کر سمجھیں، اے خدا! ایک سانس بھی ہماری آپ کی ناراضگی

www.khanqah.org

میں نہ گزرنے پائے، ہمیں ہر وقت اپنی رضا پر استقامت نصیب فرمائیے۔ اگر ہم گناہ کی طرف جارہے ہوں تو جس طرح چھوٹے بچے مٹی کھانے کے لیے یا پیشاب پاخانے میں ہاتھ ڈالنے کے لیے چلتے ہیں تو ماں ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتی ہے، آپ کی رحمت سے فریاد ہے کہ اگر ہم اپنی نالائقی سے، اپنی خباثتِ طبع سے گناہ کی طرف جانے لگیں تو ہم آپ کی رحمت سے فریاد کرتے ہیں کہ ماں کی رحمت تو آپ کی دی ہوئی مخلوق رحمت ہے اور آپ ارحم الراحمین ہیں اس رحمتِ عامّہ کے صدقے میں اور اس رحمتِ خاصّہ کے صدقے میں ہمارے ہاتھوں کو ہر بُرائی سے آپ کھینچتے رہیے، بچاتے رہیے، حفاظت نصیب فرماتے رہیے کہ ہم ایک سانس بھی آپ کو ناراض نہ کریں۔ جس دن آپ ہم کو یہ مقام عطا فرمادیں گے بس اس دن ہم ہفتِ اقلیم کی سلطنت بلکہ شمس و قمر اور زمین و آسمان سے زیادہ بلکہ دونوں جہاں سے زیادہ ہم آپ کی رحمت پائیں گے۔ اے خدا! آپ ہماری زندگی کو اپنے اولیاء کی حیات سے مشرّف اور مبدّل فرمادیجیے اور نفس و شیطان کی غلامی سے نفرت اور کراہت اور اپنی خصوصی حفاظت مقدّر فرمائیے۔ ہم سب کو، ہماری اولاد کو اور ہمارے رشتہ داروں کو تمام نافرمانیوں سے محفوظ فرما اور آج تک اے خدا! آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ہمارے نفس نے جتنی حرام خوشیاں در آمد کی ہیں آپ ان خوشیوں کو معاف کردیجیے کیوں کہ آپ کو ناخوش کرکے بندوں کو اپنا جی خوش کرنا یہ حرام خوشی انسانیت و شرافت و عبدیت کے خلاف ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۱ر شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۷ر فروری ۱۹۹۱ء

بروز بدھ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اندراں کارے کہ ثابت بودنی ست
قائمی دہ نفس را کہ منشنی ست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی دُعا کرتے ہیں کہ جس کام کے اندر استقامت مطلوب ہے اے خدا! اس میں ہمارے نفس کو استقامت دیجیے کیوں کہ اپنی خصلت کے اعتبار سے اس میں ازاغت، کجی اور ٹیڑھا پن ہے اور یہ کجی اور ازاغت کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ[۱۰]

یعنی نفس اپنی فطرت کے اعتبار سے کَثِیْرُ الْاَمْرِ بِالسُّوْءِ[۱۱] ہے، شَدِیْدُ الْمَیْلَانِ اِلَی الْخَطَاءِ ہے، ہر وقت بُرائی کو کہتا رہتا ہے، اگر موقع پاجائے تو ایک بُرائی کو اور ایک گناہ کو نہ چھوڑے خواہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا گناہ، پُرانا گناہ ہو یا نیا گناہ۔ اب اگر کوئی کہے کہ جب قرآنِ پاک نازل ہو رہا تھا اس زمانے میں فلم، سینما، ٹی وی، وی سی آر اور ڈش کہاں تھے، مولوی زبردستی ان چیزوں کو منع کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اَلسُّوْء میں الف لام جنس کا ہے اور جنس وہ کلی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو جس کا مطلب یہ ہوا کہ سُوْء یعنی بُرائی اور گناہ کی جتنی قسمیں زمانۂ نزولِ قرآن سے لے کر قیامت تک پیدا ہوں گی وہ سب اس اَلسُّوْء میں داخل ہیں۔ لہٰذا سُوْء کی تمام انواعِ ماضیہ حالیہ و مستقبلہ اس میں شامل ہو گئیں، یعنی گناہوں کے جتنے انواع واقسام تھے اور ہیں اور آئندہ ایجاد ہوں گے سب اس میں آگئے۔ یہی دلیل ہے کہ یہ کلام اللہ کا ہے کہ ماضی حال واستقبال تک کے تمام گناہوں کا اس میں احاطہ ہو گیا۔

---

[۱۰] یوسف: ۵۳

[۱۱] روح المعانی: ۲/۱۳، یوسف (۵۳)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

اس لیے مولانا رُومی دُعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ! جس کام میں آپ کو استقامت پسند ہے اس میں میرے نفس کو استقامت نصیب فرمائیے کیوں کہ نفس اپنی فطرت کے اعتبار سے كَثِيْرُ الْاَمْرِ بِالسُّوْءِ ہے لہٰذا اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ[۱۰۲] کا سایۂ رحمت ہمارے اُوپر ڈال دیجیے جو استقامت کا ضامن ہے۔

اندراں کارے کہ دارد آں ثبات
قائمی دہ نفس را بخشش حیات

جو کام اپنے اندر ثباتِ قدمی اور استقامت کو مقتضی ہیں یعنی جن کاموں میں آپ استقامت کو پسند فرماتے ہیں ان میں ہم کو استقامت عطا فرما دیجیے اور ہمیں حیاتِ ایمانی بخش دیجیے۔ استقامت فی الدین کی برکت سے ہم سب کو حقیقی حیات نصیب فرما دیجیے۔ یعنی اے اللہ! ہمیں اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرما دیجیے، دین پر ثبات قدمی واستقامت عطا فرما دیجیے، کیوں کہ اگر نفس میں استقامت نہیں، اور دین پر وہ قائم نہیں رہتا مثلاً حرام لذّت کو چر الیتا ہے تو حیات سے محروم ہو جاتا ہے، اس کی زندگی مثل جانور کے ہو جاتی ہے۔

صبر ماں بخش وکفہ میزاں گراں
وارہاں ماں از دمِ صورت گراں

اے اللہ! آپ ہم کو صبر عطا فرمائیے یعنی گناہوں کے تقاضوں کے وقت گناہوں کی لذّت سے بچنے کی تکلیف پر صبر عطا فرمائیے کہ چاہے گناہ کا کتنا ہی تقاضا ہو لیکن ہمیں ایسی توفیق دے دیجیے کہ چاہے جان نکل جائے لیکن گناہ کر کے ہم آپ کو ناراض نہ کریں اور قیامت کے دن ہمارے ترازو کے پلڑے کو بھاری کر دیجیے یعنی نیکیاں زیادہ کر دیجیے تاکہ ہماری نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے۔ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ[۱۰۳] نہ ہو فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ[۱۰۴] ہو، اور چوں کہ صبر پر اجر بہت زیادہ ہے اس لیے مولانا نے اس کا تعلق کفہ میزان سے جوڑ دیا کہ صبر کی توفیق عطا فرما کر اور اس کو قبول فرما کر میزانِ اعمال میں نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کر دیجیے۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہاں

۱۰۲؎ یوسف:۵۳
۱۰۳؎ القارعۃ:۸
۱۰۴؎ القارعۃ:۶

www.khanqah.org

نیکیوں کا لفظ کیوں بڑھایا جارہا ہے کیوں کہ کفہ میزان کے معنیٰ تو ترازو کے پلڑے کے ہیں یعنی ترازو کے پلڑے کو بھاری کر دیجیے۔ یہاں نیکیوں کا کیا ثبوت ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ مولانا کا اسلوبِ بیان قرآنِ پاک کی اتباع میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ جس سے مراد نیکیوں کا پلڑا بھاری ہونا ہے۔

تو مولانا رُومی عرض کرتے ہیں کہ ہمیں صبر عطا فرما کر ہماری نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کر دیجیے اور اس مکروہ صورت، دشمن شیطان کے خبیث وسوسوں سے ہمیں خلاصی عطا فرمائیے جو ہمارے دل میں گناہوں کے تقاضوں کی پھونک مارتا ہے اور گناہوں کے خیالات ڈال کر سانپ کی طرح دل کو ڈستا رہتا ہے۔ لہٰذا اے اللہ! اس خبیث کے وسوسوں اور اس کے مکر و فریب سے ہم کو بچائیے۔

وز حسودے باز ما خرا ے کریم
تا نہ باشیم از حسد دیو رجیم

اے کریم! اس حاسد اور دشمن شیطان سے ہم کو دوبارہ خرید لیجیے یعنی آپ تو ہمیں بار بار خریدتے رہتے ہیں اور اس کی غلامی سے چھڑاتے رہتے ہیں، لیکن ہم اپنی نالائقی اور کمینے پن سے پھر اس کی گود میں چلے جاتے ہیں اور بار بار گناہ کرتے ہیں۔ پس عدل کا تو تقاضا یہ تھا کہ ہم کو نفس و شیطان کے حوالے کر دیا جاتا کہ جب تم شیطان کی بات مانتے ہو تو شیطان ہی کی گود میں رہو، لیکن چوں کہ آپ کریم ہیں، ہماری نااہلیت اور استحقاقِ سزا کے باوجود آپ محروم نہیں فرماتے، اس لیے آپ اپنے کرم سے ہم کو اس خبیث سے پھر خرید لیجیے یعنی ہمیں شیطان سے چھڑا لیجیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس شیطان کے حسد سے ہم بھی مردود ہو جائیں یعنی بوجہ گناہوں کے آپ کی بارگاہِ قُرب سے نکال دیے جائیں۔ بہت سے ایسے لوگ جنہوں نے گناہ نہیں چھوڑا ان کا انجام بہت بُرا ہوا یعنی ان کی توفیقِ توبہ ہی سلب کرلی گئی اور بہت بُرا خاتمہ ہوا، لہٰذا گناہ سے دل کو مانوس مت کرو، اس حالت پر بہت روتے رہو، اپنی اس حالت کو خطرناک سمجھو۔ جیسے بلڈ کینسر کا مریض اپنی صحت کے لیے اللہ سے بلبلا کے روتا ہے ایسے ہی اپنی رُوحانی صحت اور گناہوں کے کینسر سے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ سے روتے رہو اور بزرگانِ دین سے دُعائیں کراؤ۔

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۵؍ذوقعدہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۹؍مئی ۱۹۹۱ء

بروز بدھ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

گویم اے رب بارہا برگشتہ ام
توبہ ہا و عذر ہا بشکستہ ام

ارشاد فرمایا کہ برگشتہ معنیٰ پھر جانا، بہک جانا یعنی بے وفائی کرنا۔

فرمایا کہ یہ شعر زبانی یاد کرنے کے ہیں چاہے تھوڑا پڑھو مگر زبانی یاد کرلو، کیوں کہ دُعا میں یہ بڑا درد پیدا کرتے ہیں۔

اے میرے رب! میں آپ سے عرض کررہا ہوں کہ بارہا آپ کی راہ سے برگشتہ ہوچکا ہوں یعنی نفس وشیطان کے کہنے میں آکر آپ کی چوکھٹ کی جبیں سائی چھوڑ کر نفس وشیطان کی غلامی میں آگیا اور حرام اور خبیث لذتوں کے پیچھے پڑ گیا اور آپ سے بے وفائی کی۔ بندے کی بے وفائی اللہ تعالیٰ سے کیا ہے؟ کہ اس کی نافرمانی کی راہ سے حرام لذت کو درآمد کرنا، اللہ کو ناخوش کرکے اپنا جی گناہوں سے خوش کرنا۔ تو اے میرے رب! میں نادم ہو کر آپ سے اقرار کرتا ہوں کہ میں بارہا آپ کی نافرمانی میں مبتلا ہوا اور آپ کو ناراض کرکے بارہا عہدِ وفا کو توڑا اور آپ کے قُرب سے محروم ہوا، جب کہ صحابہ کی شان یہ تھی کہ جان دے دیتے تھے مگر آپ کو ناراض نہیں کرتے تھے شہید ہوجاتے تھے مگر کسی طرح سے خود کو آپ کی نافرمانی کی بزدلی میں مبتلا نہیں ہونے دیتے تھے اور شہید ہو کر بزبانِ حال یہ شعر پڑھتے تھے کہ

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ ہم نے بارہا توبہ کی کہ اب یہ گناہ نہیں کریں گے اور بارہا عذر خواہی کی کہ اے اللہ! اس دفعہ ہم مغلوب ہوگئے آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے لیکن پھر

www.khanqah.org

نفس و شیطان ہم پر غالب آ گئے اور ہزاروں عذر و معذرت اور توبہ کو ہم نے توڑ دیا اور اس طرح بارہا اپنا منہ کالا کر چکے ہیں اور آپ کے غضب اور قہر کی راہوں سے لذت کی درآمدات کو عادت بنا رکھا ہے، مثلاً: توبہ کو توڑ کر ہم پھر حسینوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا حرام نمک چکھ کر نمک حرام ہو جاتے ہیں۔ نمک حرام کہتے ہیں کسی کی روٹی کھا کر اس کے خلاف کام کرنے والے کو۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے نمک خوار ہیں، ان ہی کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں، لہٰذا اللہ کا رزق کھا کر جو ذلیل کام کر رہا ہے اور اللہ کا حرام کیا ہوا حسینوں کا نمک چکھ رہا ہے کیا یہ نمک حرامی نہیں ہے؟ بلکہ ایسا شخص تو دوہرا نمک حرام یعنی دوہرا مجرم ہے کہ اللہ کی نافرمانی کر کے اس نے اللہ کا حرام کیا ہوا نمک چکھا تو اسی وقت نافرمان اور بے وفا یعنی نمک حرام ہو گیا اور حسینوں کا نمک چکھنے کا جرم الگ، پس نمک حرام مثبت حرام نمک تو میزان میں حرام کا اضافہ ہو گا یا نہیں؟ دیکھیے یہ ایک خاص تقریر ہے۔ مثنوی پڑھانے کے لیے خالی ترجمہ کرنا تو کوئی مشکل کام نہیں ہے، ترجمہ تو سب کر سکتے ہیں، بڑے بڑے فارسی داں یہاں بیٹھے ہیں مگر کراچی کے ایک بڑے عالم کے پاس ایران سے خط آیا تھا کہ ہندوستان و پاکستان میں سب سے بہتر مثنوی کون پڑھا سکتا ہے؟ تو ان عالم صاحب نے اپنے نیک گمان کی راہ سے میرا نام پیش کیا۔ یہ اللہ کا کرم اور احسان ہے کہ علماء کے دل میں یہ حسنِ ظن ہے۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ لاکھ حرام لذتیں چراؤ، لاکھ نمک چوری کرو یعنی لاکھ حسینوں کو دیکھو لیکن ؎

نیست آب شور درمان عطش

پیاس کا علاج کھارا پانی نہیں ہے بلکہ کھارے اور نمکین پانی سے تو پیاس اور بڑھ جاتی ہے ۔ گناہ کھارا پانی ہے اور اللہ کی عبادت، اللہ کی یاد میٹھا پانی ہے، لہٰذا اللہ کی فرماں برداری کا میٹھا پانی پیا کرو کیوں کہ گناہ کے کھارے پانی سے تم کو تسلی نہیں ہو گی، پیاس اور بڑھ جائے گی، تم اور بے چین ہو جاؤ گے۔ تم سمجھتے ہو کہ اس نمکین پانی سے تمہیں چین ملے گا لیکن حسینوں کی چمک دمک اور نمک نے کتنوں کو پاگل کر دیا۔ لیلیٰ کالی تھی لیکن اس

www.khanqah.org

میں نمک غضب کا تھا، لیکن کیا ملا؟ مجنوں پاگل ہو گیا۔ اسی پر میر اشعر ہے ؎

بتوں کے عشق سے دنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
گناہوں سے سکوں پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

مجنوں کو تو لیلائے سیاہ فام کے نمک نے پاگل کر دیا اور بعضوں کو حسنِ گلفام کی چمک دمک نے پاگل کر دیا لہٰذا چاہے نمک ہو چاہے دمک دونوں کا دیکھنا حرام ہے۔ ایسے ہی ان نمکینوں دمکینوں اور چمکینوں کو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اپنے کو بنانا سنوارنا اور اپنا حسن غیروں اور نامحرموں کو دکھانا جائز نہیں، کیوں کہ یہ دعوتِ بدنگاہی ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[۵]

یعنی اللہ تعالیٰ لعنت کرے جو نظر حرام میں مبتلا ہو یا دوسروں کو مبتلا کرے۔ اس لیے تصویر والے جتنے اخبار ہیں ان میں جو حسینوں کی تصویریں دیکھے گا خود بھی گناہ گار ہو گا اور دیکھنے والوں کا سارا گناہ ان اخبار والوں کے اعمال نامہ میں بھی لکھا جائے گا جنہوں نے وہ تصویریں چھاپی ہیں۔ قیامت کے دن سخت پکڑ کا اندیشہ ہے۔

لہٰذا مولانا رُومی ہم کو توبہ کا راستہ دکھا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے یوں کہو کہ اے پالنے والے! بارہا میں آپ کے راستے سے بہک گیا اور نفس و شیطان کے راستے پر لگ کر ذلت کے گڑھے میں گر گیا، میں نے ایک دفعہ توبہ نہیں توڑی، بے شمار مرتبہ میں نے توبہ کو توڑا ہے، بے شمار مرتبہ آپ سے بے وفائی کی ہے، اب دوبارہ اقرارِ جرم کر کے اپنے مولیٰ کی رحمت کو اپنی طرف مائل کر رہا ہوں، کیوں کہ اگر انسان دوسرے انسان سے اپنی غلطی کو تسلیم کر لے اور کہہ دے کہ صاحب! میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ آپ مجھے اپنے ساتھ رکھیں کیوں کہ میں نے بہت نالائقیاں کی ہیں، یہ آپ کا کرم ہے جو آپ نے مجھے اپنے پاس رکھا ہوا ہے جیسے میر صاحب کا شعر ہے ؎

مرے جام شکستہ کو خریدا میرے ساقی نے
وگرنہ در حقیقت پھینک ہی دینے کے قابل ہوں

---

[۵] کنز العمال: ۷/۳۳۸ (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

تو انسان کا دل بھی پانی ہو جاتا ہے کہ چلو بھئی ایک آدمی نالائق ہے مگر اقرار کر رہا ہے تو پڑا رہنے دو اس نالائق کو اپنے دروازے پر، تو اے اللہ! آپ تو ارحم الراحمین ہیں، آپ مستغفرین تائبین نادمین پر کیوں نہ کرم فرمائیں گے۔ لیکن اگر کوئی اگر مگر لگاتا ہے کہ میں بہت بڑا آدمی ہوں، میری وجہ سے خانقاہ چمک رہی ہے، تو جس نے ناز کیا سمجھ لو کہ اس کی خیریت نہیں، تکوینی طور پر ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے کہ یہ خانقاہ سے بہت ہی ذلت کے ساتھ نکال دیا جائے گا اور دینی خدمت سے محروم کر دیا جائے گا۔ حق تعالیٰ ایسے شخص کو جو اپنے کو اہمیت دیتا ہے پسند نہیں فرماتے۔ یہی کہنا چاہیے کہ اے اللہ! ہم آپ کے دین کے محتاج ہیں، ہماری خدمات سے آپ کا دین مستغنی ہے، آپ کا کرم ہو گا اگر ہم کو آپ اپنے دین کے کام میں قبول فرمائیں۔ ہماری حسنِ تقریر و تصنیف کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ جو کچھ کام لے لیتے ہیں، دین کی چاکری کی جو توفیق دی ہے یہ سب کچھ آپ کی عطا ہے، ہمارا کوئی کمال نہیں۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر بادشاہ کسی بھنگی چمار کے سڑے ہوئے بانس کو شاہی عمارت میں قبول کر لے تو یہ بادشاہ کا احسان ہے، چمار کو اور شرم سے گڑ جانا چاہیے کہ کہاں میرا سڑا ہوا بانس اور کہاں شاہی عمارت! ہماری عبادات و اعمال اور دینی خدمات کی مثال اسی سڑے ہوئے بانس کی سی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں تو یہ ان کا احسانِ عظیم ہے ورنہ یہ قبولیت کے قابل نہیں۔

کردہ ام آں ہا کہ از من می سزید
تا چنیں سیلِ سیاہی در رسید

ہم نے وہی کیا جس کے ہم لائق تھے یعنی ہم نالائق تھے تو نالائق اعمال ہی ہم سے صادر ہوئے۔ نالائق سے تو نالائقی ہی صادر ہو گی۔ پس ہم نے ایسے ایسے گناہ کیے ہیں جو ہماری نالائقی کے سزاوار تھے، یہاں تک کہ سر سے پیر تک ہم سیاہی کے سیلاب میں غرق ہو گئے اور ہمارا ظاہر و باطن گناہوں کی ظلمت سے سیاہ ہو گیا اور ہم گناہوں کے اندھیروں میں ڈوب گئے، کیوں کہ جب گناہ زیادہ ہوتے ہیں تو اندھیرا بھی زیادہ ہوتا

www.khanqah.org

ہے جیسے رات ہو، کالے بادل ہوں اور روشنی نہ ہو تو ظلمت کتنی شدید ہو گی۔ اسی طرح جب انسان مسلسل گناہ کرتا ہے تو باطنی سیاہی بڑھتی چلی جاتی ہے، طاعات کے انوار پر گناہوں کے بادل چڑھتے چلے جاتے ہیں، ذلت ورُسوائی مقدر ہو جاتی ہے اور انسان ظلمات میں غرق ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں ہمارا اللہ کریم اور لائق مولیٰ ہے جس نے ہماری نالائقیوں کے باوجود ہم کو اپنے دامنِ رحمت سے چمٹا رکھا ہے اور اپنے کرم سے ہمیں نہیں بھگاتے ورنہ ہماری نالائقیوں پر اگر نظر فرماتے تو اپنے در سے نہ چپکائے رکھتے۔

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم ببیں خونِ جگر

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ گناہوں پر ندامت سے میرے جگر میں غم کی آگ لگی ہوئی ہے اور میرے قلب میں آتشِ غم کے سینکڑوں شعلے بھڑک رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اے خدا! میری مناجات میں آپ میرے جگر کا خون دیکھ لیجیے۔ میں جو یہ دُعا مانگ رہا ہوں اس میں میرا دردِ دل شامل ہے، میرے آنسوؤں کے سیلاب میں میرا خونِ جگر شامل ہے، میرے منہ سے دُعا کے جو الفاظ نکل رہے ہیں وہ میرے اشکِ ندامت کو لیے ہوئے ہیں، جیسا کہ مولانا نے ایک اور جگہ فرمایا۔

ہر کجا بینی تو خوں بر خاک ہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

جہاں بھی دیکھو کہ کسی خاک پر خون پڑا ہوا ہے تو اے دنیا والو! یقین کر لینا کہ یہاں جلال الدین ہی رویا ہو گا، اپنے گناہوں پر توبہ واستغفار میں خون کے یہ آنسو جلال الدین ہی کی آنکھوں سے گرے ہوں گے۔ سبحان اللہ! کیا جذبہ تھا مولانا کا کہ اگر میرا بس چلے تو زمین کا کوئی چپہّ اور خاک کا کوئی ذرّہ نہ چھوڑوں جہاں ندامت سے اپنے خون کے آنسوؤں کو نہ گرادوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ندامت کے جو آنسو نکلتے ہیں ان آنسوؤں کا درجہ شہیدوں کے خون کے برابر ہے۔

www.khanqah.org

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

اللہ تعالیٰ گناہ گار کے آنسوؤں کا وزن قیامت کے دن شہیدوں کے خون کے برابر کرے گا، کیوں کہ یہ آنسو پانی نہیں ہے بلکہ جگر کا خون ہے جو خوفِ خدا سے پانی ہو گیا ہے۔ لہٰذا ان آنسوؤں کو پانی مت سمجھو بلکہ یہ گناہ گار نادم کے جگر کا خون ہے جو غمِ ندامت اور خوفِ قیامت اور خوفِ پیشی بحضور ربّ العزت سے پانی میں تبدیل ہو گیا ہے کہ آہ۔

مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور ان کی شانِ ستّاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو

اسے ندامت ہوتی ہے کہ آہ! میں بایں داڑھی اور مقدس چہرہ بایں لمبا کُرتا اور بایں گول ٹوپی اور بایں حج و عمرہ اور بایں ماحولِ خانقاہ اس طرح سے کھل کر کیوں گناہوں میں غرق ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صالحین کی وضع دی۔ جب میں نیک بندوں کے لباس میں آ گیا تو گناہ کر کے نیک بندوں کی عظمت کو نقصان پہنچانا، نیک بندوں کے لباس اور وضع کو بے عزت کرنا یہ تو گناہ در گناہ ہے۔ لہٰذا اے اللہ! میں صرف نادم ہی نہیں ہوں بلکہ غم کی آگ میرے سینے میں بھری ہوئی ہے جس کا اثر میری مناجات میں اے اللہ! آپ دیکھ لیجیے اور مجھے معاف فرما دیجیے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تم سے گناہ ہو گئے اور تم اللہ سے دور ہو گئے تو بھی مایوس نہ ہو، اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑ گڑائے جاؤ اور خوب معافی مانگ کر پھر اللہ کی یاد میں لگ جاؤ۔ اگر کبھی خطا ہو جائے پھر رو رو کر ان کو منالو۔ غرض ان کے دامنِ رحمت کو نہ چھوڑو۔ میر اشعر ہے۔

ان کا دامن اگرچہ دور سہی
ہاتھ اپنا بھی تم دراز کرو

www.khanqah.org

غرض اللہ کو یاد کیے جاؤ ایک دن ضرور ان کو پا جاؤ گے۔ فرماتے ہیں۔

گر زچاہے می کنی ہر روز خاک
عاقبت اندر رسی در آبِ پاک

اگر کسی کنویں سے تم ہر روز مٹی نکالتے رہو گے تو ایک دن ضرور پاک پانی تک پہنچ جاؤ گے۔ جب میں "معارف مثنوی" لکھ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے خواب میں اس شعر کی شرح مجھ کو عطا فرمائی۔ یہ ہے شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صدقہ کہ ان کی شاگردی میں میں نے مثنوی پڑھی، اور حضرت نے پڑھی حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے، اور حضرت حکیم الاُمت رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھی حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اس طرح سلسلہ ملا رہتا ہے، ڈبے سے ڈبہ جڑا رہتا ہے تو انجن جہاں پہنچتا ہے چھوٹے ڈبے بھی وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ تو میں خواب میں اس شعر کی شرح بیان کر رہا تھا کہ مولانا نے سلوک کے منازل اس میں بیان کیے ہیں کہ جب انسان کنواں کھودتا ہے تو خشک مٹی نکلتی ہے، پانی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے لیکن نا اُمید نہ ہونا کیوں کہ مستند روایات سے اور اپنے گرد و پیش کے حالات سے آدمی سمجھتا ہے کہ کنویں ایسے ہی کھودے جاتے ہیں، پہلے خشک مٹی ہی نکلتی ہے لہٰذا اگر ذکر میں شروع میں مزہ نہ آئے تو دل چھوٹا مت کرو کہ ہم اللہ تک نہیں پہنچیں گے جیسے کنواں کھودتے وقت شروع میں خشک مٹی دیکھ کر دل چھوٹا نہیں کرتے کیوں کہ جانتے ہیں کہ خشک مٹی کے راستے ہی سے سب پانی تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے نام ہی سے سب اللہ تک پہنچے ہیں خواہ شروع میں مزہ نہ آئے۔ یہ سلوک کی پہلی منزل ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے کہ آٹھ دس فٹ تک کنواں کھودنے کے بعد مٹی میں پانی کی ذرا سی نمی محسوس ہونے لگتی ہے، مٹی کی خشکی میں نمی آنے سے پانی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ اسی طرح ذکر کرتے کرتے جب ایک زمانہ گزر جائے گا تو ذاکر کو قلب میں اللہ تعالیٰ کے انوارِ قُرب اور آثار و تجلیاتِ الٰہیہ کی تھوڑی سی نمی محسوس ہونے لگے گی اور اس کو خوشی محسوس ہوگی کہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہو رہا ہے۔ یہ سلوک کی دوسری منزل آگئی۔ اس

www.khanqah.org

کے بعد جب کنواں اور گہرا ہو جاتا ہے تو پھر کیچڑ آنے لگتا ہے یعنی پچاس فیصد پانی اور پچاس فیصد مٹی، اب اسے اور خوشی ہو جاتی ہے کہ پانی اب بہت زیادہ قریب آ گیا، اس کے بعد اور زیادہ محنت سے پھر کیچڑ اور کم ہو جاتی ہے اور پانی کا غلبہ ہو جاتا ہے جس کو گدلا پانی کہتے ہیں یعنی نوے فیصد پانی اور دس فیصد مٹی اس وقت کنواں کھودنے والا مست ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب گناہوں میں کمی اور التزامِ طاعت سے ذکر کے انوار قوی ہو جاتے ہیں تو سالک خوش ہو جاتا ہے اور بزبانِ حال کہتا ہے ؎

نکھرتا آرہا ہے رنگِ گلشن
خس وخاشاک جلتے جارہے ہیں

اس مقام پر سالک سمجھتا ہے کہ وصول الی اللہ نصیب ہو گیا لیکن مولانا فرماتے ہیں۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

جب یہ خاک ملا ہوا گھونٹ تجھے مست کر رہا ہے، تو جس دن بالکل صاف پانی پیے گا اس دن میں نہیں کہہ سکتا کہ تیرا کیا حال ہو گا اور کس قدر خوشی پائے گا۔ اسی طرح ابھی قُربِ الٰہی کا شفاف پانی کہاں ملا ہے، ابھی تو سالک کچھ ذکر وعبادت کر رہا ہے اور کچھ گناہ بھی کر لیتا ہے اگرچہ عبادت کا غلبہ ہو گیا مثلاً نوے فیصد عبادت گزار ہے اور دس فیصد گناہ گار ہے کہ کبھی کبھی بد نظری کر کے حرام لذت بھی چکھ لیتا ہے۔ ابھی تو تیرا جرعۂ عشقِ الٰہی خاک آمیز ہے جو تجھے اتنا مست کر رہا ہے، تو جس دن تو سو فیصد فرماں بردار ہو جائے گا اور اللہ کی محبت کا صاف پانی ملے گا اس دن خالص انوارِ ذکر سے تیری مستی کا کیا حال ہو گا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ایں چنیں اندوہ کافر را مباد
دامنِ رحمت گر فتم داد داد

اپنے گناہوں کی وجہ سے جو غم اس وقت مجھے ہے ایسا غم اے خدا! کسی کافر کو بھی نہ

www.khanqah.org

ملے۔ بس میں آپ کی رحمت کا دامن پکڑتا ہوں مجھ پر رحم کر دیجیے، رحم کر دیجیے۔ داد کے معنٰی یہاں داد دہش کے ہیں یعنی ہمیں مغفرت و رحمت کی بخشش دے دیجیے، اپنا شاہی رحم ہم پر مبذول فرما دیجیے، اُصول اور عدل سے ہم ناقابلِ معافی ہیں کیوں کہ بارہا ہم توبہ توڑ چکے ہیں، لہٰذا قانون اور ضابطے سے ہم آپ کی رحمت کے قابل نہیں، لہٰذا آپ کے مراحم خسروانہ سے رحم کی بھیک مانگتے ہیں۔ جیسے سپریم کورٹ سے جب مجرم کو پھانسی کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ شاہ سے رحم کی اپیل کرتا ہے کیوں کہ رحم اُصول اور ضابطے اور قانون کا پابند نہیں ہوتا لہٰذا اے خدا! آپ تو سلطان السلاطین ہیں، ہم آپ سے رحم کی درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمیں معاف فرما دیجیے۔

کاش کہ مادر نہ زادے مر مرا
یا مرا شیرے بخوردے در چرا

اے کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا اور باپ سے میرا نطفہ ہی نہ قرار پاتا یا میں شکمِ مادر ہی میں مر جاتا، یعنی نہ میرا وجود ہوتا نہ میں گناہوں سے روسیاہ ہوتا، یا جنگل کی کسی چراگاہ میں کوئی شیر ہی مجھے کھا جاتا تاکہ مجھے یہ دن نہ دیکھنے پڑتے اور یہ گناہ مجھ سے سرزد نہ ہوتے جن سے میں نے اپنے خالق اور مالک اور پالنے والے کی نافرمانی کی۔ اس سے زیادہ اور کیا اظہارِ ندامت ہو گا۔ مولانا کا کمالِ بلاغت دیکھیے کہ کیا پیارا عنوان اختیار فرمایا اور کس درد کے ساتھ اظہارِ ندامت فرمایا ہے۔

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد
کہ زہر سوراخ مارم می گزد

اے خدا! آپ ہمارے ساتھ وہ معاملہ فرمایئے جو آپ کو لائق ہے۔ ہم تو نالائق تھے، نالائق سے تو نالائقی ہی ہو گی لیکن آپ تو لائق ہیں، کریم ہیں آپ وہ معاملہ فرمایئے جو آپ کی شانِ کرم کے لائق ہے یعنی ہم کو معاف فرما دیجیے، کیوں کہ نفس کو گناہوں کی غذا دے کر قوت پہنچانے سے میرے بال بال کے ہر سوراخ سے نفس کا سانپ مجھے ڈس رہا ہے۔ یعنی میری شامتِ عمل کے سبب اور گناہوں کی کثرت سے نفس کی عادت اتنی

www.khanqah.org

خبیث ہوچکی ہے کہ میرے جسم کے ہر بُنِ مو سے نفس کے بُرے بُرے تقاضے مجھے تنگ کررہے ہیں۔ لہٰذا جولوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گناہ کرکے تسلی ہوجائے گی نہایت احمق اور گدھے ہیں، کیوں کہ گناہ کرنے سے تقاضے اور شدید ہوجاتے ہیں۔ ابھی تو ایک ہی سانپ سے پالا پڑا ہے اگر گناہ نہ چھوڑا تو بدن میں جتنے بال ہیں ان کے ہر سوراخ سے نفس کا سانپ بُرے بُرے تقاضوں کی صورت میں ڈسے گا، اس لیے بزرگوں کی نصیحت مان لو کہ جلد سے جلد گناہ چھوڑ دو اور دل سے توبہ کرلو، ورنہ ہر گناہ کے ساتھ تقاضے بڑھتے چلے جائیں گے۔ جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان سے پوچھ لو کہ گناہ کے بعد تقاضے ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتے ہیں یا تھوڑی دیر کے لیے کم ہوتے ہیں اور بعد میں پھر ایسا شدید تقاضا ہوتا ہے کہ دماغ صحیح نہیں رہتا، پاگلوں کی طرح بے حس اور اندھا ہوجاتا ہے، اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کررہا ہے اور کوئی اسے دیکھ رہا ہے یا نہیں۔ یہ جو گناہوں میں پکڑے جاتے ہیں یہ پہلے گناہ پر تھوڑی پکڑے جاتے ہیں بلکہ اتنے مسلسل جرائم کرتے ہیں کہ نفسیاتی طور پر پاگل ہوجاتے ہیں جس کو جنون کہتے ہیں یہاں تک کہ بر سرِ عام گناہ کرتے ہیں، پھر نہ اپنی عزت کا خیال رہتا ہے نہ اپنی جان کا، اور جوتے، لات اور گھونسے اور جیل خانے اور آخر میں پھانسی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ یہ عذاب ہے اللہ کو بھلا دینے کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ[۱۰۶]

ان کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، یعنی اللہ سے بے پروائی کی تو اس کے عذاب میں اللہ نے ان کو ان کی جانوں سے بے پروا کردیا کہ انہیں اپنی بُرائی بھلائی کی تمیز نہیں رہی۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجیے کہ ہیروئن پینے والوں کو کیا ہورہا ہے، دیکھ رہا ہے کہ اگلا مر رہا ہے، ہیروئن کا انجام موت ہے مگر پیے چلے جارہے ہیں یہاں تک کہ اپنا پیسہ ختم ہوگیا تو لوگوں کے ہاں چوریاں کررہے ہیں، اپنی ماں کے زیور بیچ رہے ہیں، ابا کی

۱۰۶؎ الحشر:۱۹

www.khanqah.org

گھڑی بیچ رہے ہیں اور ہیروئن خرید کر اپنے ہاتھوں سے موت خرید رہے ہیں۔ یہی ہے نافرمانی کا عذاب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی جانوں سے بے پرواکر دیا اور انہیں اپنے نفع ونقصان کی خبر نہیں رہی۔

جانِ سنگیں دارم و دل آہنیں
ورنہ خوں گشتے دریں درد و چنیں

اے خدا! میری جان پتھر کی طرح اور دل لوہے کی طرح سخت ہے، ورنہ ایسے شدید غم سے تو دل پگھل کر خون ہو جاتا۔ لیکن چوں کہ گناہ کرتے کرتے دل سخت ہو گیا ہے اس لیے گناہوں کی ذلت ورُسوائی کا بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں یہاں تک کہ ؎

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے میری چشم تر نہیں

یہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ خدا بچائے جس وقت کوئی رُسوا ہوتا ہے تو مخلوق اس پر روتی ہے کہ آہ! یہ شخص اپنی بداعمالیوں کے سبب کس طرح رسوا ہو رہا ہے اور لات اور گھونسے کھا رہا ہے لیکن جو خود مبتلا ہے آہ! اس پر کوئی اثر نہیں کیوں کہ جس نے اللہ کو بھلا دیا اللہ نے اس کی جان کو اس سے بھلا دیا اور وہ اپنی جان کے نفع نقصان سے بے خبر ہو گیا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ گناہوں کی عادت چھوڑ دو خصوصاً اس زمانے میں بد نظری کو معمولی مت سمجھو کیوں کہ یہ بد نظری ہی بے حیائی کی آخری منزل تک پہنچاتی ہے اور شرمگاہ محفوظ نہیں رہتی، کیوں کہ بد نظری سے حُسن کا ناک نقشہ دل میں اُتر جاتا ہے پھر اسی کا خیال دل میں جم کر جنون کی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ یا تو پھر وہ اسے حاصل کرے گا یا اس کا بدل حاصل کرے گا اور بدل کیا ہے؟ جب نفس گرم ہو جاتا ہے تو بغیر منی کے اخراج کے اسے چین نہیں ملتا، کیوں کہ منی گرم ہو کر جب اپنے مستقر سے آگے بڑھ جاتی ہے تو پھر واپس نہیں جاتی یعنی بیک (BACK) نہیں ہوتی لہٰذا یا تو یہ اس حسین کو حاصل کرے گا یا کسی دوسرے سے منہ کالا کرے گا یا پھر حلق

www.khanqah.org

لگائے گا کیوں کہ منی کا مزاج یہی ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مَّآءٍ دَافِقٍ [۱۰۷] یعنی کودتی ہوئی منی سے ہم نے انسان کو پیدا کیا۔ اس لیے اطباء لکھتے ہیں: اگر منی پتلی ہو جائے تو نطفہ قرار نہیں پاتا، اس لیے جب انسان کو دتی ہوئی منی سے پیدا ہوا تو اس کے اندر جو منی ہے اس کا مزاج بھی دافقانہ ہے لہٰذا اس کو گرم نہ ہونے دو۔ شریعت نے نظر کو حرام اس لیے کر دیا کہ بد نظری سے منی کا مزاج دافقانہ گرم ہو جائے گا، پھر تم بچ نہیں سکو گے، یا تو حرام سے منہ کالا کرو گے یا جلق سے اسے نکالو گے۔ یہ بہت تجربے کی بات بتا رہا ہوں اس کا تعلق صرف علم سے نہیں ہے، حکمتِ یونانی سے بھی ہے۔ اسی لیے ایک نوجوان نے مجھے بتایا کہ ٹیلی وِژن دیکھنے سے میرا مزاج اتنا گرم ہو جاتا تھا کہ میں ہاتھ سے گناہ کر لیتا تھا۔ یہ بھی حرام ہے، یہ نَاكِحُ الْيَدْ یعنی ہاتھ سے نکاح کرنے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر لعنت ہے جو ہاتھ سے منی نکالتا ہے۔ اس لیے بد نظری سے بچو۔ بس سبق ختم ہو گیا اب اس کو یاد کرو اور تنہائی میں اللہ سے مانگو۔ یہ اشعار دل کو بہت نرم کر دیتے ہیں۔ ان کو صرف علم کے لیے نہیں بلکہ عمل کے لیے پڑھو اور زبانی یاد نہ ہوں تو ایسے ہی پڑھو۔ اس سے ان شاء اللہ گناہ چھوڑنے کی توفیق بھی ہو گی، کیوں کہ اس میں ایسے مضامین ہیں کہ جس سے ندامت پیدا ہو گی، شرمندگی پیدا ہو گی اور نفس میں حیا آئے گی۔

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس

بادشاہی کن مرا فریاد رس

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اب وقت تنگ ہو چکا ہے، زندگی کے لمحات ختم ہو رہے ہیں، اور میری روانگی قریب ہے، اللہ کی طرف جانے کا وقت آ گیا ہے۔ بس اے خدا! آپ کے پاس آنا ہے اور میرا حال اتنا بُرا ہے، لہٰذا اے فریاد سننے والے! میری فریاد سن لیجیے کہ میری کسی ایک سانس پر آپ رحم فرما دیجیے تا کہ میرا کام بن

---

[۱۰۷] الطارق:۶

www.khanqah.org

جائے۔ اس زندگی ہی میں کرم کر دیجیے کیوں کہ مرنے کے بعد تو پھر کچھ نہیں ہو سکتا، پھر تو دار العمل ختم ہو جائے گا، لہٰذا اب زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں کہ کس وقت بلاوا آجائے، اس لیے اے فریاد کو سننے والے! میری زندگی کی سانس پر آپ اپنا شاہی رحم فرمادیجیے، ایک نگاہِ کرم ڈال دیجیے، کیوں کہ میں انتہائی نالائق ہوں، قانونِ عدل سے تو بخشے جانے کا مستحق نہیں آپ کے فضلِ سلطانی اور مراحمِ خسروانہ ہی سے میرا کام بن سکتا ہے لہٰذا آپ کے شاہی رحم کی بھیک مانگتا ہوں کیوں کہ دنیا میں بھی جب کوئی مجرم عدالتِ عالیہ اور سپریم کورٹ سے بَری نہیں ہوتا اور پھانسی کا حکم ہو جاتا ہے تو مجرم سلطانِ مملکت سے رحم کی درخواست کرتا ہے اور اخباروں میں یہ خبر منظرِ عام پر آجاتی ہے کہ عدلیہ سے مایوس ہو کر مجرم نے سلطانِ وقت سے رحم کی اپیل دائر کر دی، تو جب دنیا کے سلاطین عدلیہ سے بالاتر ہو کر مجرمین کو معاف کرنے کا اپنا حق محفوظ رکھتے ہیں تو اے اللہ! آپ تو سلطان السلاطین، احکم الحاکمین، ارحم الراحمین ہیں آپ اپنے مجرموں اور گناہ گاروں کو بخشنے اور معاف کرنے کا حقِ سلطانی محفوظ رکھنے کے بدرجۂ اولیٰ اہل اور حق دار ہیں۔ لہٰذا ہم مجرموں کو آپ کے رحمِ سلطانی ہی کا سہارا ہے کہ میدانِ محشر میں ہمیں اپنے مراحمِ خسروانہ سے معاف فرمادیجیے، کیوں کہ عدل وانصاف کے تحت ہمارے اعمال ہماری مغفرت کے قابل نہیں ہیں۔

شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں اور تفسیر ”موضح القرآن“ کے مصنف ہیں اور چودہ سال میں یہ تفسیر لکھی اور جس پتھر پر کہنی رکھ کر لکھتے تھے اس پتھر پر نشان پڑ گیا تھا، اکثر روزے رکھتے تھے، وہ اپنی اس تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرشِ اعظم کے سامنے لکھوایا ہے: سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ[۱۰۸]۔ میری رحمت اور میرے غضب کی دوڑ میں میری رحمت آگے بڑھ گئی، اور اس کی وجہ تحریر فرمائی کہ اللہ نے عرش کے سامنے جو یہ جملہ لکھوایا ہے تو یہ از قبیلِ مراحمِ خسروانہ ہے یعنی شاہی رحم کے طور پر لکھوایا ہے کہ میرا

۱۰۸؎ صحیح البخاری:۲/۱۱۲۷، باب قوله بل هو قرآن مجيد، المكتبة المظهرية

شاہی رحم محفوظ ہے۔ اگر میرا بندہ قانون سے نہیں معاف ہوا تو میں اپنے شاہی رحم سے اس کو معاف کر دوں گا۔

گر مرا ایں بار ستاری کنی
توبہ کردم من زہر ناکردنی

ارشاد فرمایا کہ یہ شعر مثنوی کے ایک قصے کا ہے جس میں ایک بادشاہ کے ہاں ایک مرد خادمہ بنا ہوا بادشاہ کی بیگمات کو نہلاتا دھلاتا تھا۔ تھا مرد، لیکن شکل وصورت عورتوں کی سی تھی اس لیے عورت سمجھ کر اس کو بیگمات کی خدمت پر مامور کر دیا گیا، لہٰذا وہ بیگمات کے جسم پر تیل کی مالش کرتا اور اندر اندر اس کا نفس خوب مزے لیتا، لیکن دل میں وہ اس گناہ کی عادت پر بہت نادم تھا، اس عادت کو چھوڑنا چاہتا تھا لیکن نہیں چھوڑ پاتا تھا، اور دُعا بھی کرتا کہ اے اللہ! مجھے اس بلا سے نجات عطا فرما۔ ایک دن ایک جنگل میں جہاں وہ دعا کر رہا تھا کہ ایک اللہ والے اس کو مل گئے، ان سے اس نے رو رو کر اپنا سب حال کہا اور دُعا کرائی، اس اللہ والے کے ہاتھ دُعا کے لیے اُٹھ گئے اور اللہ نے ان کی دُعا قبول فرمالی۔ لہٰذا محل میں ایک دن بادشاہ کی ایک بیگم کا ہار گم ہو گیا اور پھر سب کی تلاشی شروع ہو گئی یہ بھی قطار میں کھڑا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ابھی جب میری باری آئے گی اور بادشاہ پر میرا مرد ہونا ظاہر ہو گا تو وہ کتوں سے میری بوٹیاں نچوا دے گا۔ اس وقت اس بے چینی اور اضطراب میں اس نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کی۔

گر مرا ایں بار ستاری کنی

اے اللہ! اگر اس مرتبہ آپ میرا عیب چھپا دیں یعنی میرا گناہ ظاہر نہ ہونے دیں تو۔

توبہ کردم من زہر ناکردنی

میں اپنی ہر نالائقی سے توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی یہ نالائقی نہیں کروں گا، بس اس دفعہ میرا عیب چھپا لیجیے، آئندہ میں کبھی آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ جب اس کی باری قریب آگئی اور صرف ایک دو خادمائیں

www.khanqah.org

رہ گئیں تو یہ بے ہوش ہو گیا۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت اور دوزخ دکھادی اور جب اس کو ہوش آیا تو ہار مل چکا تھا، تمام بیگمات نے اس سے معافی مانگی کہ ہماری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی لیکن اس نے اب ان کی خدمت سے معذوری ظاہر کی کہ یہ کام اب میرے بس کا نہیں کیوں کہ اس کے منہ کو اللہ کی محبت کا مزہ لگ چکا تھا اور دل میں اللہ کا وہ خوف حاصل ہو چکا تھا جو بندے کے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے گویا اس وقت بزبانِ حال وہ اس شعر کا مصداق تھا۔

چسکا لگا ہے جام کا شغل ہے صبح و شام کا
اب میں تمہارے کام کا ہم نفس و رہا نہیں

توبہ ام بپذیر ایں بارِ دگر
تا بہ بندم بہرِ توبہ صد کمر

اے اللہ! آپ میری توبہ کو دوسری بار پھر قبول فرمالیجیے، یعنی شکستِ توبہ کا جو میں نے جرم کیا اس کو ایک بار پھر معاف فرمادیجیے تاکہ اس توبہ پر استقامت کے لیے میں خوب مضبوطی سے کمر باندھ لوں یعنی بہت مضبوط عزم کرلوں اور نہایت ہمت سے نفس کو پٹکنے کے لیے اور گناہ کے تقاضوں کے مقابلے کے لیے اور آپ کو خوش کرنے کی خاطر گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے کے لیے ایک کمر نہیں سو کمر باندھ کر تیار رہوں۔ یہ مبالغہ ہے اور محاورہ بھی ہے، جیسے کہتے ہیں کہ میں سو جان سے آپ پر فدا ہوں، حالاں کہ پاس تو ایک ہی جان ہے لیکن اس سے مراد مبالغہ ہے کہ اگر سو جان ہو تو فدا کردوں۔ اسی طرح مولانا اللہ تعالیٰ کے حضور میں انتہائی خوشامد و لجاجت سے عرض کر رہے ہیں کہ اے اللہ! اس بار پھر مجھے معاف کر دیجیے میں سو کمر باندھ کر توبہ پر قائم رہوں گا اور دوبارہ شکستِ توبہ کا جرم نہیں کروں گا۔

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

یَا اِلٰھِیْ سَکَّرَتْ اَبْصَارُنَا
فَاعْفُ عَنَّا اَثْقَلَتْ اَوْزَارُنَا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی بارگاہِ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میری آنکھوں پر سکرات کا نشہ آگیا یعنی موت بہت قریب ہے، کسی وقت بھی رُوح نکل جائے گی، پس آپ جلدی سے مجھے معاف کر دیجیے کیوں کہ گناہوں کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ اوزار جمع ہے وزر کی اور وزر کے معنیٰ ہیں گناہ۔ یعنی میرے گناہ بہت زیادہ ہیں اور موت قریب ہے، اگر آپ نے مجھے معاف کرنے میں جلدی نہ کی تو میں خائب و خاسر ہو جاؤں گا۔

یَا خَفِیًّا قَدْ مَلَاْتَ الْخَافِقَیْنِ
قَدْ عَلَوْتَ فَوْقَ نُوْرِ الْمَشْرِقَیْنِ

اے وہ ذات جو مخفی ہے مگر مشرق سے مغرب تک جس کے انوار پھیلے ہوئے ہیں یعنی اے اللہ! آپ تو پوشیدہ ہیں مگر آپ نے مشرق سے مغرب تک اپنی نشانیاں پھیلا دیں اور اپنی آیات وانوار و تجلّیات سے مشرق و مغرب کو بھر دیا۔ خَافِقَیْن کہتے ہیں مشرق و مغرب کو اور دونوں مشرق پر یعنی مشرق کے دونوں حصوں پر جہاں سے موسمِ گرما اور موسمِ سرما میں سورج طلوع ہوتا ہے آپ کا نور فائق اور غالب ہے۔ یعنی سورج کی روشنی آپ کے نور کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ پورے اُفق پر آپ کا نور بلند اور آپ کی تجلّیات غالب آگئیں، کیوں کہ سورج آپ کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے کہ وہ مخلوق ہے آپ خالق ہیں، آپ قدیم ہیں وہ حادث ہے، آپ باقی ہیں وہ فانی ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

پس اے وہ ذات جو نگاہوں سے مخفی ہے! آپ نے خافِقَین (مشرق و مغرب) کو اپنی

www.khanqah.org

آیات ونشانیوں سے بھر دیا اور سورج اور چاند اور ان گنت عظیم القامت سیّارے اور دوسری بے شمار نشانیاں سارے عالم میں بکھیر دیں اور آپ کی تجلّیاتِ نُور مشرقین پر غالب آگئیں یعنی سورج کی روشنی آپ کے سامنے بے حقیقت اور کالعدم ہے۔

اَنْتَ سِرٌّ کَاشِفُ اَسْرَارِنَا
اَنْتَ فَجْرٌ مُفْجِرُ اَنْهَارِنَا

اے اللہ! آپ خود راز ہیں مگر ہمارے رازوں کو ظاہر کرنے والے ہیں اور آپ مثل صبح کی روشنی کے عیاں ہیں اور سارے عالم کے دریاؤں کو جاری وارواں کرنے والے ہیں۔

یَا خَفِیَّ الذَّاتِ مَحْسُوْسَ الْعَطَا
اَنْتَ کَالْمَاءِ وَنَحْنُ کَالرَّحَا

آپ کی ذات تو مخفی ہے مگر آپ کی عطا والطاف وانعامات ظاہر ومحسوس ہیں۔ یعنی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ سورج اور چاند، زمین وآسمان، سمندر اور پہاڑ وغیرہ ہماری پرورش میں لگے ہوئے ہیں لیکن خود آپ پوشیدہ ہیں۔

آپ مثل پانی کے ہیں اور ہم مثل پن چکّی یا رھٹ کے ہیں کہ جن کے چلنے کا سبب پانی ہے لیکن پانی نظر نہیں آتا اور چکی اور رھٹ دکھائی بھی دیتا ہے اور اس کی آواز بھی سنائی دیتی ہے یعنی سبب مخفی اور مُسبب ظاہر ہے۔ اسی طرح اے اللہ! آپ مخفی ہیں اور آپ کی مخلوقات اور مخلوق پر آپ کی عطا وانعامات ظاہر ہیں جو آپ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔

اَنْتَ کَالرِّیْحِ وَنَحْنُ کَالْغُبَارِ
یُخْتَفَی الرِّیْحُ وَغَبْرَاهُ جَهَارُ

اے خدا! آپ مثل ہوا کے ہیں اور ہم مثل گرد وغبار ہیں کہ ہوا تو مخفی ہے اور اس کا غبار ظاہر ہے۔ یعنی گرد وغبار تو اُڑتا ہوا نظر آتا ہے لیکن جو ہوا اس کو اُڑا رہی ہے وہ نظر نہیں آتی، اسی طرح ہماری ہستیٔ ناچیز حق تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

www.khanqah.org

ناچیز ہیں پھر بھی ہیں بڑی چیز مگر ہم
دیتے ہیں کسی ہستی مطلق کی خبر ہم

اور اکبر الٰہ آبادی کا شعر ہے۔

مری ہستی ہے خود شاہد وجودِ ذاتِ باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

تو بہاری ما چو باغِ سبز و خوش
او نہاں و آشکارا بخششش

اے خدا! آپ مثل موسمِ بہار کے ہیں اور ہم مثل ہرے بھرے باغ کے ہیں کہ بہار تو نظر سے اوجھل ہے، لیکن اس کی بخشش و عطا باغ پر بصورتِ سبزی و شادابی ظاہر ہے۔ اسی طرح اے خدا! آپ نگاہوں سے مخفی ہیں لیکن آپ کی عطا و بخشش اور الطاف و عنایات ہم پر اور جملہ مخلوقات پر ہر وقت ظاہر ہیں جو آپ کے وجود پر دلالت کرنے والے ہیں۔

تو جو جانی ما مثالِ دست و پا
قبض و بسط دست از جاں شد روا

اے اللہ! آپ مثل رُوح کے ہیں اور ہم مثل ہاتھ پاؤں کے ہیں اور ہاتھ پاؤں کا قبض و بسط (پھیلنا اور سکڑنا) سب رُوح کی برکت ہی سے ہے۔ اگر رُوح نہ ہو تو جسم حرکت نہیں کر سکتا، لیکن جس طرح ہمارا جسم اور ہاتھ پاؤں حرکت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر رُوح جس کی بدولت یہ ہاتھ پاؤں متحرک ہیں نظر نہیں آتی، اسی طرح اے اللہ! آپ نگاہوں سے مخفی ہیں لیکن آپ ہی سے ہماری جان قائم ہے۔ اسی کو مولانا رُومی مثنوی میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ۔

تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں
لیک از جنبیدنِ تن جاں بداں

www.khanqah.org

یعنی جسم میں حرکت جان کے سبب سے ہے اور جان تمہیں نظر نہیں آتی، لیکن جسم کی حرکت سے تم جان کے وجود پر دلیل قائم کرتے ہو۔ اسی طرح ؎

جان ہا پیدا و پنہاں جانِ جاں

جسم زندہ ہے جان سے اور جان زندہ ہے اے اللہ! آپ سے، پس آپ ہماری جان کی بھی جان ہیں، رُوح الارواح ہیں، پس ہماری ارواح کا ظاہری وجود آپ کے مخفی وجود پر دلالت کرتا ہے، لیکن یہ قیل و قال اور ہمارے براہین و دلائل و تمثیلات آپ کی شان کو بیان کرنے سے قاصر ہیں، کیوں کہ ہم محدود آپ غیر محدود، ہم فانی و حادث آپ باقی و قدیم، ہم سراپا عیب و ناپاک اور آپ کی ذات پاک اور ہر عیب سے منزّہ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَعَالٰی اللّٰہُ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

اے بلند از وہم و قال و قیلِ من
خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

اے اللہ! آپ بلند ہیں ہمارے وہم و گمان سے، ہمارے قیل و قال سے، ہماری دلیل و برہان سے، کیوں کہ آپ کی شان بیان کرنے کے لیے کوئی تمثیل اور کوئی تشبیہ کائنات میں موجود نہیں۔ پس خاک پڑے میرے سر پر اور میرے اس قیل و قال اور تمثیلات پر۔

تو چو عقلی ما مثالِ ایں زباں
ایں زباں از عقل می یابد بیاں

آپ مثل عقل کے ہیں اور ہماری مثال زبان کی سی ہے یعنی عقل پوشیدہ اور زبان ظاہر ہے لیکن عقل ہی کی برکت سے زبان بیان کرتی ہے، ورنہ اگر کوئی پاگل ہو جائے تو صحیح کلام پر قادر نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ ہر وجودِ ظاہری کے آثار و حرکات میں ایک باطنی وجود موجود ہے جو مؤثّر اور محرّک ہے ان آثار و حرکات کا، اسی طرح موجودات کے تمام آثار و حرکات کے پسِ پردہ اے اللہ! آپ ہی مؤثّر اور محرّک ہیں، کیوں کہ ہر حرکت کرنے والی شے کا کوئی حرکت دینے والا ہے اور ہر اثر کا کوئی مؤثّر ہے۔ جس طرح

www.khanqah.org

زبان کے وجودِ ظاہر کی صحیح کلامی عقل کے باطنی وجود پر دلالت کرتی ہے اسی طرح کائنات کا تمام ظاہری وجود، شمس وقمر، زمین وآسمان، سیّارے ونجوم، سمندر اور پہاڑ وغیرہ اور ان کے آثار وحرکات میں مؤثر ومحرکِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ کی ذات کارفرما ہے جس کے دلائلِ عقلیہ ناقابلِ رد ہیں۔

تو مثالِ شادی وماخندہ ایم
کہ نتیجہ شادی وفرخندہ ایم

اے اللہ! جس طرح خوشی دل میں مخفی ہوتی ہے اور ہنسی لبوں پر عیاں ہوتی ہے، ہنسی تو نتیجہ ہے، اس کا سبب خوشی ہے، لیکن خوشی نظر نہیں آتی اور ہنسی دکھائی دیتی ہے، اسی طرح اے اللہ! ہمارا ظاہر آپ کے وجودِ مخفی کی دلالت کرتا ہے۔

هَا اَعِذْنِیْ خَالِقِیْ مِنْ شَرِّہٖ
لَا تُحَرِّمْنِیْ اَنِلْ مِنْ بَرِّہٖ

اے اللہ! مجھے پناہ نصیب فرما اپنے اس بندے کے شر سے یعنی میرے ہی شر سے مجھے بچالے کہ آپ میرے خالق ہیں، اور مجھے محروم نہ فرما اس خیر سے جو آپ نے میرے اندر رکھی ہے۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا[۱۰]۔ ہر بندے کے اندر مادّۂ فجور اور مادّۂ تقویٰ یعنی خیر وشر کا مادّہ اللہ نے رکھا ہے۔ ہمارے اندر جو خیر ہے عطا کردے اور جو شر ہے اس سے ہمیں بچالے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ مَا اَرٰی
لَا تُعَقِّبْ حَسْرَةً لِّیْ اِنْ مَّضٰی

اے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں شکر کروں ان نعمتوں کا جو میں دیکھ رہا ہوں اور جو چیزیں گزر گئیں یا جو نعمتیں ہاتھ سے نکل گئیں، دنیاوی نقصانات ہوگئے تو ان کی حسرت سے بھی بچا۔ اپنی مرضی پر فدا رہنے کی توفیق عطا فرما۔ احقر کا شعر ہے ؎

[۱۰] الشمس:۸

www.khanqah.org

تیری مرضی پہ ہر آرزو ہو فدا
اور دل میں بھی اس کی نہ حسرت رہے

اسی مضمون کی تشریح احقر کے ان اشعار میں بھی ہے ؎

ساری دنیا ہی سے مجھ کو نفرت رہے
بس ترے نام کی دل میں لذت رہے
میرے دل میں ترا دردِ اُلفت رہے
میری دنیائے اُلفت سلامت رہے
بس مرے دل میں تیری محبت رہے
زندگی میری پابندِ سنت رہے

راہ دہ آلودگاں را العجل
در فراتِ عفو و عینِ مغتسل

اے خدا! ہم لوگوں کو جو گناہوں میں آلودہ ہو چکے جلدی سے اپنے دریائے عفو اور معافی کے عین مغتسل کی راہ دکھا دیجیے، تاکہ اس میں نہا کر ہم سب لوگ پاک ہو جائیں۔ جس طرح قیامت کے دن جہنم سے نکالے ہوئے لوگ نہرِ حیات میں ڈال دیے جائیں گے اور ان کے جسم سے جہنم کی سزا و عقوبت کے سب آثار ختم ہو جائیں گے اسی طرح اے خدا! ہم لوگوں کو جو گناہوں کی آگ میں جل رہے ہیں اپنے چشمۂ رحمت میں غسل کا موقع دے دیجیے اور دریائے توبہ میں غرق کر دیجیے تاکہ ہمارے اُوپر گناہوں کی ظلمت اور بد نظری وغیرہ کی لعنت کے آثار نہ رہیں۔ یعنی ہم گناہ گاروں کو توفیقِ توبہ دے دیجیے تاکہ آپ کے عفو و مغفرت کی بدولت ہم لوگ پاک صاف ہو جائیں اور ہمارے گناہوں کے آثارِ ظلمت انوارِ تقویٰ سے مبدل ہو جائیں۔

اور جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے آپ نے پانی کا چشمہ پیدا فرمایا تھا جس میں غسل کرنے سے ان کو صحتِ جسمانی حاصل ہوئی تھی اسی طرح

www.khanqah.org

ہمارے باطن کے غسل صحت کا سامان فرمادیجیے یعنی استغفار وتوبہ اور گریہ وزاری کی توفیق عطا فرما کر اپنے غیر محدود دریائے عفو اور معافی کے عینِ معتسل میں غرق فرمادیجیے تاکہ ہم لوگ گناہوں سے پاک ہوجائیں۔

تا کہ غسل آرند زاں جرمِ دراز
در صفِ پاکاں روند اندر نماز

اے خدا! آپ توفیقِ توبہ عطا فرمادیں تاکہ آپ کے مجرم اور گناہ گار بندے جو ایک عمر دراز سے گناہوں میں مبتلا ہیں آپ کے دریائے عفو میں نہادھو کر پاک صاف ہوجائیں اور پاک بندوں کی صف میں نماز میں شامل ہوجائیں۔ نماز سے مراد پنج وقتہ نماز بھی ہے کہ جو نیک ہوجائے گا وہ نماز تو پڑھے گا ہی، لیکن دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ دوامِ حضور اور قربِ خاص نصیب ہوجائے جو اولیائے صدیقین کو عطا ہوتا ہے۔ مولانا دوسری جگہ فرماتے ہیں، مولانا ہی کے شعر سے ان کے شعر کی شرح ہورہی ہے کہ ؎

پنجگاں آمد نمازِ رہ نموں
عاشقاں را ہم صلوٰۃً دائموں

پنج وقتہ نماز عام اُمت کے لیے ہے، لیکن جو اللہ کے عاشق بندے ہیں وہ ہر وقت نماز میں ہیں یعنی ان کو ہر وقت حضورِ حق حاصل ہے۔ وہ کسی وقت بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ جتنا وہ نماز میں مقرب ہوتے ہیں اُتنا ہی خارجِ نماز میں بھی مقرب ہوتے ہیں۔ جتنا وہ مسجد میں باخدا ہوتے ہیں اُتنا ہی بازاروں میں بھی باخدا ہوتے ہیں۔ ان کو ہر وقت دوامِ حضور مع الحق حاصل ہوتا ہے۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ہمیں یقینِ اولیائے صدیقین عطا فرمادے کہ ہم ایک لمحے کے لیے بھی آپ کو نہ بھولیں اور ہمارا ایمانِ عقلی موروثی استدلالی ایمانِ ذوقی حالی وجدانی سے تبدیل ہوجائے۔

اندریں صف ہاز اندازہ بروں
غرق کان نور نحن الصادقوں

www.khanqah.org

اے اللہ! آپ کے خاص بندوں کی وہ صف جو اولیائے صدیقین کی ہے اندازے سے اور تعداد سے باہر ہے۔ یعنی لاتعداد گروہِ اولیاء اللہ آپ نے پیدا فرمائے ہیں جو نورِ صدق وصفا میں غرق ہیں، ہمیں بھی اسی نور میں غرق کردیجیے یعنی ان اولیائے صدیقین میں ہم کو بھی شامل کردیجیے۔ مراد یہ ہے کہ ہمیں بھی کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[۱۱۰] کا شرف عطا فرمایئے کیوں کہ صادقین ہی متقین ہیں اور متقین ہی اولیاء اللہ ہیں، لقولہ تعالیٰ اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[۱۱۱] مفسرین اور ہمارے اکابر کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا ترجمہ کُوْنُوْا مَعَ الْمُتَّقِیْنَ کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کہ قرآنِ پاک کی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت کرتی ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ[۱۱۲]

معلوم ہوا کہ صادقون اور متقون کلیان متساویان ہیں، ہر صادق متقی اور ہر متقی صادق ہے، دونوں میں نسبتِ تساوی ہے۔ پس اے اللہ! اولیائے صدیقین کا گروہ لاتعداد بے اندازہ اور ان گنت آپ نے پیدا فرمایا ہے ان کے نورِ صدق و تقویٰ میں ہم کو بھی غرق کردیجیے اور ہم کو بھی اہلِ صدق وصفا بنادیجیے یعنی جو صدق وصفا میں آپ کے ساتھ باوفا ہیں ان اولیاء کی صف میں ہم کو بھی شامل فرمادیجیے۔

اور اہلِ صدق اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عہد وپیمان میں صادق الوعد اور صادق العہد ہو، یہاں تک کہ جان دے دے مگر اللہ کو ناراض نہ کرے، اور جو اللہ کی راہ میں جان دینے سے گریز کرتا ہے، گناہ کی لذت کو چھوڑنے کا غم نہیں اُٹھاتا، اپنے کو مجاہدے کے غم سے بچانے کے لیے گناہ کرتا ہے کہ جہاں تقاضا ہوا نفس کی بات مان لی تو یہ شخص صادق نہیں ہے، اللہ کے ساتھ باوفا نہیں ہے بلکہ عملاً منافق ہے، یعنی منافقوں جیسے کام کرتا ہے اگرچہ مومن ہے، لیکن اس کے ایمان کا چراغ انتہائی ضعیف اور ٹمٹماتا ہوا ہے کہ گویا صرف زبان پر ایمان ہے۔ اگر قلب میں ایمان کامل ہوتا تو لاکھوں

۱۱۰ التوبۃ:۱۱۹
۱۱۱ الانفال:۳۴
۱۱۲ البقرۃ:۱۷۷

www.khanqah.org

تقاضوں کے باوجود یہ گناہ نہ کرتا۔ جس کو ہر وقت یہ استحضار ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں وہ کیسے گناہ کر سکتا ہے؟ وہ گناہوں کو اوڑھنا بچھونا نہیں بنا سکتا، اس کو چین نہیں آئے گا جب تک توبہ و گریہ وزاری سے اللہ کو راضی نہ کر لے۔

لیکن اے ہمارے رب! ہمارا کیا حال ہے کہ گناہ کر کے ہم ڈکار بھی نہیں لیتے اور ہمارے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی کہ ہم کتنے بڑے مالک کو ناراض کر رہے ہیں۔ ہمارا ایمان ایسا ہے جیسا ککروندے کا درخت کہ ایک جھٹکا مارو اور جڑ سمیت اُکھاڑ لو۔ ذرا سی کوئی حسین شکل سامنے آئی اور گناہ کا ذرا سا تقاضا ہوا اور ہم اپنا ایمان فروخت کر دیتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر ان مرنے والوں پر مرنے لگتے ہیں حالاں کہ مرنے والے کو چاہیے کہ مرنے والے پر نہ مرے، اس ذات پر مرے جو حیّ وقیّوم ہے، ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اور اپنی خستہ حالی اور بے حیائی پر ہمیں شرم بھی نہیں آتی۔ ایک کتے کو شرم آگئی تھی۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ ایک کالا کتا ایک بزرگ کی مجلس کے پاس بیٹھا رہتا تھا، کچھ دن کے لیے غائب ہو گیا تو شیخ نے کہا کہ بھئی! آج کل وہ کلوا کتا نہیں آرہا ہے، مُریدوں کا بھی عجیب مزاج ہوتا ہے کہ اپنے شیخ کو خوش کرنے کے لیے بے قرار و مجنوں ہو جاتے ہیں۔ وہ سب تلاش میں لگ گئے۔ معلوم ہوا کہ آج کل وہ کسی کتیا کے پیچھے پھر رہا ہے۔ مُریدین اس کو پکڑ کر لے آئے اور شیخ کو بتایا کہ آج کل یہ ایک کتیا کے چکر میں ہے۔ شیخ نے کہا کہ نالائق! تو ہماری مجلس میں بھی آتا ہے، رات دن اللہ کا تذکرہ سنتا ہے، تجھے شرم نہیں آئی کہ ایک کتیا کے چکر میں آکر تو نے میری مجلس چھوڑ دی۔ بس وہ کتا فوراً اُٹھا اور ایک نالی میں منہ ڈال کر مر گیا۔ اہل اللہ کی صحبت کا اثر جانوروں پر بھی پڑتا ہے۔ حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ آہ! ایک کتے کو شرم آگئی، مگر آج ہم انسانوں کو حیا نہیں کہ کس بے شرمی اور ڈھٹائی سے اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نعمتِ حیا عطا فرمائے، کیوں کہ حیا کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ ہر گناہ کے لیے بے حیائی لازم ہے، اسی لیے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ اجسام پرستی، حسن پرستی، غیر اللہ پرستی میں

www.khanqah.org

مبتلا ہیں یہ انتہائی دناءت وپستی اور بے حیائی کا شکار ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

لوگ کہتے ہیں کہ بے پردگی وفحاشی کے سبب حسینوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم ان کی دُم میں ناک کیوں لگاتے ہو؟ اگر تقویٰ سے رہو، نظر کی حفاظت کرو تو لاکھوں حسین شہر میں پھر رہے ہوں تو پھرا کریں کبھی تمہارے ناک میں دم نہیں ہوگا۔ بلکہ حسینوں سے نظر بچانے میں جتنا مجاہدہ شدید ہوگا اتنا ہی مشاہدہ بھی تو قوی ہوگا۔ اس کے بال بال اور رُواں رُواں میں حلاوتِ ایمانی کے دریا کے دریا رواں ہو جائیں گے کیوں کہ نظر کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی موعود ہے۔

اس لیے مرنے والوں کو چاہیے کہ نہ مرنے والے پر مریں، اور نہ مرنے والا صرف اللہ ہے، جو زندہ حقیقی ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور اگر مرنے والا مرنے والے پر مرا تو مردہ مثبت مردہ، میزان میں ڈبل مردہ ہو جائے گا اور جیتے جی مر جائے گا کیوں کہ ان مرنے والوں سے جدائی لازمی ہے، وصلِ دوام ناممکن ہے، اس لیے ان سے دل لگانے کا انجام جنون اور پاگل پن ہے، کیوں کہ وہ فانی محبوب اگر نہ ملا تو اس کے فراق میں پاگل ہوگا یا اگر مر گیا تو موت کے غم میں پاگل ہو جائے گا۔ مجنوں جو پاگل ہوا لیلیٰ کی جدائی سے پاگل ہوا۔ اللہ کے عاشق اس لیے پاگل نہیں ہوتے کہ مولیٰ سے کبھی جدائی نہیں ہے اور یہ طاقتِ خدائی مخلوق کے پاس نہیں ہے کہ ہر وقت ساتھ رہے۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی جدائی نہیں ہوتی لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عاشقین غمِ فراق میں مبتلا نہیں ہوتے۔ اپنے گناہوں سے ہم خود اللہ سے دور ہو کر غمِ فراق میں مبتلا ہو جاتے ہیں، نافرمانی سے اللہ سے دوری ہوتی ہے، لیکن استغفار وتوبہ سے پھر وہ اپنے مولیٰ کو حاصل کر لیتے ہیں، ان کی دوری حضوری میں تبدیل ہو جاتی ہے جیسے دریا خشک ہو جائے اور پھر پانی آجائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ [۱۱۳]

---

[۱۱۳] الحدید: ۴

www.khanqah.org

تم جہاں کہیں بھی ہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تمہیں دنیا میں بھیج رہے ہیں لیکن تمہیں تنہا نہیں بھیج رہے ہیں۔ ہم ہر وقت ہر جگہ زماناً و مکاناً تمہارے ساتھ ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ابّا ایسا نہیں ہے جو ہر وقت اپنے بچے کے ساتھ رہے، اسکول بھی اس کے ساتھ جائے، اس کے ساتھ کھیل کود میں بھی شامل رہے یا اپنے بیٹے کو تعلیم کے لیے دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں بھیجے تو خود بھی اس کے ساتھ جائے، لیکن اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ ہیں، زمین کے اُوپر بھی ساتھ ہیں، زمین کے نیچے قبر میں بھی ساتھ ہیں، برزخ میں بھی، میدانِ حشر میں بھی اور جنت میں بھی ساتھ ہوں گے۔ لہٰذا سوائے خدا کے کوئی ہر وقت ساتھ نہیں رہ سکتا کیوں کہ ان کا کوئی مثل نہیں، ان کی رحمت کے سامنے ابّا کی رحمت کیا چیز ہے، ہمارا ایک ہی ربّا ہے اور لَا مِثْلَ لَهٗ ہے، باقی سب مرنے والے ہیں لہٰذا مرنے والے کو چاہیے کہ اس حیّ و قیوّم پر فدا ہو تا کہ وہ زندہ حقیقی ہم مرنے والوں کو، حادث وفانی کو سنبھالے رہے۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی جتنے مراحل ہیں اللہ کا ساتھ ہی ہمارا بیڑا پار کرے گا۔ وہ زندگی میں بیڑا پار کرنے والا ہے، خاتمے کے وقت ایمان پر موت دینے والا وہی ہے، قبر کے عذاب سے بچانے والا وہی ہے، عالمِ برزخ میں بھی ساتھ دینے والا وہی ہے، میدانِ محشر میں بخشنے والا بھی وہی ہے اور جنت میں اپنا دیدار کرانے والا بھی وہی ہے کہ اس کے دیدار کے وقت جنتی جنت کو اور جنت کی نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ ہمارے مالک نے کہاں ہمارا ساتھ چھوڑا ہے، کوئی مرحلہ اور کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے کہا ہو کہ یہاں ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے، لہٰذا محبت کے قابل صرف ہمارا مولیٰ ہے۔ پھر ایسے مولیٰ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔

لہٰذا مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے سینے تو اس قابل نہیں ہیں لیکن ہماری نظر اپنے سینوں پر نہیں ہے، آپ کے کرم، آپ کی رحمت اور آپ کی عطا پر ہے، بدونِ استحقاق، بدونِ صلاحیت محض اپنے کرم سے ہمیں صفِّ اولیائے صدّیقین میں شامل فرمالیجیے، تا کہ زندگی میں بھی ہمیں آپ کی معیّتِ خاصہ حاصل ہو اور گناہ کر کے ہم کبھی آپ سے دور نہ ہوں، اور مرنے کے بعد بھی آپ کے کرم سے مشرف ہوں جو آپ کے اولیاء کا نصیبہ ہے۔

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء

بروز منگل، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

من ز دستان وز مکر دل چناں
مات گشتم کہ نماندم از نشاں

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ میں نیکی وبدی کے دونوں اختیارات سے اپنے نفس کے مکر وفریب کے ہاتھوں مات کھا گیا یعنی میرے نفس نے مجھے اس طرح مار ڈالا کہ میرے اندر دین کا نام ونشان باقی نہیں رہا۔

ہیں کہ از تقطیعِ مایک تار ماند
مصر بودیم ویکے دیوار ماند

اپنے لباسِ دین کو گناہوں کی قینچی سے ہم نے اس بُری طرح کاٹا ہے کہ اب صرف ایک تار باقی رہ گیا ہے اور ہم دین کا ایک شہر تھے، گناہ کی تباہ کاریوں سے اب صرف ایک دیوار رہ گئے ہیں۔

اور آہ! اب تو وہ ایک دیوار بھی نہیں رہی اور وہ ایک تار بھی نہیں رہا حتیٰ کہ ہمارے ظاہر وباطن پر دین کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔ ہم کو دیکھ کر کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا کہ یہ مسلمان ہیں۔

من کہ باشم چرخ باصد کاروبار
زیں کمیں فریاد کرد از اختیار

میری کیا حقیقت ہے جب کہ آسمان اتنا عظیم الخلقت اور عظیم الشان ہونے کے باوجود کہ سینکڑوں نظامِ شمسی وقمری اور بے شمار سیارات وکواکب ونجوم کا حامل ہے اس امتحان اختیار سے ڈر کر آپ سے فریاد کر چکا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

www.khanqah.org

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا [۱۴]

جب آسمان اور زمین پر ہم نے بارِ شریعت کو پیش کیا تو بوجہ ضعف و عجز اور خوفِ عدمِ تحمل سے اس کو اُٹھانے سے انکار کیا یعنی مارے ڈر کے پناہ مانگی کہ اے اللہ! ہم شریعت کا بار نہیں اُٹھاسکتے، کیوں کہ نیکی اور بدی دونوں کے اختیار سے یہ خطرہ ہے کہ نیکی کے اختیار کو ہم استعمال نہ کریں اور بدی کے اختیار کو استعمال کر کے زیرِ عتاب آجائیں، تو یہ دنیا پھر ہمارے لیے کمیں گاہ اور جائے انتقام ہو جائے گی، لیکن حضرت انسان نے اس بار کو اُٹھالیا اور یہ بار اُٹھانا بوجہ اس فطرت محبت کے تھا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے خمیر میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرما کر ودیعت فرمادیا تھا۔ میرا شعر ہے ؎

ارض و سما سے غم جو اُٹھایا نہ جاسکا
وہ غم تمہارا دل ہے ہمارا لیے ہوئے

اور خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

کہیں کون و مکاں میں جو نہ رکھی جا سکی اے دل
غضب دیکھا وہ چنگاری مری مٹی میں شامل کی

زمین و آسمان جو بارِ شریعت اُٹھانے سے ڈر گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں عشق نہ تھا اور انسان میں چوں کہ مادّۂ عشق پنہاں تھا اس لیے اس نے یہ بوجھ اُٹھالیا، کیوں کہ جو عاشق ہوتا ہے اس کو تو محبوب کا اشارہ چاہیے کہ محبوب کیا چاہتا ہے، اس لیے اپنی طاقت سے زیادہ بار اُٹھالیتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک آدمی غلافِ کعبہ پکڑ کر کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! آپ کا بارِ امانت اُٹھانے پر بطور دشنامِ محبت کے آپ نے میرا لقب ظَلُوْمًا جَهُوْلًا رکھا ہے کہ انسان بڑا ظالم اور جاہل تھا، تو اے اللہ! میرے پاس ظلم اور جہل

---

[۱۴] الاحزاب:۷۲

www.khanqah.org

کے علاوہ کچھ نہیں ہے، لہٰذا میں گناہوں کے ظلم اور معرفت سے جہل کی گٹھڑی لایا ہوں، بس آپ مجھے معاف فرما دیجیے۔

آہ! عشق کی عجیب شان ہے کہ محبوب کی رضا کے لیے اپنی طاقت کی بھی پروا نہیں کرتا اور اس کے حکم پر لبیک کہہ کر فوراً پا بجولاں دوڑ پڑتا ہے، لیکن جب خطا ہوتی ہے تو اقرارِ خطا کر کے معافی مانگتا ہے اور خطا نہ بھی ہو تو بھی عاشق کو محبوب سے معافی مانگنے میں مزہ آتا ہے۔ جیسے قصہ مشہور ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے ایک عاشق خادم کو حکم دیا کہ دریا میں کود جا لیکن لباس گیلا نہ ہو، خادم فوراً کود پڑا اور جب واپس آیا تو بادشاہ نے ڈانٹا کہ نالائق لباس کیوں گیلا کیا؟ خادم نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضور! خطا ہو گئی۔ آہ! اس سے اللہ کی راہ کا ادب سیکھو کہ اللہ کی محبت سکھانے والے کا کتنا ادب کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ جو ہمارا خالق و مالک ہے ان کا ہم پر کیا حق ہے۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ خطا تو درکنار عاشق تو صورتِ خطا بلکہ عدمِ خطا پر بھی معافی کا طلب گار ہوتا ہے اور خود کو مستحقِ سزا سمجھتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ممنونِ سزا ہوں مری ناکردہ خطائیں

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ عشق میں وہ جوش اور وہ کرامت ہے کہ ؎

عشق ساید کوہ را مانند ریگ
عشق جوشد بحر را مانندِ دیگ

عشق بڑے بڑے پہاڑوں کو پیس کر ریت بنا دیتا ہے اور عشق جوش دے کر سمندر کو دیگ کی طرح اُبال دیتا ہے۔ یہی جوشِ عشق تھا کہ محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ کا ایما دیکھ کر انسان نے اپنی طاقت کو بھی نہ دیکھا اور آسمان و زمین کو بھی نظر انداز کر دیا کہ یہ آسمان و زمین کیا چیز ہیں، یہ کیا جانیں محبت کا مزہ ؎

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر چھیڑا نہیں جاتا

اور یہ کیا جانیں آپ کے نام کی لذت کا مزہ ؎

www.khanqah.org

از لب یارم شکر را چہ خبر
وز رخش شمس و قمر را چہ خبر

یہ بھی مولانا ہی کا کلام ہے کہ میرے اللہ کے نام کی لذت اور مٹھاس کو یہ شکر کیا جانے اور میرے اللہ کے انوار و تجلیات کو یہ چاند اور سورج کیا جانیں اور میرے اللہ کی عظمتِ شان کے سامنے لعل و جواہر کیا چیز ہیں۔

لعل و مروارید سنگش رامرید

کعبہ کی چوکھٹ میں جو پتھر لگا ہوا ہے ساری دنیا کے لعل و جواہر اور کروڑوں کروڑوں روپے کے موتی سب اس پتھر کے غلام ہیں۔

کاے خداوندِ کریم بردبار
دہ امانم زیں دو شاخہ اختیار

مولانا فرماتے ہیں کہ ہم کیا ہیں جبکہ آسمان جیسی عظیم القامت مخلوق نے فریاد کی کہ اے خدا! آپ کریم ہیں، نااہلوں پر رحم کرنے والے ہیں، حلیم ہیں، ہم کو شریعت کے ان دو طرفہ اختیارات سے امان دیجیے کہ چاہیں تو ہم فرماں برداری کریں اور چاہیں تو نافرمانی کریں۔

جذب یک را ہہ صراطِ مستقیم
بہ ز دو راہہ تردّد اے کریم

اے خدا! اگر اپنے جذب سے آپ ہمیں صراطِ مستقیم پر جمادیں یعنی اپنی فرماں برداری والے راستے پر ہمیں جذب فرمالیں تو آپ کے کھینچے ہوئے کو کون ظالم کھینچ سکتا ہے، لہٰذا آپ کا صراطِ مستقیم کی طرف جذب کرلینا بہتر ہے ہمارے دو طرفہ راستوں کے اختیار سے کیوں کہ نفس اپنی فطرتِ امارہ بالسوء کے سبب اختیارِ خیر و شر میں شر کی طرف جلد مائل ہو جاتا ہے اور ہم ضعفِ ہمت اور ضعفِ ارادہ کے سبب اختیار بین الطریقین میں تردّد اور غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ نفس سے مغلوب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ذلت و رُسوائی کا سخت اندیشہ ہے، لہٰذا اے کریم! اس تردّد بین الطریقین سے

www.khanqah.org

ہمیں نجات عطا فرمائیے اور صراطِ مستقیم پر جذب فرمالیجیے، کیوں کہ جس کو آپ جذب فرمالیں وہ کبھی مردود نہیں ہوتا اور سوءِ خاتمہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس لیے اے اللہ! ہم آپ سے جذب کی بھیک مانگتے ہیں کیوں کہ شیطان سالک محض تھا، مجذوب نہیں تھا ورنہ مردود نہ ہوتا، کیوں کہ جب سے دنیا قائم ہے آپ کا کھینچا ہوا کوئی شخص بھی مردود نہیں ہوا۔ جتنے لوگ مردود ہوئے ہیں وہ سب سالک تھے، آپ کے جذب سے محروم تھے۔ سالک کو بھی آخر میں جذب نصیب ہوتا ہے، کیوں کہ بغیر آپ کے جذب کے کوئی آپ کا غیر محدود راستہ طے نہیں کر سکتا۔ آپ خالق مقناطیس ہیں آپ کے جذب کیے ہوئے کو کون آپ سے چھین سکتا ہے؟ پس اے کریم! صراطِ مستقیم کی طرف آپ کا ہمیں جذب کر لینا ہمارے تردّد بین الطریقین اور اختیار بین الامرین کے غم سے بہتر ہے۔

ذرّۂ سایہ عنایت بہتر است
صد ہزاراں کوششِ طاعت پرست

آپ کی عنایت کا ایک ذرّہ ہماری ان ہزار کوششوں اور طاعات سے بہتر ہے جو آپ کے زیر سایۂ عنایت نہ ہوں۔

زیں دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی
لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی

مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگرچہ خیر و شر کے ان دونوں راستوں کا مقصد آپ ہی کی ذات ہے یعنی اگر خیر و شر کا اختیار نہ ہوتا تو ہم مجبور محض ہوتے تو مجاہدہ کیسے ہوتا، کیوں کہ مجاہدہ موقوف ہے اس بات پر کہ خیر پر عمل کرنے اور شر سے بچنے میں جو تکلیف ہو اس کو برداشت کرنا اور اے اللہ! آپ کے قُرب و رضا کا مدار ان ہی اعمالِ اختیاریہ کے مجاہدات ہیں، اسی لیے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا آپ نے ہمارے اندر مادّۂ فجور بھی رکھ دیا اور مادّۂ تقویٰ بھی رکھ دیا اور آیتِ پاک میں فجور کو مقدم فرمایا کہ یہ تقویٰ کا موقوف علیہ ہے یعنی فجور اور نافرمانی کے تقاضوں کے روکنے ہی سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے جیسے موجودہ سائنس کی تحقیق ہے کہ

www.khanqah.org

مثبت اور منفی (Positive اور Negative) ان دو تاروں سے بجلی پیدا ہوتی ہے اسی طرح اے اللہ! آپ نے مادّۂ فجور کا منفی تار اور تقویٰ کا مثبت تار ہمیں دے دیا، تاکہ جب تمہارے اندر مادّۂ فجور کا جوش ہو تو ہمارے خوف سے اس پر عمل نہ کرو، نافرمانی کے تقاضے پر عمل نہ کرنا یہی منفی تار ہے جس سے نورِ تقویٰ پیدا ہوتا ہے، لَا اِلٰہ کی تکمیل سے اِلَّا اللہ نصیب ہوتا ہے، باطل خداؤں کو نکالنے سے اللہ دل میں متجلی ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مادّۂ فجور اور مادّۂ تقویٰ کی کشمکش سے آپ ہی مقصود ہیں اور ان دو تاروں سے آپ اپنی محبت کا چراغ ہمارے دلوں میں روشن کرنا چاہتے ہیں، تاکہ آپ ہی ہمارے مقصود بن جائیں اور ہمیں ولی اللہ بنالیں۔

لیکن خیر و شر یعنی مادّۂ فجور اور مادّۂ تقویٰ کی کشمکش اور مجاہدۂ شاقہ سے ہماری جان نکلی جارہی ہے، ہم بے دم ہوئے جارہے ہیں یعنی سخت فتنہ و آزمایش میں مبتلا ہیں، لہٰذا اے رب! اپنے جذب سے آپ ہمیں اپنی طرف کھینچ لیجیے، تاکہ اختیار بین الطریقین کی کشمکش سے نجات حاصل ہو اور آپ کی راہ آسان ہو جائے۔

زیں دورہ گرچہ بجز تو عزم نیست
لیک ہرگز رزم ہم چوں بزم نیست

خیر و شر کے ان دونوں راستوں کے مجاہدات کا مقصد اگرچہ آپ ہی کی طرف عزم و ارادہ کرنا ہے کہ بندے ہمت سے کام لے کر اپنے قلب میں آپ ہی کو مراد بنالیں اور آپ کے ولی بن جائیں، ان کا عزم اور ان کا ارادہ آپ ہی کی طرف ہو اور اس میں جو مشکلات پیش آئیں ان کا مقابلہ کریں، لیکن جنگ کا میدان بزمِ قُرب کے برابر کہاں ہو سکتا ہے، یعنی نفس سے جو ہماری جنگ چل رہی ہے اس کا مزہ آپ کی اس بزمِ قُرب کے مثل کیسے ہو سکتا ہے جہاں آپ کی شراب محبت کے جام و مینا چل رہے ہوں؟ مراد یہ ہے کہ ابتدائے سلوک میں نفس کو خیر و شر کے انجذاب سے سخت مجاہدہ و کشمکش پیش آتی ہے، شر اور فجور کی طرف کشش ہوتی ہے تو مجاہدہ کرکے نفس کو روکتا ہے اور بہ تکلف اس کو خیر کے راستے پر ڈالتا ہے۔ تو مولانا دُعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ! اس مقامِ تلوین کو مقامِ تمکین و استقامت سے تبدیل فرمادیجیے تاکہ ہمیں آپ کا قربِ تام اور سرورِ دوام حاصل ہو۔

www.khanqah.org

غالبی بر جاذباں اے مشتری
شاید ردر ماندگاں را و اخری

اے اللہ! دنیا میں جتنے حسین ہمیں اپنی طرف کھینچ رہے ہیں آپ سب پر غالب ہیں کیوں کہ آپ ہمارے خریدار ہیں آپ نے قرآنِ پاک میں فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ .....الْاٰیَة[۱۱۵]

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ۲۱/ ذوقعدہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۸/ فروری ۲۰۰۰ء کو حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے اس آیتِ پاک کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان فرمایا جو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔)

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! اللہ نے تمہارے اس نفس کو خرید لیا ہے جو اَمَّارَةٌ بِالسُّوْء ہے، ہر وقت گناہوں کے تقاضے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔ پس اگر تم اس کے تقاضوں پر عمل نہ کرو تو ہم تم سے جنت کا سودا کرتے ہیں۔ ہر چیز کی ایک قیمت اور ایک بدلہ ہوتا ہے۔ نفسِ امّارہ کی بُری بُری خواہشات کے چھوڑنے کا، خونِ آرزو کا اور بُرے تقاضوں پر عمل نہ کرنے کے غم اُٹھانے کا صلہ یہ ہے کہ اس غم کے بدلے میں ہم تم کو جنت دیں گے، اور جنت بھی کیسی؟ تفسیر ”روح المعانی“ میں ہے: اَلَّتِیْ لَا عَیْبَ فِیْهَا[۱۱۶] جس میں کوئی عیب اور نقص نہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو خرید لیا ہے اور ہم اس کریم مالک کے ہاتھوں بکے ہوئے لوگ ہیں اور جب سودا ایک جاتا ہے تو بکا ہوا مال دوبارہ بیچنا بین الاقوامی اُصولوں پر مجرمانہ فعل ہے، لہٰذا ہم اس مالک کے ہاتھوں بکے ہوئے مال ہیں اور ہمارا معاوضہ جنت ہے، تو پھر اگر کسی اور کے ہاتھ بکتے ہیں تو کتنے بڑے مجرم ہیں! جب ہم بک چکے تو پھر ہمیں کیا حق ہے کہ ٹیڈیوں کے ہاتھوں بک جائیں، سینما، وی سی آر اور ڈش انٹینا سے بک کر گندی گندی نافرمانیوں میں مبتلا ہو جائیں۔ نفس کی پرستش کرنا یہ گویا اپنے کو دوبارہ

۱۱۵ التوبة:۱۱۱

۱۱۶ روح المعانی:۱۱/۵۴، التوبة(۴)، دار احیاء التراث، بیروت

بیچنا ہے اور اپنے کو اللہ کا مجرم بنانا ہے، لہٰذا جو اللہ ہمارا خریدار ہے اور خریدار بھی کیسا کہ جو ایک پھول کے بدلے میں گلستاں دیتا ہے، ایسے کریم مالک کے ہاتھ جب ہم بک چکے تو اب اسی کی مرضی پر جینا اور اسی کی مرضی پر مرنا ہے۔ احقر کے دو شعر ؎

خوشی پر ان کی جینا اور مرنا ہی محبت ہے
نہ کچھ پروائے بدنامی نہ کچھ پروائے عالم ہے

ہے رُوحِ بندگی بس ان کی مرضی پر فدا ہونا
یہی مقصودِ ہستی ہے یہی منشائے عالم ہے

اسی کو مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! ہم عاجزوں اور پسماندوں کو خرید لیجیے، اپنی طرف جذب فرمالیجیے، پھر کون ہے جو ہمیں آپ سے چھین سکے ؎

زیں تردّد عاقبت ما خیر باد
اے خدا مر جان مارا کن تو شاد

ارشاد فرمایا کہ مولانا جلال الدین رُومی خدائے تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ خیر و شر کے درمیان جو آپ نے ہم کو اختیار دیا ہے تو اس تردّد بین الامرین یعنی نیکی اور گناہ کے تقاضوں کی کشمکش کا انجام ہمارے لیے بہتر کر دیجیے یعنی ہماری رُوح چاہتی ہے کہ ہم نیک کام کر کے اللہ والے بن جائیں اور نفس گناہوں کا تقاضا کرتا ہے کہ وی سی آر، سینما، ٹیلی وژن اور تمام گندے کام کریں۔ ان دونوں میں ہمیشہ کشمکش رہتی ہے۔ پس اے اللہ! آپ نے ہمارا دو پرچوں میں امتحان رکھا ہے، ایک پرچہ ہے نیک کام کرنے کا اور دوسرا پرچہ ہے گناہ سے بچنا یعنی ایک مثبت عبادت ہے اور دوسری منفی عبادت ہے۔ نماز روزہ حج و عمرہ ذکر و تلاوت یہ مثبت عبادت ہے اور جب گناہ کا تقاضا ہو مثلاً کوئی نامحرم عورت سامنے جائے اس وقت نظر نیچی کر لینا یہ منفی عبادت ہے اور اللہ کا ولی وہی ہوتا ہے جو دونوں قسم کی عبادت کرتا ہے۔ اکثر لوگ وظیفہ و تسبیح و نوافل تو پڑھتے ہیں، لیکن گناہ سے نہیں بچتے اور روح و نفس کی کشمکش میں نفس ان پر غالب آجاتا ہے۔ اسی لیے مولانا رُومی

www.khanqah.org

عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس جنگ میں جو نفس سے جیت گیا اور آپ کی نافرمانی چھوڑ دی وہی اللہ والا ہو جاتا ہے اور جو ہار گیا وہ فاسق ہو جاتا ہے، لہٰذا خیر و شر کی کشمکش کے اس امتحان میں ہمیں پاس کر دیجیے کہ ہم نیکی پر قائم رہیں اور گناہ سے بچتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم نیکی تو کر لیں اور گناہ نہ چھوڑیں یعنی آپ کو راضی کرنے کی فکر تو کریں اور آپ کی ناراضگی سے نہ بچیں تو بھی ہم ناکام ہو جائیں گے، لہٰذا اس تردّد اور خیر و شر کی جنگ میں ہمارا انجام بخیر کر دیجیے اور ہمیں نفس کے مقابلے میں جتا دیجیے یعنی اپنی مرضی پر جما کے رکھیے اور اپنی ناراضگی سے بچا کے رکھیے اور گناہوں کے شدید تقاضوں پر غالب کر کے اے خدا! آپ ہماری جان کو خوش کر دیجیے، کیوں کہ جان کو خوشی آپ کی عبادت اور فرماں برداری سے ملتی ہے اور آپ کی نافرمانی سے روح کبھی خوش نہیں ہوتی۔ گناہ کرتے وقت جو مزہ آتا ہے وہ نفس دشمن کو آتا ہے، رُوح اس وقت بے چین ہوتی ہے، اسی لیے مومن کو گناہ کا پورا مزہ نہیں آتا، اس کا دل کانپتا رہتا ہے کہ میں یہ کیا کر رہا ہوں، خدا دیکھ رہا ہے، اور نفس کا مزہ ایسا ہے جیسا کسی کو نشہ پلا کر پٹائی کر دی جائے تو نشے میں پٹائی کا احساس نہیں ہوتا، لیکن جب نشہ اُترتا ہے اس وقت بے چینی کا ادراک ہوتا ہے کہ ہائے! میں نے اللہ کو ناراض کر دیا۔ اس بے چینی اور عذاب کا لغت والفاظ احاطہ نہیں کر سکتے۔ نفس کے نشے سے اللہ پناہ میں رکھے۔ لہٰذا اے اللہ! ہماری عاقبت کو خیر کر دیجیے اور خاتمہ ایمان پر فرما دیجیے، تاکہ آپ ہم سے خوش ہو جائیں اور ہماری جان کو خوش کر دیجیے اور جان کب خوش ہوتی ہے؟ جب نفس کی لڑائی میں غالب آجاتی ہے۔ جیسے پہلوان اس وقت خوش ہوتا ہے جب دشمن کو پچھاڑ دیتا ہے، پس نفس دشمن پر ہماری رُوح کو غالب کر دیجیے۔

یہاں میں ایک بات کہتا ہوں کہ مثنوی کو صرف لغت سے نہیں سمجھ سکتے، مثنوی کو بغیر درد بھرے دل کے کوئی پڑھا بھی نہیں سکتا۔ مثنوی وہی پڑھا سکتا ہے جس نے اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھائی ہوں، اللہ کے راستے میں چلا ہو، سینے میں درد بھرا دل رکھتا ہو، کیوں کہ مولانا رومی نے مثنوی میں سلوک بیان کیا ہے۔ پس جس نے نفس سے جنگ نہیں لڑی اور نفس کا غلام ہے وہ کیا جانے مثنوی کو۔

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء

بروز بدھ، بعد نمازِ عشا، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اے کریم ذوالجلال مہرباں

دائم المعروف دارائے جہاں

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! آپ کریم ہیں، ذوالجلال ہیں، مہربان ہیں۔ اور کریم کے تین معنیٰ ہیں:

اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ [1] جو ہم پر بغیر اہلیت کے، باوجود ہماری نالائقی کے مہربانی کردے۔ جیسے ایک بادشاہ نے اپنے خادم سے کہا کہ "رمضانی مگساں می آیند" رمضانی! میرے پاس مکھیاں آرہی ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ "حضور ناکساں پیش کساں می آیند" حضور! نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ پس کریم حقیقی تو ہمارا اللہ ہے کہ بُرے اعمال سے ہمارا ظاہر بھی گندا اور ہمارا باطن بھی گندا کہ اندر پیشاب پاخانہ بھرا ہوا ہے، لیکن ہم جیسے نالائقوں کو بھی اپنے پاس آنے سے منع نہیں کرتے، بلکہ حکم دے دیا کہ وضو کرلو اور میرے حضور میں آجاؤ۔ اسی طرح باوجود ہماری باطنی گندگی یعنی گناہوں میں ملوث ہونے کے ہر سانس اور ہر لمحہ ہم پر انعامات کی بارش ہورہی ہے۔

اور کریم کے دوسرے معنیٰ ہیں:

اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِہٖ یعنی ہماری تمناؤں سے زیادہ ہم پر رحم کرنے والا کہ اگر ہم ایک بوتل شہد مانگیں تو وہ ڈھائی من کا مشک دے دے ؎

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہادیے ہیں دُرِّ بے بہا دیے ہیں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

www.khanqah.org

اور کریم کی تیسری تعریف ہے:

اَلَّذِیْ لَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ[۱۸] ایسا مہربانی کرنے والا جس کو اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ اور ذُوالْجَلَالِ کے معنیٰ ہیں: صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ یعنی سارے عالَم سے بے نیاز اور وَالْاِکْرَامِ کے معنیٰ صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ[۱۹] جس کا فیض سارے عالَم پر عام ہے۔ دنیا کے لوگ مستغنی تو ہوتے ہیں لیکن کسی کے دُکھ درد میں کام نہیں آتے بس اپنے ہی حلوے مانڈے میں مست ہوتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ذُوالْجَلَالِ کے بعد وَالْاِکْرَامِ کا اسم نازل کر دیا کہ اگرچہ میں سارے عالم سے مستغنی ہوں، لیکن میں صاحبِ فیض عام بھی ہوں کہ سارے عالم پر میرا فیض عام ہے۔ میرے استغنا کی شان یہ ہے:

اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَّالْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ[۲۰]

کہ میں سارے عالم سے مستغنی ہوں اور سارا عالم میرا محتاج ہے لیکن اس کے باوجود میں اپنے بندوں سے غافل نہیں سارے عالم پر میری رحمت عام ہے۔

مولانا رُومی اس کو فرماتے ہیں کہ اے اللہ! باوجود ذوالجلال ہونے کے آپ دائم المعروف ہیں، اتنے بڑے مہربان ہیں کہ اپنی مخلوق پر ہمیشہ احسان کرنے والے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم سے ناراض ہو کر آپ نے سورج کو روک لیا ہو کہ ہم پر طلوع نہ ہو یا چاند کو روک لیا ہو کہ ہمیں اوقات نہ بتائے۔ آپ کا نظامِ کرم ہمیشہ مخلوق پر دائم ہے اور آپ ساری کائنات کے مالک ہیں، ساری کائنات کے نظام کو قائم کیے ہوئے ہیں، سارے عالم کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

یَا کَرِیْمَ الْعَفْوِ حَیٌّ لَمْ یَزَلْ
یَا کَثِیْرَ الْخَیْرِ شاہ بے بدل

---

[۱۸] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۸۶، (۲۲۸۸)، کتاب الدعوات، باب اسماء اللہ تعالیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۱۹] روح المعانی: ۲۷/۱۰۹، الرحمٰن (۲۷)، دار إحیاء التراث، بیروت

[۲۰] روح المعانی: ۲۷/۹۶، القمر (۲۲)، دار إحیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

اے اللہ! آپ کریم العفو ہیں یعنی معاف کرنے میں نہایت کریم ہیں۔ آپ کے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ بشارت دی کہ

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْئُ النَّھَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْئُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا[۱۲]

اللہ تعالیٰ کی رحمت رات بھر اپنے ہاتھ پھیلائے رہتی ہے کہ دن کا خطاکار رات کو توبہ کرلے اور دن بھر ہاتھ پھیلائے رہتی ہے کہ رات کا خطاکار دن میں توبہ کرلے۔ سبحان اللہ! کیا رحمت ہے آپ کی بندوں پر کہ ایک کروڑ گناہ بھی اگر کوئی کرلے، لیکن ندامت کا ایک آنسو کبھی نکل آیا، دل میں ندامت پیدا ہوگئی کہ آہ! میں نے کیا کیا تو اسی وقت تمام گناہوں کو آپ معاف فرمادیتے ہیں۔ سو برس کا کافر جو رات دن کفر کررہا تھا اگر کلمہ پڑھ لے تو اسی وقت ولی اللہ ہوجاتا ہے

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا تھا کہ ایک ہندو نوے برس تک اپنے بُت کو صنم صنم پکار رہا تھا کہ ایک دن غلطی سے اس کے منہ سے صمد نکل گیا تو آواز آئی: لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ میرے بندے میں حاضر ہوں۔ تو اس کافر نے ڈنڈا اُٹھایا اور سب بُتوں کو توڑ دیا کہ نوے سال تک میں نے تمہیں پکارا اور تم نے کوئی جواب نہیں دیا اور آج غلطی سے مسلمانوں کے خدا کا نام نکل گیا تو فوراً جواب آگیا لبیک میرے بندے میں موجود ہوں۔ سبحان اللہ! تو عفو کرنے میں آپ بے حد کریم ہیں کہ نوے برس کے کافر کو بھی نہیں بھولتے اور ایک لمحے میں معاف فرما کر اپنا پیارا بنالیتے ہیں۔ اور آپ حَیٌّ لَمْ یَزَلْ ہیں یعنی زندہ حقیقی ہیں کہ ہمیشہ سے زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور آپ کی حیات میں کبھی زوال نہیں آسکتا بلکہ ہر وقت آپ کی ایک نئی شان ہے۔

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ

علامہ آلوسی "روح المعانی" میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں یوم سے

[۱۲] صحیح مسلم: ۳۵۸/۲، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ من الذنوب وان تکررت الذنوب والتوبۃ۔

www.khanqah.org

مراد وقت ہے، دن مراد نہیں ہے:

اَیْ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ، وَفِیْ کُلِّ لَحْظَۃٍ مِّنَ اللَّحْظَاتِ وَفِیْ کُلِّ لَمْحَۃٍ مِّنَ اللَّمْحَاتِ[۱۳۲]

یعنی ہر وقت، ہر لحظہ، ہر لمحہ آپ کی ایک نئی شان ہے۔ پس چوں کہ آپ زندہ حقیقی ہیں اس لیے آپ ہی محبوبِ حقیقی ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں کہ اس کو محبوب بنایا جائے کیوں کہ اگر آپ کے علاوہ کسی اور کو دل دیا تو ایک دن معلوم ہوا وہ مر گیا اور اس کا جنازہ دفن ہو رہا ہے اب کہاں جاؤ گے اور کس کو دل کا سہارا بناؤ گے کیوں کہ جس کو سہارا بنایا تھا وہ تو مر گیا، اب کیا اس کی لاش سے چمٹو گے اور اگر چمٹو گے تو تین دن کے بعد لاش سڑ جائے گی اور مُردہ جسم پھول کر پھٹ جائے گا، پھر سب سے پہلے تم ہی اسے دفن کرو گے اور بدبو سے ناک بند کر کے وہاں سے بھاگو گے۔ لہٰذا کہاں مرنے والوں پر مر رہے ہو۔

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

میر اقطعہ ہے۔

ان کے سر پر سفید بالوں کا
ایک دن تم تماشا دیکھو گے
مَیر اس دن جنازہ اُلفت کا
اپنے ہاتھوں سے دفن کردو گے

تم بھی مرنے والے یہ دنیوی معشوق بھی مرنے والے لہٰذا مرنے والے کو چاہیے کہ نہ مرنے والے پر مرے۔

عشق با مردہ نباشد پائیدار
عشق را با حی و با قیوم دار

---

[۱۳۲] روح المعانی: ۲۷/۱۱۰، الرحمٰن (۲۹)، دار إحیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

مرنے والوں سے عشق نہ کرو کہ یہ پائیدار نہیں ہوتا عشق اس زندہ حقیقی سے کرو جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ جس کو کبھی موت نہیں آئے گی، جو موت وزوال وفنا سے پاک ہے اس سے محبت کرو تو تم بھی زندہ جاوید ہو جاؤ گے۔ جنت میں وہ تمہیں حیاتِ جاودانی عطا کرے گا۔ وہ ایسا زندہ حقیقی ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا اور حَیَاۃُ کُلِّ شَیْءٍ بِہٖ مُؤَبَّدًا[۱۲۳] ہر شے کی حیات اسی سے قائم ہے، اور وہ قیوم بھی ہے یعنی قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَیُقَوِّمُ غَیْرَہٗ بِقُدْرَتِہِ الْقَاھِرَۃِ اپنی ذات سے قائم ہے اور اپنی قدرت قاہرہ سے دوسروں کو قائم کیے ہوئے ہے اور کیوں کہ اس کی ہر وقت ایک نئی شان ہے لہٰذا اس کے عاشق بھی ہر وقت ایک نئی شان میں رہتے ہیں، ہر لمحہ ان کو ایک نئی حیات عطا ہوتی ہے جس کا دنیوی عشاق تصور بھی نہیں کر سکتے کیوں کہ مرنے والوں پر مرتے ہیں اور ان کے معاشیق ومحابیب ہر وقت عَلٰی مَعْرَضِ الزَّوَالِ اور عَلٰی مَعْرَضِ الْفَنَاءِ ہیں لہٰذا ان کے عاشقوں کا عشق بھی ہر وقت عَلٰی مَعْرَضِ الزَّوَالِ ہے، ہر وقت ان کا تبسم افسردگی سے تبدیل ہو رہا ہے۔ میر اشعر ہے ؎

حسن فانی ہے عشق بھی فانی
پھول مُرجھا گئے ذرا کھِل کے

لہٰذا دنیاوی عاشقوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر نحوست کے آثار نظر آتے ہیں اور ہر لمحہ ان کی پریشانی بڑھتی جاتی ہے کیوں کہ ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

اگلے مصرع میں مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! آپ کثیر الخیر ہیں، کثیر الفضل ہیں کَمَا قَالَ تَعَالٰی (وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ) وَاسِعٌ کی تفسیر ”رُوح المعانی“ میں یہ ہے: اَیْ کَثِیْرُ الْفَضْلِ، لَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ[۱۲۴] جو بہت زبردست فضل والا ہے،

---

۱۲۳ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۳۶۴، (۲۴۵۴)، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۲۴ روح المعانی: ۶/۱۶۵، المآئدۃ (۵۴)، دار إحیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

جس کو اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں۔ اگر سارے عالم کو آپ ولی اللہ، قطب الاقطاب، غوث الاعظم بنادیں تو آپ کی رحمت میں ایک ذرّہ کمی نہیں ہوگی، کیوں کہ آپ شاہِ بے بدل ہیں یعنی ایسے شاہ ہیں جس کا کوئی بدل نہیں۔ سبحان اللہ! مولانا کیا لفظ لائے ہیں جو ترجمہ ہے وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ[۱۲۵] کا۔ نکرہ تحت النفی ہے جو فائدہ عموم کا دیتا ہے کہ اس کا کوئی بدل اور مثل اور ہمسر نہیں ہے۔

اولم ایں جزر و مد از تو رسید
ورنہ ساکن بود ایں بحر اے مجید

مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ جب آپ نے ہم کو جسم دے کر اس دنیا میں بھیجا، تو ہمارے نفس کے اندر مادّۂ فجور بھی رکھ دیا اور مادّۂ تقویٰ بھی رکھ دیا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰىھَا[۱۲۶] یعنی مادّۂ شر اور مادّۂ خیر دونوں رکھ دیے، لہٰذا ہمارے قلب کے سمندر میں خواہشات کا جو مدّ و جزر یعنی جوار بھاٹا ہے وہ آپ کی طرف سے ہمارے امتحان کے لیے ہے، ورنہ جب ہم عالمِ ارواح میں تھے تو چوں کہ وہاں جسم نہیں تھا، لہٰذا مادّۂ فجور و تقویٰ کا الہام بھی ہمارے نفوس میں نہیں ہوا تھا، اس لیے خواہشات کا سمندر بھی ساکن تھا۔ اس عالم میں خیر و شر کے مادّوں میں جو مدّ و جزر اور طغیانی و تلاطم ہے یہ ہمارا امتحان ہو رہا ہے اور آیتِ پاک میں فجور کو تقویٰ پر مقدم فرما کر آپ نے یہ بتادیا کہ تقویٰ کا تحقق مادّۂ فجور پر موقوف ہے، بس شرط یہ ہے کہ تقاضائے فجور پر عمل نہ کرو یعنی بُرے بُرے تقاضے ایندھن ہیں ان کو جلادو تو حمامِ تقویٰ روشن ہو جائے گا۔ اگر یہ بُرے تقاضے نہ ہوتے تو تقویٰ کا ظہور کیسے ہوتا اور کیسے پتا چلتا کہ یہ شخص متقی ہے، کیوں کہ تقویٰ کی تعریف ہی یہ ہے کہ کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْھَوٰی جب دل میں نافرمانی اور گناہ کا تقاضا پیدا ہو تو اللہ کے خوف سے اس پر عمل نہ کرنا۔ اگر گناہ کے بُرے تقاضے ہی نہ ہوتے تو مجاہدہ بھی نہ ہوتا اور مجاہدہ نہ ہوتا تو تقویٰ کا وجود ہی نہیں

۱۲۵ الاخلاص:۴
۱۲۶ الشمس:۸

www.khanqah.org

ہو سکتا تھا۔ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اور گناہوں کے تقاضے آخرت کے امتحان کے پرچے ہیں۔ پس اگر یہ تقاضے نہ ہوتے تو کس پرچے میں امتحان ہوتا اور جزا و سزا کس بات پر ہوتی۔

ہم ازاں جا کایں تردّد دادیم
بے تردّد کن مرا ہم از کرم

جس مقام سے آپ نے ہم کو اس کشمکش میں رکھا ہے یعنی آپ کی مشیت اور آپ کی قدرت نے ہم کو عالمِ امتحان میں بھیجا ہے اور ہمارا فجور اور تقویٰ کے دو طرفہ اختیارات میں امتحان ہو رہا ہے، ہم کو دونوں اختیار ہیں کہ چاہیں تو ہم سینما خانہ چلے جائیں اور چاہیں تو بیت اللہ اور مسجد چلے جائیں۔ بندوں کو اختیار دے دیا کہ چاہے نیک کام کر لو چاہے بُرا کام کر لو۔ اس تردّد میں امتحان ہو رہا ہے اور اپنے نفس کی خواہشات کی وجہ سے ہم تردّد اور شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔ پس اے خدا! آپ اس تردّد سے ہم کو نجات عطا فرمائیے اور نفس پر ہم کو غالب کر دیجیے۔ اپنے کرم سے بلا استحقاق ہم کو اس کشمکش کی زندگی سے نجات دے کر ہمارے نفسِ امّارہ کو نفسِ مطمئنہ کر دیجیے یعنی سوائے آپ کی یاد کے ہمارا کہیں دل ہی نہ لگے جیسے کہ مولانا رُومی نے دُعا کی ہے ؎

جز بذکرِ خویش مشغولم مکن
از کرم از عشق معزولم مکن

اے خدا! اپنی مہربانی اور اپنے کرم سے سوائے اپنی یاد کے کہیں ہمارا دل نہ لگنے دیجیے۔ اپنے کرم کے صدقے میں اپنی محبت کے کاروبار سے یعنی اپنی عبادت و مناجات سے آپ ہم کو الگ نہ کیجیے۔ ہمارا دل ایسا بنا دیجیے کہ آپ کے علاوہ اگر ہم کہیں دل لگانا بھی چاہیں تو نہ لگے۔ اپنی ذات پاک کے ساتھ ہمارے قلب و جان کو چپکا دیجیے کہ ساری دنیا اگر ہمیں آپ سے الگ کرنا چاہے تو ہم الگ نہ ہوں۔ یہ ہے بے تردّد کرنا۔ اپنے جذب سے ایسا بنا لیجیے کہ اس کشمکش کی زندگی سے نجات عطا فرما دیجیے۔ ہمارا دل ایک طرف کھینچ لیجیے یعنی مقامِ جذب عطا فرمائیے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس سالک کو مقام جذب نصیب نہیں ہوا یعنی اگر اللہ نے اس کو نہیں کھینچا تو وہ ہر وقت

www.khanqah.org

خطرے میں ہے، کسی وقت بھی وہ مردود ہو سکتا ہے۔ شیطان سالک تھا، مجذوب نہ تھا، ہزاروں برس عبادت کی تھی، لیکن چوں کہ اللہ نے اسے جذب نہیں کیا تھا لہٰذا وہ مردود ہو گیا۔ اسی لیے حکیم الامت نے فرمایا کہ اے سالکو! اگر چاہتے ہو کہ تم اللہ کے راستے میں استقامت سے رہو اور تمہارا خاتمہ ایمان پر ہو تو خدائے تعالیٰ سے جذب کی صفت مانگو کہ اے اللہ! مجھے جذب کر کے اپنا بنا لیجیے۔ مجذوب کبھی مردود نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اللہ اسی کو جذب کرتا ہے، اسی کو اپنا مقبول بناتا ہے جو ہمیشہ باوفا ہوتا ہے۔ ہم لوگ دوست بنانے میں غلطی کر جاتے ہیں کیوں کہ ہمیں مستقبل کا علم نہیں ہے، اس لیے ہم کسی کو دوست بنا لیتے ہیں اور بعد میں وہ غداری کر جاتا ہے، بے وفا ہو جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اسی کو اپنا محبوب اور مقبول بناتا ہے جو مرتے دم تک باوفا ہوتا ہے۔ ایک بار حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حضرت! دُعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو رضائے دائمی عطا فرمائے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ رضائے دائمی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ جس سے خدا ایک دفعہ راضی ہوتا ہے پھر کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ اگر اس سے کبھی گناہ ہو جائے تو توفیقِ توبہ دیتا ہے۔ توفیقِ توبہ خود علامتِ رضا و مہربانی ہے۔ وہ راضی ہی اس سے ہوتا ہے جو اس کے علم میں ہمیشہ باوفا ہوتا ہے۔ شیطان جب عبادت کرتا تھا اس وقت بھی مقبول نہ تھا، جذب نصیب نہیں ہوا تھا اس لیے مردود ہو گیا، اس لیے مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ مولانا اشرف علی! یہ کہو کہ اے خدا! ہم کو رضائے کامل عطا کر دے، دائمی کی قید مت لگاؤ۔

ابتلایم می کنی آہ الغیاث
اے ذکور از ابتلایت چوں اناث

اے خدا! آپ مجاہدات میں میرا امتحان لے رہے ہیں۔ آہ! آپ سے فریاد ہے کہ ہم آپ کے امتحان کے قابل نہیں، ہم نہایت کمزور، نہایت نالائق ہیں، آپ کے امتحان میں ہمیں اپنے پاس ہونے کی اُمید نہیں کیوں کہ بڑے بڑے مردانِ طریق اور مدعیانِ دین و تقویٰ اور تصنیف و تالیف اور تقریر و تحریر میں کمال رکھنے والے جو اپنے کو کوہِ ہمت و استقامت سمجھتے تھے جب امتحان کا وقت آیا تو مؤنث ثابت ہوئے یعنی گناہ میں

www.khanqah.org

مبتلا ہو گئے اور ان کا کوہِ تقویٰ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اس لیے اے خدا! ہم کمزور ہیں، ہمارا امتحان نہ لیجیے۔ ہم اس بلی کے مانند ہیں جو چوہا خوری سے توبہ کر کے ایک لاکھ حج کر آئے، لیکن جب چوہا اس کے سامنے آئے گا تو اس کا سارا حج اور تقویٰ ختم ہو جائے گا۔ ہمارے نفس کی دیا سلائی پر مادّۂ فجور اور گناہ کے تقاضوں کا مسالہ لگا ہوا ہے، بس رگڑ کی دیر ہے، اے اللہ! آپ کا کرم ہے کہ اس میں رگڑ نہیں لگ رہی ہے یعنی اسبابِ معصیت سے آپ نے دور رکھا ہے، ورنہ اگر ذرا رگڑ لگی تو ایک دم آگ لگ جائے گی، لہٰذا اے خدا! گناہوں کا آتش فشاں جو ہمارے اندر ہے اس کو اسبابِ معصیت کے قرب سے بچا ورنہ ہمارے دین وایمان کی خیر نہیں ہے۔ اے خدا! ہم نہایت کمزور، نہایت نالائق ہیں۔ آپ سے فریاد ہے کہ ہم امتحان کے قابل نہیں ہیں، ہمارا امتحان نہ لیجیے اور اپنی رحمت سے ہم کو عافیت کے ساتھ دین پر قائم رکھیے۔

اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرو اور اسبابِ معصیت کے قریب نہ رہو چاہے کہیں بھی ہو چاہے خانقاہ ہو یا مدرسہ ہو، یہ نہ سوچو کہ ان مقدس جگہوں میں ہم نفس وشیطان سے محفوظ ہو گئے۔ جنہوں نے احتیاط نہ کی وہ خانقاہ کیا بیت اللہ میں بھی گناہ میں ملوث ہو گئے، پھر ایسے ملکوں میں جیسے ری یونین، فرانس، برطانیہ وغیرہ جہاں بے پردگی عام ہے اور ہر وقت مرد وعورت کا اختلاط رہتا ہے کتنی احتیاط کی ضرورت ہے، اس لیے کبھی کسی حسین کے ساتھ تنہائی نہ ہونے دو، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، کیوں کہ جہاں تنہائی ہوئی تو تیسرا وہاں شیطان موجود ہوا اور شیطان کا دعویٰ ہے جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر ایک کمرے میں خواجہ حسن بصری جیسا ولی اور رابعہ بصریہ جیسی ولیہ بھی تنہا ہوں تو دونوں کا منہ کالا کرا دوں گا۔ اس لیے اللہ کے ابتلا اور امتحان سے پناہ مانگو، بہادر نہ بنو ورنہ سارا تقویٰ خاک میں مل جائے گا۔

تا بہ کے ایں ابتلاء یارب مکن
مذہبے ام بخش وہ مذہب مکن

اے اللہ! کب تک اس آزمایش میں مبتلا رہوں گا، جلدی کر دیجیے اور اپنے جذب سے

www.khanqah.org

مجھے اپنا بنا لیجیے۔ اے میرے رب! امتحان نہ لیجیے میرے اُوپر رحم کر دیجیے اور اولیاء اللہ کو جو نسبت آپ دیتے ہیں وہ عطا کر دیجیے اور جذب کر کے ہمیں اپنی ذات پاک کے ساتھ چپکا لیجیے۔ دیکھو اگر ماں اپنے چھوٹے بچے کو اختیار دے دے کہ جہاں چاہے چلا جا تو وہ اغوا کر لیا جائے گا اور اگر ماں تگڑی ہے اور اس کو اپنے سینے سے چپکائے ہوئے ہے اور اغوا کرنے والے کمزور ہیں تو بچہ اغوا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون طاقت والا ہے۔ اگر حق تعالیٰ ہماری حفاظت فرمالیں تو ساری دنیا کی گمراہ کن ایجنسیاں اور سارے دنیا کے حسین اور حسینائیں ہمارے تقویٰ کا ایک بال بھی نہیں اُکھاڑ سکتے، لہٰذا اے اللہ! آپ ہمیں جذب کر کے صراطِ مستقیم پر ڈال دیجیے اور دس مذہب اختیار کرنے سے بچا لیجیے یعنی ہمیں ایک مذہب تقویٰ والوں کا دے دیجیے، دس مذہب نہیں کہ کبھی مسجد میں بیٹھے ہیں اور کبھی عورتوں کو سڑکوں پر دیکھ رہے ہیں، کبھی تلاوت کر رہے ہیں اور کبھی گانا سن رہے ہیں، یعنی ہماری تلوین و بے استقامتی کو تمکین و استقامت سے بدل دیجیے اور اللہ والوں کا تقویٰ، اپنے اولیاء کا طریقہ دے دیجیے کہ ہم آپ پر جان فدا کرتے رہیں اور ہر وقت تقویٰ سے رہیں، جب جی گھبرائے تو آپ کو یاد کر لیں۔

ہر لمحۂ حیات گزرا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

لوگ کہتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے سے ٹائم پاس ہوتا ہے۔ ارے ظالمو! ٹائم پاس نہیں ہوتا ٹائم فیل ہوتا ہے۔ اگر دل بہلانا ہے تو اللہ سے دل بہلاؤ۔ جب کبھی دل گھبرائے، وضو کرو، دو رکعات پڑھو، تسبیح لے کر درد بھرے دل سے ایک دفعہ اللہ کہو۔ دونوں جہاں کی لذت اس کے نام پاک میں موجود ہے۔ کہاں جاتے ہو لیلیٰ کا نمک تلاش کرنے، ملاحتِ حسنِ لیلیٰ کا خالق اللہ ہے، جس نے لیلیٰ کو بھیک دی تھی وہ اللہ جب دل میں متجلّی ہو گا تو کروڑہا لیلاؤں سے تم بے نیاز ہو جاؤ گے۔ وہ لیلیٰ تو سڑنے گلنے والی تھی۔ وہ خالقِ ملاحتِ لیلیٰ اور خالقِ عشق مجنوں جب دل میں متجلّی ہوتا ہے تو پاکیزہ ملاحت کے کتنے غیر فانی سمندر ساتھ لاتا ہے اور عشق و محبت کے لامحدود طوفان و تلاطم ساتھ لاتا ہے، اس لطف کو دنیا والے کیا جانیں، اس مزے کو لیلیٰ مجنوں کیا جانیں۔

www.khanqah.org

اشترے ام لاغر و ہم پشت ریش
ز اختیار ہم چو پالاں شکلِ خویش

ہم ایک لاغر کمزور اُونٹ کی طرح ہیں جس کی پیٹھ زخمی ہوچکی ہے اختیار کے پالان کی وجہ سے۔ گھوڑے اور اُونٹ پر نمدہ بچھا کر ایک گدڑی ڈال دیتے ہیں اس کو پالان کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اختیارِ خیر و شر کی کشمکش سے ہماری جان مجاہدہ کی وجہ سے مثل اُونٹ کی پیٹھ کے زخمی و پریشان ہوچکی ہے۔

ایں کژاوہ گہ شود ایں سو گراں
آں کژاوہ گہہ شود آں سو کشاں

ہمارے نفس کے اُونٹ کا کجاوہ جس میں دو طرف مال ہوتا ہے، کبھی ایک طرف کو گرتا ہے اور کبھی دوسری طرف کو جھک جاتا ہے، یعنی کبھی خیر کا پلڑا بھاری ہوجاتا ہے کبھی شر کا، اس لیے ہمارے نفس کا حال یہ ہے کہ گھڑی میں اولیاء گھڑی میں بھوت، کبھی ایک دم پکّے ولی اللہ بن گئے اور کبھی ایک دم شیطان۔

بفگن از من حملِ ناہموار را
تا بہ بینم روضۂ انوار را

اے خدا! ہم پر خیر و شر کا بوجھ ناہموار ہورہا ہے، کبھی خیر کا غلبہ ہوتا ہے تو کبھی شر غالب ہوجاتا ہے، لہٰذا اس ناہموار اور غیر متوازن بوجھ سے ہم کو نجات دے دیجیے یعنی استقامت، توازن اور اعتدال عطا فرمایئے تاکہ اس استقامت اور آپ کے دین پر قائم رہنے کی برکت سے ہمیں انوارِ قربِ الٰہیہ کے باغ ہی باغ نظر آئیں جیسا کہ مولانا رُومی نے ایک دوسرے شعر میں فرمایا ہے ؎

گر ز صورت بگزری اے دوستاں
گلستاں ست گلستاں ست گلستاں

اے دوستو! اگر صورت پرستی سے تم باز آجاؤ تو تم کو اللہ کے قرب کے باغ ہی باغ نظر آئیں گے۔

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۹۱ء

بروز ہفتہ، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اے دہندہ عقلہا فریاد رس
تا نخواہی تو نخواہد ہیچ کس

ارشاد فرمایا کہ مولانا جلال الدین رُومی اللہ تعالیٰ سے فریاد کررہے ہیں کہ اے عقل دینے والے اور بندوں کی فریاد کو پہنچنے والے! جب تک آپ نہیں چاہیں گے کوئی شخص کچھ نہیں چاہ سکتا۔ ہمارا چاہنا آپ کے چاہنے پر موقوف ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ[۱۳۷]

جب تک آپ کی مشیت نہیں ہوگی ہم آپ کو کیسے چاہ سکتے ہیں، اس لیے آپ نے قرآنِ پاک میں اپنی محبت کو مقدم فرمایا اپنے بندوں کی محبت پر، يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ دلیل ہے کہ پہلے آپ بندوں سے محبت فرماتے ہیں پھر آپ کی محبت کے فیضان سے بندے آپ سے محبت کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدَّمَ مَحَبَّتَهٗ عَلٰى مَحَبَّةِ عِبَادِهٖ لِيَعْلَمُوْا اَنَّهُمْ يُحِبُّوْنَ رَبَّهُمْ بِفَيْضَانِ مَحَبَّةِ رَبِّهِمْ[۱۳۸] اس لیے اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی محبت مانگتے ہیں کہ جب آپ ہم سے محبت کریں گے تو آپ کی محبت کے فیضان سے ہم لامحالہ آپ سے محبت کریں گے، لہٰذا جب تک آپ کا کرم شامل نہ ہو کوئی شخص کسی نیکی اور خیر کو چاہ بھی نہیں سکتا، اس لیے خیر اور بھلائی اور نیکی کے ارادے، عزائمِ رُشد و تقویٰ اور گناہوں سے بچنے کے خیالات سب آپ کے فضل و کرم کے تابع ہیں۔ آپ کے ارادے پر مراد کا تخلّف محال ہے، یعنی آپ کوئی ارادہ فرمائیں اور وہ مراد تک نہ پہنچے اور وہ کام نہ ہو یہ محال اور ناممکن ہے اور آپ نہ چاہیں اور وہ کام ہو جائے یہ بھی ناممکن اور محال ہے، کیوں

۱۳۷ التکویر: ۲۹

۱۳۸ روح المعانی: ۱۹۲/۶، المآئدۃ (۵۴)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

کہ آپ کے ارادے پر مراد کا ترتّب لازمی ہے، لہٰذا اے اللہ! اگر آپ ہمارے نیک بننے کا ارادہ فرمالیں تو ہمارا نیک اور متقی بن جانا لازم ہے اور اس کے خلاف ہونا محال ہے۔ اگر نفس و شیطان اور دنیا بھر کی تمام گمراہ کن ایجنسیاں مل کر کسی کو بہکائیں اور گناہوں میں مبتلا کر کے برباد کرنا چاہیں تو اس شخص کو ہرگز برباد نہیں کر سکتے جس پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا تالا لگ جائے۔ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اگر تھانے والے صرف موم بتی لگا کر کسی تالے کو سر بمہر کر دیں جو اتنی کمزور ہوتی ہے کہ ایک جھٹکا مارو تو کھل جائے، لیکن تھانے کی مہر دیکھ کر بڑے بڑے ڈاکو کانپتے ہیں تو اے اللہ! جس پر آپ کی حفاظت کا تالا ہو تو نفس و شیطان کی کیا مجال ہے کہ اس سے گناہ کرا سکیں۔ نفس بھی سمجھ جاتا ہے کہ اب میں گناہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ آپ کی قدرتِ قاہرہ کا ڈنڈا اسے اپنے سر پر نظر آتا ہے۔ اگر گناہ کرنا بھی چاہے تو دل کو اس قدر بے چین کر دیتے ہیں کہ گناہ کرنے کے خیال سے وہ لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ اے اللہ! جس کو آپ اپنا بناتے ہیں اس کو گناہ سے مانوس نہیں ہونے دیتے، اس کے قلب کو گناہوں سے بے زار کر دیتے ہیں اور وہ بھی سمجھ جاتا ہے کہ ؎

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

اے اللہ! جس کو آپ اپنا بنائیں اور جس کی حفاظت کا ارادہ فرمالیں وہ خود چاہے بھی تو اپنے کو ضایع نہیں کر سکتا، گناہوں سے اپنا منہ کالا نہیں کر سکتا، کیوں کہ آپ نے اس کا منہ اُجالا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لیے اے اللہ! ہم آپ سے آپ کا جذب مانگتے ہیں کہ آج تک کوئی مجذوب مُرتد اور مردود نہیں ہوا کیوں کہ اللہ نے جس کو کھینچ لیا وہ اللہ سے کیسے بھاگ سکتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے دائرۂ جذب اور احاطۂ جذب سے نعوذ باللہ! فرار لازم آتا ہے اور اللہ کی قدرت کا عجز لازم آتا ہے جو محال اور ناممکن ہے۔ پس اے اللہ! آپ ہمیں چاہ لیجیے، کیوں کہ اگر آپ نہ چاہیں تو کوئی کچھ نہیں چاہ سکتا، اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص مُرتد ہونے سے بچنا چاہے یعنی جو شخص چاہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور میں مرتد نہ ہوں اور خدا کے دین سے فرار اختیار نہ کروں اور ساری زندگی اللہ کی چوکھٹ پر قرار حاصل رہے اور نفس و شیطان کے چکر سے بچ جاؤں اور اگر غیر اللہ سے

www.khanqah.org

دل لگانا بھی چاہوں تو دل ایسا بے چین ہو جائے جیسے مچھلی پانی کے بغیر تڑپنے لگتی ہے۔

دردِ فرقت سے مرا دل اس قدر بے تاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اِک ماہی بے تاب ہے

یعنی بارہ بجے دوپہر کا وقت ہو، چلچلاتی ہوئی دھوپ سے ریت گرم ہو اور ایک مچھلی کو پانی سے نکال کر اس تپتی ہوئی ریت میں ڈال دو، تو جو اس کی کیفیت ہوتی ہے وہ میری کیفیت ہو جائے کہ گناہوں کے ماحول میں اور غیر اللہ سے دل لگانے کے خیال سے ہی تڑپنا شروع کر دوں، اور میرے قلب کو اللہ تعالیٰ کے دریائے قُرب سے اس درجہ اُنس پیدا ہو جائے کہ میں اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر کے چکر میں نہ پڑوں۔

پس جو شخص چاہے کہ اللہ کے دین پر قائم رہے اور نفس و شیطان کے کبھی چکر میں نہ آئے تو اس کو اللہ سے محبت مانگنی چاہیے، کیوں کہ مُرتد کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اہلِ محبت پیدا کریں گے جن سے ہم محبت کریں گے اور وہ ہم سے محبت کریں گے۔

ہم یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کریں گے
میرے دلِ برباد کو آباد کریں گے
بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے
میرے دلِ ناشاد کو وہ شاد کریں گے

اسی لیے مولانا اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہے ہیں کہ اے عقل عطا فرمانے والے اللہ اور ہماری فریاد اور دُعاؤں کو سننے والے! آپ سے فریاد ہے کہ آپ ہمیں چاہ لیں، ہمیں اپنا بنانے کا ارادہ فرمالیں تو پھر ہماری عقل بھی صحیح کام اور صحیح فیصلہ کرے گی۔ پھر ہم اپنی زندگی کا بہترین زمانہ اپنا عالمِ شباب آپ کو پیش کریں گے تاکہ یہ جوانی ٹھکانے لگ جائے، کیوں کہ جو جوانی خدا پر فدا ہوئی وہ اپنے صحیح حق پر پہنچ گئی، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ میں جوانی اس پر فدا کر رہا ہوں جس نے مجھے جوانی دی ہے۔ جوانی تو دے اللہ اور فدا کروں اس کو غیروں پر جو خود محتاج ہیں، جو خود اپنے شباب کے مالک نہیں وہ دوسروں کو کیا دے سکتے ہیں؟ اس لیے میں اپنا زمانۂ عیش و نشاط اے خدا! آپ پر فدا کرتا ہوں،

www.khanqah.org

کیوں کہ اگر آپ جوانی نہ دیتے اور بچپن ہی میں موت دے دیتے تو ہم قبرستان میں بغیر جوانی دیکھے ہوئے دفن ہو جاتے۔ تو آپ نے جب ہمیں جوانی عطا فرمائی تو آپ کی اس عطا کا حق یہ ہے کہ ہم اپنی جوانی کو باوفا بنا کر آپ پر فدا کر دیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ! آپ جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے یہاں تک کہ آپ کی مشیت سے ایسی چیزوں کا ظہور ہو جاتا ہے جو عادتاً محال ہیں، جیسے گلاب کے پھول کی جڑ میں بدبودار کھاد ہوتا ہے جس کے اجزاء تحلیل ہو کر اجزائے خاکی کے ساتھ مل کر جڑ سے گلاب کے درخت کے اندر داخل ہو جاتے ہیں لیکن اُوپر گلاب کا خوشبودار پھول پیدا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی عطا اور کرم ہے، کھاد کا کمال نہیں ہے۔ اگر کھاد کا کمال ہوتا تو پھولوں میں بدبو ہوتی۔ اللہ تعالیٰ دکھاتے ہیں کہ ہم ایسے قادرِ مطلق ہیں کہ حسّی نجاست سے خوشبودار پھول پیدا کر سکتے ہیں، لہٰذا اپنے نفس کے گندے تقاضوں سے گھبراؤ مت، بس ان تقاضوں کو دبا دو جیسے کھاد کو مٹی کے نیچے دبا دیتے ہیں، اگر کھاد اُوپر ہو گی تو درخت جل جائے گا۔ اسی طرح تم بھی اپنی بُری بُری خواہشات پر کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْھَوٰی کی مٹی ڈال دو، یعنی ان پر عمل نہ کرو تو اس سے ہم تمہارے دل میں تقویٰ کا گلاب پیدا کر دیں گے، اور کھاد جتنی بدبودار ہوتی ہے پھول اتنا ہی خوشبودار پیدا ہوتا ہے، اس لیے کتنے ہی شدید اور خبیث تقاضے ہوں ان سے مت گھبراؤ، مجاہدۂ شدیدہ کی مٹی میں ان کو دبا دو تو تقویٰ کا پھول اتنا ہی خوشبودار پیدا ہو گا۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو جتنا زیادہ قوی الشہوت ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قوی النور ہوتا ہے، کیوں کہ شہوت کو روکنے میں اس کو مجاہدہ شدیدہ ہوتا ہے تو اس کا مشاہدہ بھی اتنا ہی زیادہ قوی ہوتا ہے، اس کا تقویٰ بھی اتنا ہی عظیم الشان ہوتا ہے۔ گندے تقاضوں کی بدبودار کھاد سے (بشرطیکہ اس کو دبا دو) تقویٰ کا خوشبودار پھول پیدا کرنا یہ حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ کا کمال ہے۔ اسی کو مولانا رُومی فرماتے ہیں ؎

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی
گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

اے اللہ! آپ کی قدرتِ قاہرہ دریائے خون کو دریائے نیل کر سکتی ہے۔ آپ کے پاس

www.khanqah.org

ایسی کیمیا ہے کہ ہمارے اخلاقِ رذیلہ کو آپ اخلاقِ حمیدہ میں تبدیل فرماسکتے ہیں، نجاستِ غلیظہ کو خوشبودار پھول بناسکتے ہیں۔ اسی کو اصغر گونڈوی نے فرمایا تھا ؎

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

اللہ کے جمال کو بھلا یہ دنیاوی پھول چھپاسکتے ہیں جن کے برگ و پیرہن خود اللہ تعالیٰ کی خوشبو کے غماز ہیں۔ پھولوں میں یہ خوشبو کہاں سے آتی! یہ اللہ ہی کی تو دی ہوئی ہے۔ اور اگر پودے میں کھاد زیادہ ہوجائے تو پودے کے جلنے کا خطرہ ہوتا ہے، کیوں کہ کھاد میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس میں پانی زیادہ ڈالنا پڑتا ہے اور پانی بہتا ہوا ہو کہ کھاد کی گرمی کو بہا کر لے جائے، وہیں جمع نہ ہو ورنہ جڑ سڑ جائے گی۔ پھر جہاں یہ کھاد والا پانی بہتا ہوا جائے گا وہاں بھی ہریالی آجائے گی اور دوسرے پودے بھی ہرے بھرے ہوجائیں گے اور کھاد کی گرمی سے یہ پودا بھی نہ جلے گا اور ہرا بھرا ہوجائے گا۔ پس جس کے دل میں شہوت کی کھاد زیادہ ہو وہ ذکر اللہ کے ماحول میں اور اہل اللہ کی صحبتوں کے انوار میں زیادہ رہے، تاکہ اللہ کے نور کا پانی شہوت کی کھاد سے گزرتا رہے اور اس کی حرارت ٹھنڈی ہوتی رہے جس سے ایمان کا درخت بھی ہرا بھرا ہوجائے گا اور جہاں جہاں وہ آبِ نور جائے گا ہریالی ہوجائے گی یعنی دوسروں کو بھی صاحبِ نسبت کرے گا ؎

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

ہم طلب از تست و ہم آں نیکوئی
ما کئیم اوّل توئی آخر توئی

یہ ہم جو آپ کو چاہتے ہیں یہ اصل میں آپ کے چاہنے کا عکس ہے۔ ہم کیا چاہتے آپ کو، آپ ہی ہمیں چاہتے ہیں ؎

وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

www.khanqah.org

مری طلب بھی ان ہی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اُٹھائے جاتے ہیں

ہم جو خدا کو ڈھونڈ رہے ہیں یہ ڈھونڈنا اس بات کی علامت ہے کہ اے خدا! آپ ہم کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ جو بندہ خدائے تعالیٰ کو ڈھونڈتا ہے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خدائے تعالیٰ اس کو تلاش فرما رہے ہیں، اسے اپنا بنانا چاہتے ہیں۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

میری طلب بھی آپ کا فیض ہے، آپ کا کرم ہے، دنیا میں جتنی خیریں ہیں سب آپ کی عطا ہیں کیوں کہ نصِ قطعی ہے:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۘ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ [۱۲۹]

یعنی تم کو جتنی نیکیاں مل رہی ہیں خواہ حج ہو یا عمرہ ہو یا نماز ہو یا تلاوت ہو یہ سب اللہ کی عطا ہے وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ اور جتنے گناہ اور بُرائیاں کی ہیں یہ تمہارے نفس کی بدمعاشی اور شرارت ہے، کیوں کہ نفس اپنی ذات کے اعتبار سے اَمَّارَہ بِالسُّوْء ہے اور الف لام اَلسُّوْء کا اسمِ جنس کا ہے یعنی وقتِ نزولِ قرآن سے لے کر گناہ کے جتنے انواع قیامت تک ایجاد ہوں گے سب اس اَلسُّوْء میں شامل ہیں، کیوں کہ جنس وہ کلّی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتی ہے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مگر جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا سایہ عطا فرمائیں گے وہ نفس کے شر سے محفوظ ہو جائے گا۔ یہ ہمارا اور آپ کا استثناء نہیں ہے، یہ مخلوق کا استثناء نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا استثناء ہے، اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ رحمت میں قبول فرمائے اس کو اس کا نفس بھی خراب نہیں کر سکتا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے استثناء کے سامنے نفس کی کیا حیثیت اور کیا حقیقت ہے۔ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ میں جو مَا ہے

---

[۱۲۹] النسآء:۷۹

www.khanqah.org

یہ مصدر یہ ظرفیہ زمانیہ ہے، لہٰذا ترجمہ ہوا: اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَۃِ رَبِّیْ[۱۳۰] یعنی جب تک تمہارے رب کی رحمت کا سایہ رہے گا تمہارا نفس بھی تم کو برباد نہیں کر سکتا۔

لہٰذا مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ ہماری طلب اور نیکیوں کی توفیق اور نفس پر غلبہ سب آپ ہی کی طرف سے ہے، ہم کچھ بھی نہیں ہیں، آپ اوّل بھی ہیں آخر بھی ہیں یعنی ازل سے ابد تک آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو پہلے نہیں تھے پھر آپ کے پیدا کرنے سے موجود ہوئے لہٰذا ہم کیا اور ہماری حقیقت کیا۔

ہم تو گوئی ہم تو بشنو ہم تو باش
با ہمہ لاشیم با چندیں تراش

یا اللہ! آپ ہی کہتے ہیں اور آپ ہی سنتے ہیں آپ ہی سب کچھ ہیں یعنی آپ ہی متکلم ہیں، آپ ہی سمیع ہیں اور آپ ہی موجود ہیں اور ہم سب لاشیں ہیں، آپ نے مٹی کو تراش کر آنکھ ناک کان لگا کے ایک لاشے کو آپ نے شئ بنا دیا۔ پہلے ہم لاشے تھے، پھر آپ کی تخلیق سے اب شئ ہیں، لیکن ایک دن پھر لاشے ہو جائیں گے یعنی لاش ہو جائیں گے حقیقت میں سب کچھ اختیار آپ کا ہے۔ وجود آپ کا ہی ہے، ہمارا وجود فانی ہے اور اس قابل بھی نہیں کہ اس کو وجود کہا جائے، جیسے سورج ستاروں سے کہہ سکتا ہے کہ تمہارا وجود ہے مگر مثل عدم کے ہے۔ ہماری ہستیاں حق تعالیٰ کی ہستی کے فیضان سے ہیں، ہماری ذات خود سے قائم نہیں بلکہ ہم حق تعالیٰ کے کرم سے اور ان کے فیضانِ صفتِ حَیّ اور فیضان صفتِ قَیُّوْم سے قائم ہیں۔ جس دن صفتِ حیّ اور صفتِ قَیُّوْم کے ظہور کو اللہ تعالیٰ ہٹا دیں گے اس دن آسمان گر پڑے گا، سورج اور چاند گر پڑیں گے اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اللہ کے ان دو ناموں حَیٌّ اور قَیُّوْمٌ سے سارا عالم قائم ہے۔ تو مولانا کا اشارہ یہی ہے کہ ہمارا وجود کوئی حقیقت نہیں رکھتا، ہماری گویائی، بینائی، شنوائی سب آپ کی مدد سے ہے ورنہ حقیقتاً گویائی آپ کی گویائی

۱۳۰؎ روح المعانی: ۲/۱۳، یوسف (۵۳)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

ہے، شنوائی آپ کی شنوائی ہے، وجود آپ کا وجود ہے کہ ازل سے ابد تک ہے۔ آپ قدیم ہیں، غیر فانی ہیں، قادرِ مطلق ہیں، ہم حادث اور فانی ہیں، ضعیف ہیں، لہٰذا ہمارا بولنا کوئی بولنا ہے، ہمارا سننا کوئی سننا ہے، ہمارا وجود کوئی وجود ہے کہ ابھی ہم بول رہے ہیں، سن رہے ہیں اور ابھی رُوح نکل جائے تو خاموشی ہے، سماعت بند اور بینائی ختم۔ اسی فنا کی وجہ سے مولانا فرمارہے ہیں کہ چوں کہ ہماری گویائی، ہماری شنوائی اور ہمارا وجود فانی ہے، اس لیے اپنے فانی وجود سے صَرفِ نظر کرکے ہم آپ کی قدرت کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں ہے، آپ سب کچھ ہیں ؎

آپ آپ ہیں آپ سب کچھ ہیں
اور اور ہے اور کچھ بھی نہیں

ہم بالکل لاشے ہیں، آپ کے تابع ہیں اور انتہائی بے کس ہیں۔ یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ جب ہم بالکل بے کس ہیں تو جزا اور سزا کیوں ہے، جیسے ایک شخص ایسا ہی ایک مضمون پڑھ کر ایک باغ میں گھس گیا اور انگور کھانے لگا اور جب باغ کا مالک آیا تو اس نے پوچھا کہ میرے درخت کے انگور کیوں کھاتا ہے؟ اور یہ سیب کیوں کھالیے؟ یہ سب میرے درخت کے ہیں تو اس نے کہا: تم غلط کہتے ہو۔ زمین بھی خدا کی، آسمان بھی خدا کا، میں بھی خدا کا اور درخت بھی خدا کے، انگور بھی خدا کے اور سیب بھی خدا کا، خبردار جو مجھے کھانے سے منع کیا! تو مالکِ باغ نے کہا: اچھی بات ہے! ابھی بتاتا ہوں اور ایک رسّہ لے آیا اور اس سے اس کو خوب باندھ دیا اور ایک ڈنڈے سے اس کی پٹائی شروع کی تو وہ چلّانے لگا کہ کیوں مارتا ہے؟ تو مالکِ باغ نے جواب دیا کہ میں بھی خدا کا، تو بھی خدا کا، رسہ بھی خدا کا اور ڈنڈا بھی خدا کا، خبردار جو چلّایا! تو اس وقت اس نے کہا: ”اختیار است اختیار است“ اختیار میں توبہ کرتا ہوں، میں مجبور نہیں ہوں، مجھے اختیار ہے اختیار ہے اختیار ہے۔ ”ماہمہ لاشیم“ سے مولانا فرقۂ جبریہ کی تائید نہیں کررہے ہیں، بلکہ اپنی بے کسی اور عاجزی ظاہر کرکے حق تعالیٰ کی رحمت سے درخواست کررہے ہیں۔ دونوں میں فرق ہے۔ اور مندرجہ بالا واقعہ بھی مثنوی کا ہے جس میں فرقۂ جبریہ کا رد ہے ؎

www.khanqah.org

زیں حوالت رغبت افزا در سجود
کاہلی و جبر مفرست و خمود

اے خدا! ہم مجبور نہیں ہیں۔ یہ جو ہم نے اپنے کو آپ کے حوالے کیا ہے کہ ہم لاشے ہیں اور آپ ہی سب کچھ ہیں، یہ آپ کی عظمتِ شان کا اعتراف اور اپنی حقارت وعاجزی وبے کسی پیش کی ہے، تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھنے کی رغبت اور سجدوں کی لذت میں ترقی عطا فرمائیں۔ یہ دراصل لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کا ترجمہ ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں حدیث نقل کی کہ ایک بار حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هَلْ تَدْرِیْ مَا تَفْسِیْرُهَا یعنی اے عبد اللہ ابنِ مسعود! اس لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کے معنیٰ سمجھتے ہو؟ عرض کیا: اَللہُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کا ترجمہ سن لو۔ سبحان اللہ! نبی کے الفاظ ہیں اور نبی کے الفاظِ نبوت کی شرح الفاظِ نبوت سے ہو رہی ہے۔ فرمایا کہ لَا حَوْلَ کے معنیٰ ہیں: لَا حَوْلَ عَنْ مَعْصِیَۃِ اللہِ اِلَّا بِعِصْمَۃِ اللہِ[۱۳۱] یعنی ہم اللہ کی معصیت سے نہیں بچ سکتے جب تک کہ خود اللہ حفاظت نہ فرمائے، اللہ ہی کی حفاظت سے ہم گناہ سے بچ سکتے ہیں وَلَا قُوَّۃَ اَیْ وَلَا طَاقَۃَ عَلٰی طَاعَۃِ اللہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللہِ[۱۳۲] ہم اللہ کی عبادت نہیں کرسکتے جب تک اللہ مدد نہ فرمائے۔

اس شعر میں مولانا نے یہی نفی کی ہے جو اس حدیث میں منقول ہے کہ صرف آپ کی توفیق کا سہارا ہے۔ جب جلال الدین رُومی نے اے خدا! اپنے کو آپ کے سپرد کردیا کہ ہم کچھ نہیں ہیں، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم مجبور ہیں بلکہ یہ اپنے ضعف وعجز کا اقرار ہے اور اللہ تعالیٰ سے رحم اور مدد کی درخواست ہے اور رحم کی درخواست جب ہی قبول ہوتی ہے جب اپنی طاقت سے صَرفِ نظر ہو اور اپنی حقارت

[۱۳۱] روح المعانی: ۱/۴۷، الفاتحۃ (۳)، دار إحیاء التراث، بیروت

[۱۳۲] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۲۱۶ (۲۳۰۳)، باب ثواب التسبیح والتحمید والتکبیر والتہلیل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.khanqah.org

پیشِ نظر ہو۔ خدا زور سے نہیں زاری سے ملتا ہے۔ اسی لیے مولانا رُومی نے فرمایا۔

زور را بگزار زاری را بگیر
رحم سوئے زاری آید اے فقیر

زور چھوڑ دو اور آہ وزاری اختیار کرو۔ اللہ کو رحم آئے گا آہ وزاری سے۔ یہ زور سے نہیں آئے گا کہ میں بڑا متقی ہوں، مقدس ہوں، میں ایسا کروں گا ویسا کروں گا، اگر دعویٰ کروگے تو رحمت سے محروم ہو جاؤ گے۔ لہٰذا زور چھوڑو اور زاری اختیار کرو تاکہ اللہ کا اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مل جائے اور نفس کے شر سے خدا اپنی حفاظت میں قبول فرمائے۔

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ میں جو رَحِمَ ہے جس کے صدقے میں نفوسِ انسانیہ حرکاتِ نفسانیہ اور آثارِ شیطانیہ سے محفوظ رہتے ہیں وہ رَحِمَ اگر لینا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس آیت کی گویا تفسیر فرمائی اور اس رَحِمَ کو مانگنے کا جو مضمون عطا فرمایا وہ گویا حق تعالیٰ ہی نے عطا فرمایا ہے، کیوں کہ نبی اللہ تعالیٰ کا سفیر ہوتا ہے، اس کا ہر مضمون خدائے تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ [۳۳]

جو ہمارا نبی تم کو عطا فرمائے اس کو لے لو یعنی جو حکم دے اس کو سر آنکھوں پر رکھو اور جس بات سے روک دے اس سے رُک جاؤ۔ گویا اس آیت میں مذکورہ رحمت کو مانگنے کے لیے طریقہ اور مضمون اللہ تعالیٰ نے بزبانِ نبوت عطا فرمایا کہ اگر تم اِلَّا کے بعد مَا رَحِمَ چاہتے ہو اور نفس کی بد معاشیوں سے تحفظ چاہتے ہو تو یہ دُعا مانگو:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ [۳۴]

اے زندہ حقیقی اور اے سنبھالنے والے! میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ

۳۳؎ الحشر: ۷

۳۴؎ کنز العمال: ۲/۱۳۹، (۳۴۹۸) الباب الثامن: الدعاء، الفصل الخامس: الأدعیة المؤقتة، الفرع الثالث: أدعیة الصباح والمساء، مؤسسة الرسالة

www.khanqah.org

اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ میری ہر حالت کو درست فرما دیجیے، میری زندگی کا کوئی شعبہ آپ کی نافرمانی میں مبتلا نہ ہو، نہ کان گانا سنے، نہ آنکھ حسینوں کو دیکھے، نہ ناک خوشبوئے حرام سونگھے، نہ زبان غیبت کرے، نہ ہونٹ حرام بوسے لیں، غرض سر سے پیر تک ہر جز آپ کا فرماں بردار ہو اور کُلَّہ تاکید ہے یعنی میری کوئی بھی حالت ایسی نہ رہنے پائے جو آپ کو پسند نہ ہو، میری ہر ناپسندیدہ حالت کو اپنی پسند کے مطابق ڈھال لیجیے، میری ہر ادائے بندگی کو وفائے بندگی سے مشرف فرما دیجیے کہ سر سے پیر تک کہیں بھی بے وفائی کا داغ میرے اُوپر نہ لگنے پائے اور میں سراپا آپ کا ہو جاؤں۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
ان ہی کا ان ہی کا ہوا جا رہا ہوں

وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ اور اے اللہ! جس نفس کو آپ نے اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ فرمایا ہے مجھے پلک جھپکنے بھر کو اس دشمن کے سپرد نہ فرمائیے، کیوں کہ دنیا میں سب سے بڑا دشمن یہی نفس اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ ہے، کیوں کہ کسی دشمن کو ہر لمحہ ہر وقت یہ استطاعت نہیں کہ پلک جھپکنے بھر میں ہمیشہ ہی وہ اپنے مقابل کو ہلاک کر دے، لیکن یہ نفس ایسا دشمن ہے کہ ہمیشہ اس میں یہ استطاعت ہے کہ پلک جھپکنے میں یہ انسان کو ہلاک کر سکتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طَرْفَۃَ عَیْنٍ اس کے حوالہ ہونے سے پناہ مانگی ہے کہ ایک پل میں یہ مومن کو کافر، ولی کو فاسق اور انسان کو جانور سے بھی زیادہ ذلیل بنا دیتا ہے۔ اگلے مصرع میں مولانا فرماتے ہیں۔

کاہلی و جبر مفرست و خمود

مفرست نہی ہے فرستادن سے۔ مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں فریاد کر رہے ہیں کہ نعمتِ عجز و فنائیت کے ساتھ عبادت کے شوق و رغبت میں ترقی عطا فرمائیے اور توفیقات عطا فرمائیے کہ ہم خوب عبادت کر سکیں اور فرقۂ جبریہ کا عقیدۂ جبر کہ انسان مجبور محض ہے جو موجب ہے کاہلی و جمود اور خمود کا یعنی بے عملی اور اعمال میں ٹھنڈا اور سست پڑ جانے کا، اے خدا! اس قسم کے جراثیم سے ہماری حفاظت فرمائیں، ایسی گمراہی کو

www.khanqah.org

ہمارے اندر نہ آنے دیجیے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اعمال میں بالکل سست اور ٹھنڈے ہو جائیں اور بے عملی اور گمراہی کا شکار ہو کر خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ہو جائیں۔ یہ عقیدۂ جبر اتنا گمراہ کُن ہے کہ انسان کو اعمال سے بے زار کر دیتا ہے، کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ ہم تو مجبورِ محض ہیں، مسجد جب جائیں گے جب اللہ پاک بلائیں گے، لیکن اس سے کہو کہ روزی کمانے کے لیے بازار کیوں جاتے ہو؟ گھر پر پڑے رہو، جب اللہ میاں بلائیں تب جانا۔ اور کھانا کیوں ٹھونستے ہو؟ جب اللہ میاں کھلائیں کھالینا۔ دین ہی کے کاموں میں مجبور ہو، ذرا دنیا کے کاموں میں بھی مجبور ہو جاؤ۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ چھوڑو نماز روزہ، اللہ بڑا غفور رحیم ہے، لیکن اللہ تو رزاق بھی ہے پھر دوکان کیوں کھولتے ہو؟ سارا دن گھر میں پڑے رہو رزق خود آجائے گا۔ وہاں تو بڑے چست ہو، یہ حیلہ بازیاں اور حیلہ سازیاں صرف دین ہی میں ہیں، دنیا کے کاموں میں کیوں حیلہ بازی نہیں کرتے۔

اے کہ تو دنیا میں کتنا چست ہے
دین میں لیکن تو کتنا سست ہے

نفس کے بندے

چین اِک پل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے

دفن کر کے جنازہ عزّت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۹۱ء

بروز اتوار، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

بے زجہدے آفریدی مر مرا
بے فنِ من روزیم دہ زیں سرا

اے اللہ! بغیر ہماری طلب اور کوشش کے آپ نے محض اپنے لطف و کرم سے ہمیں وجود بخشا، کیوں کہ عالمِ ارواح میں ہمارے زبان نہ تھی کہ ہم عدم سے وجود میں آنے کے لیے آپ سے درخواست کرتے اور نہ دوسرے اعضائے جسم تھے کہ کسی قسم کی تدبیر اپنی آفرینش میں کرتے۔ ہم تو عدم تھے، آپ کے کرم نے بدون ہماری طرف سے کسی طلب و کوشش و تدبیر کے ہمیں پیدا کیا، لہٰذا اے خدا! مجھے اس دنیا میں روزی بھی بغیر ہنر و تدبیر کے عطا فرمایئے کیوں کہ میرا دل دنیا کے کسی کام میں نہیں لگتا۔

پنج گوہر دادیم در درجِ سرا
پنج حسِ دیگرے ہم مستتر

اے خدا! ہمارے دماغ کے اس چھوٹے سے ڈبے میں آپ نے پانچ قیمتی موتی رکھ دیے ہیں جن کو حواسِ خمسہ ظاہرہ کہتے ہیں یعنی باصرہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ، لامسہ (دیکھنے والی قوت، سننے والی قوت، سونگھنے والی قوت، چکھنے والی قوت اور چھونے والی قوت) یہ پانچ قوتیں ہمارے اندر رکھ دی ہیں۔ اسی طرح ہمیں پانچ موتی حواسِ باطنہ کے آپ نے عطا فرمائے ہیں جن کو حافظہ، واہمہ، خیال، حسِّ مشترک اور متصرّفہ کہا جاتا ہے اور آپ کی عطا فرمودہ یہ نعمتیں اتنی قیمتی ہیں کہ دنیا میں ان کا کوئی بدل نہیں۔

لایُعد ایں داد لایُحصی ز تو
من کلیلم از بیانش شرم رو

www.khanqah.org

اے اللہ! آپ کی یہ عطائیں اور الطاف وانعامات اتنے بے حد وبے شمار ہیں کہ احاطہ تعداد وشمار میں نہیں آسکتے، کیوں کہ آپ نے خود فرمادیا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ [۱۳۵]

اگر تم ہماری نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے، اس لیے آپ کے ان بے شمار احسانات کے بیان سے قاصر ہونے کی وجہ سے میں مثل گونگے کے حیراں وشرمندہ ہوں۔

چوں کہ در خلاقیم تنہا توئی
کارِ رزاقیم ہم کن مستوی

اے اللہ! چوں کہ ہماری تخلیق میں کوئی آپ کا شریک نہیں، آپ ہمارے تنہا خالق ہیں، پس غیب سے ہماری روزی کا انتظام آپ تنہا درست فرمادیں اور ہمیں کسی کا محتاج نہ کیجیے کہ آپ ہی ہمارے خالق ہیں، آپ ہی ہمارے رازق ہیں۔

کرد گارا توبہ کردم زیں شتاب
چوں تو در بستی تو کن ہم فتح باب

اے پروردگار! میں جلدی سے توبہ کرتا ہوں، کیوں کہ میری شامتِ اعمال سے جب آپ نے دروازہ بند کیا ہے تو آپ ہی اپنی رحمت سے کھول بھی دیجیے، کیوں کہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت نے غایتِ کرم سے تائبین کو متقین کے درجے میں شامل فرمادیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ لَّزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَّخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [۱۳۶]

جو استغفار کو لازم کرلے اللہ تعالیٰ اس کو ہر تنگی سے مخرج یعنی نکلنے کا راستہ عطا فرماتے ہیں اور ہر غم سے نجات دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس

۱۳۵؎ ابراھیم: ۳۴

۱۳۶؎ سنن ابن ماجة: ۴۰۶، (۳۸۱۹)، باب الاستغفار والتوبة، المكتبة الرحمانية/ مشكوٰة المصابيح: ۲۰۴

www.khanqah.org

کا گمان بھی نہیں ہوتا اور یہ وہی انعامات ہیں جو اے پروردگار! قرآنِ پاک میں آپ نے اہلِ تقویٰ کے لیے بیان فرمائے ہیں۔ اے اللہ! میں نے تمام گناہوں سے توبہ کرلی ہے آپ اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے صدقے میں میرے اُوپر بھی رحمت کے دروازے کھول دیجیے۔

در عدم ما مستحقاں کے بدیم
کہ بریں جان وبریں دانش زدیم

جب ہم پر عدم طاری تھا یعنی جب ہم موجود ہی نہ تھے تو کوئی ایسا عمل بھی نہیں کرسکتے تھے جس سے اے خدا! آپ کی عطا کے مستحق ہوجاتے، لیکن بدون استحقاق محض اپنے کرم سے آپ نے ہمیں اشرف المخلوقات کی رُوح عطا فرمائی اور ایسی عقل ودانش دی جو دین وایمان سے مشرف ہے۔

مجھ پہ یہ لطفِ فراواں میں تو اس قابل نہ تھا

درعدم مارا چہ استحقاق بود
تا چنیں عقلے وجانے رو نمود

جب ہم معدوم تھے تو ہمارا کیا استحقاق تھا کہ عقل وجان کی نعمت ہمیں دی جاتی، کیوں کہ معدوم سے عمل کا صدور بھی ناممکن ہے یعنی جب ہم نہیں تھے تو ہمارا کوئی عمل بھی نہ تھا جو آپ کی رحمت کو متوجہ کرتا، لہٰذا ہم آپ کی رحمت کے مستحق نہیں تھے۔ پس اے خدا! محض اپنے کرم سے بدون استحقاق آپ نے ہم پر رحمتوں کی بارش فرمادی کہ ہمیں وہ رُوح دی جو اشرف المخلوقات کے پیکر میں ہے اور وہ عقل وفہم دی جو ایمان سے مشرف ہے۔

اے بکردہ یار ہر اغیار را
اے بدادہ خلعتِ گل خار را

اے وہ ذات پاک جو اغیار کو یار بناتی ہے یعنی کفار کو دولتِ ایمان عطا فرما کر اپنا دوست اور پیارا بناتی ہے گویا کانٹوں کو خلعت گل عطا کرتی ہے۔

www.khanqah.org

خاک ما را ثانیاً پالیز کن
ہیچ نے را بارِ دیگر چیز کن

اے خدا! ہماری مٹی حسنِ فانی اور دنیائے مردار پر مٹی ہو کر مٹی ہوگئی، کیوں کہ جو خاک کسی خاک پر فدا ہوتی ہے وہ خاک مثبت خاک مثبت خاک ہو کر میزان میں بے قیمت خاک ہی رہتی ہے اور جو خاک اے خدا! آپ پر فدا ہوتی ہے تو آپ سے مثبت ہو کر وہ خاک رشکِ افلاک، رشکِ کائنات بلکہ رشکِ دو جہاں ہو جاتی ہے۔ پس اے خدا! ہماری مٹی کو اپنی ذات پاک پر فدا ہونے کی توفیق عطا فرما کر پھر سے سرسبز و شاداب کر دے اور اس ناچیز کو اپنی محبت و معرفت کی دولت سے قیمتی بنادے کہ ہم اس شعر کے مصداق ہو جائیں ؎

ناچیز ہیں پھر بھی ہیں بڑی چیز مگر ہم
دیتے ہیں کسی ہستیِ مطلق کی خبر ہم

ایں دعا تو امر کردی ابتدا
ورنہ خاکی را چہ زہرہ ایں ندا

اے اللہ! آپ نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[۱۳۷] مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کروں گا، اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ

مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ[۱۳۸]

جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے دُعا کی صرف اجازت ہی نہیں دی، بلکہ حکم فرمادیا کہ بندے آپ سے مانگیں۔ اگر آپ حکم نہ دیتے تو ہم خاکی پتلوں کی کیا مجال تھی کہ آپ کے سامنے لب کھول سکتے۔ یہ حکم بھی آپ کی رحمت اور کرم عظیم ہے، جس طرح اِتَّقُوا اللّٰہَ کا حکم بھی آپ کا احسان و کرم ہے کہ یہ حکم دے

۱۳۷؎ المؤمن:۶۰

۱۳۸؎ جامع الترمذی:۲/۱۷۵،ابواب الدعوات،باب ماجاء فی فضل الدعاء،ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

کر آپ نے دراصل اپنے بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے، آپ نے اپنے غلاموں کو دوستی کی پیشکش کی ہے، ورنہ منی اور حیض سے پیدا ہونے والے ناپاک بندے اتنے عظیم الشان مالک سے دوستی کا تصور کرنے کی بھی مجال نہیں کرسکتے تھے، کیوں کہ دوستی کے لیے کوئی تو قدر مشترک ہونی چاہیے اور آپ کا اے خدا! کوئی مثل اور ہمسر نہیں۔ کہاں خالق کہاں مخلوق، کہاں آپ قدیم اور واجب الوجود اور کہاں ہم حادث و فانی۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

ہم تو آپ کی دوستی کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے، لیکن آپ نے دوستی کی پیشکش فرما کر کرم کے دریا بہادیے اور نا اُمیدیوں کے اندھیروں میں اُمید کا آفتاب طلوع فرمادیا کہ بس تقویٰ کو شرطِ ولایت ٹھہرایا اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[۱۳۹] اسی لیے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ[۱۴۰] کا عاشقانہ ترجمہ دلالتِ التزامی سے یہی ہے کہ اے ایمان والو! تم ہمارے دوست بن جاؤ، لہٰذا تقویٰ کا حکم بھی آپ کی عظیم الشان رحمت ہے۔

چوں دعا را امر کردی اے عجاب
ایں دعائے خویش را کن مستجاب

اے ہمارے بے مثل رب! جب آپ نے خود ہم کو دُعا مانگنے کا حکم فرمایا ہے تو یہ دلیل ہے کہ آپ ہماری دُعاؤں کو قبول فرمانا چاہتے ہیں، کیوں کہ شاہ جب کسی چیز کو مانگنے کا حکم دے تو یہ دلیل ہے کہ وہ عطا کرنا چاہتا ہے اور باپ جب بچے سے کہتا ہے معافی مانگ تو یہ دلیل ہے کہ وہ معاف کرنا چاہتا ہے۔ پس حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری دُعا آپ کو مطلوب ہے اور آپ کی رحمتِ واسعہ سے بعید ہے کہ اپنی مطلوب کو آپ رد فرمادیں۔ پس ہماری دُعاؤں کو اے کریم! قبول فرمالیجیے۔

---

۱۳۹ الانفال:۳۴

۱۴۰ التوبۃ:۱۱۹

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۹۱ء

بروز دوشنبہ، بعد نمازِ عشا، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

ز آبِ دیدہ بندۂ بے دید را
سبزۂ بخش و نباتے زیں چرا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! میری آنکھوں کے آنسوؤں سے مجھ کورِ باطن کو نورِ بصیرت عطا کر دے اور ان آنسوؤں سے میرے قلب کو سیراب کر کے سرسبز و شاداب کر دے۔

ور نماند آب آبم دہ ز عین
ہمچو عینین نبی ہطالتین

اور اگر ہمارے آنسو خشک ہو گئے تو ہماری آنکھوں کو رونے کے لیے آنسو عطا فرمایئے، کیوں کہ آپ کی محبت اور خوف و ندامت سے نکلے ہوئے آنسو اتنے قیمتی ہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ یہ قلب کو شفا دینے والے ہیں۔

تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ [۱۴۱]

اور خشیتِ الٰہی سے نکلے ہوئے آنسو کا ایک قطرہ خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہو، دوزخ کی آگ کے حرام ہونے کا ذریعہ ہے:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْہِ دُمُوْعٌ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِّنْ حَرِّ وَجْھِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ [۱۴۲]

یعنی کسی بندۂ مومن کی آنکھوں سے اگر ایک آنسو اللہ کی خشیت سے نکل آئے خواہ مکھی کے سر کے برابر ہو اور اس کے چہرے پر لگ جائے تو اللہ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔

۱۴۱ کنز العمال: ۲/۱۸۴ (۳۶۶۱)، باب فی جوامع الادعیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ
۱۴۲ سنن ابن ماجۃ: ۳۱۹، باب الحزن والبکاء، المکتبۃ الرحمانیۃ

www.khanqah.org

اور اپنی خطاؤں پر ندامت کے آنسو نجات کا ذریعہ ہیں:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: لَقِيتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ: اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ [۴۳]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور تیرا گھر تیرے لیے وسیع ہو جائے اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

اور ندامت سے رونے والے گناہ گاروں کی آواز اللہ تعالیٰ کو تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے:

لَاَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ [۴۴]

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گناہ گاروں کا گریۂ ندامت مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اے جلیل اشکِ گناہ گار کے اک قطرے کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

اور تنہائی میں اللہ کے لیے نکلے ہوئے آنسوؤں پر قیامت کے دن سایۂ عرش الٰہی کی بشارت ہے:

رَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ [۴۵]

وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں یعنی آنسو جاری ہو جائیں اس کو قیامت کے دن عرش کا سایہ ملے گا۔

اور اللہ کے نزدیک دو محبوب قطروں میں سے ایک محبوب قطرہ وہ آنسو ہے جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا وہ قطرۂ خون ہے جو اللہ کے راستے میں گرا ہو:

---

۴۳ جامع الترمذی: ۶۶/۲، باب ماجاء فی حفظ اللسان، ایچ ایم سعید

۴۴ کشف الخفاء ومزیل الالباس، ۲۹۸، (۸۰۵)، فی باب حرف الهمزة مع النون / روح المعانی: ۱۹۶/۳۰، القدر (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

۴۵ صحیح البخاری: ۹۱/۱، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰة، المکتبة المظهریة

www.khanqah.org

لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ: قَطْرَةٍ مِنْ دُمُوْعٍ فِيْ خَشْيَةِ اللهِ وَقَطْرَةِ دَمٍ تُهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ[۴۶]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں: ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور ایک خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہا ہو۔

مولانا رُومی فرماتے ہیں۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

وہ اللہ اپنی محبت اور خوف سے نکلے ہوئے آنسو کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتا ہے۔ اور احقر کے اس مضمون پر دو شعر ہیں۔

قطرۂ اشکِ ندامت در سجود
ہمسری خونِ شہادت می نمود

ندامت و خشیت سے نکلے ہوئے آنسو اللہ کے نزدیک محبوبیت میں شہیدوں کے خون کے برابر ہیں۔

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریمِ آں شہے

جس زمین پر کوئی اللہ کا عاشق اللہ کی یاد میں روتا ہے وہ زمین اللہ تعالیٰ کا حرم بن جاتی ہے۔

تو مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! اگر ہماری آنکھیں خشک ہو گئیں تو رونے کے لیے آنسو عطا فرمایئے، جس طرح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے موسلا دھار برسنے والی بارش کی طرح رونے والی آنکھیں مانگی ہیں:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّ الْاَضْرَاسُ جَمْرًا[۴۷]

---

۴۶ جامع الترمذی: ۱/۲۹۷، ابواب فضائل الجهاد، باب ما جاء ای الناس افضل، ایچ ایم سعید

۴۷ کنز العمال: ۲/۱۸۴، (۳۶۶۱)، باب فی جوامع الادعیة، مؤسسة الرسالة

www.khanqah.org

اے اللہ! مجھے ایسی آنکھیں عطا فرما جو موسلا دھار ابر کی طرح برسنے والی ہوں تَسْقِیَانِ الْقَلْبَ جو آنسوؤں سے دل کو سیر اب کر دیں قبل اس کے کہ دوزخ میں آنسو خون اور ڈاڑھیں انگارے بن جائیں۔

مناجاتِ مقبول میں جو روایت منقول ہے اس میں تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ کے بجائے تَسْقِیَانِ الْقَلْبَ ہے۔

غَیْمٌ هَاطِلٌ کے معنٰی موسلا دھار برسنے والا بادل یعنی موسلا دھار بارش، اور هَطَّالَةٌ مبالغے کا وزن ہے جو یہاں صفت ہے عَیْنَیْن کی اور عَیْنَیْن عربی قاعدے سے مؤنث ہے اس لیے اس کی صفت هَطَّالَةٌ بھی مؤنث استعمال فرمائی گئی۔ سرورِ عالم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ مجھے ایسی آنکھیں عطا فرمایئے جو هَاطِلَةٌ نہیں هَطَّالَةٌ ہوں هَاطِلَة میں بھی موسلا دھار بارش جیسے گریہ کا مفہوم تھا، لیکن نبوت کی جان عاشق نے اس پر قناعت نہ فرمائی بلکہ ایسی آنکھیں مانگیں جو هَطَّالَةٌ ہوں یعنی موسلا دھار برسنے والے ابر سے بھی زیادہ رونے والی ہوں۔

اب میں ہوں تری یاد ہے اور دیدۂ تر ہے

اسی کو مولانا رُومی ایک اور شعر میں فرماتے ہیں۔

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے
تا نثار دلبر زیبا شدے

اے کاش! میرے آنسو دریا ہو جاتے تاکہ میں آنسوؤں کا دریا محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ پر قربان کر دیتا۔

ہر کجا بینی تو خوں برخاکہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

اے لوگو! خاک پر جہاں کہیں خون پڑا ہوا دیکھنا تو یقین کر لینا کہ وہ میری ہی آنکھوں سے بہا ہو گا۔ آہ! کیا تمنا ہے کہ روئے زمین کا ہر ذرّہ میرے آنسوؤں سے تر ہو جائے۔

www.khanqah.org

تو هَطَّالَتَيْنِ عَيْنَيْنِ کی صفتِ اولیٰ ہے یعنی اللہ والی آنکھوں کی پہلی صفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے هَطَّالَتَيْنِ فرمائی کہ وہ موسلا دھار بارش سے بھی زیادہ آنسو برسانے والی ہیں۔ اس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں کی دوسری صفت اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ یا تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ[۱۴۸] وہ آنکھیں ایسی ہوں جو بہتے ہوئے آنسوؤں سے دل کو شفا دینے والی ہوں یا بہتے ہوئے آنسوؤں سے دل کو سیر اب کر دیں۔ صرف وہی آنسو دل کو سیر اب کرتے ہیں جو اللہ کی محبت یا اللہ کے خوف سے بہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر رونے والی آنکھ دل کو سیر اب نہیں کرتی، جو آنسو غیر اللہ کے لیے نکلتے ہیں وہ دل کو سیر اب نہیں کرتے بلکہ دل کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔

اسی کو مولانا رُومی نے مثنوی میں دوسری جگہ فرمایا کہ جو آنکھیں غیر اللہ کے لیے روتی ہیں اس قابل ہیں کہ ان کو نکال کر پھینک دیا جائے۔ مراد یہ نہیں ہے کہ ان کو حقیقت میں نکال دیا جائے بلکہ یہ مراد ہے کہ ایسی آنکھیں کسی کام کی نہیں ہیں۔ اور جیسا کسی عربی شاعر نے کہا ہے کہ جو آنکھیں آپ کے لیے بیدار نہ ہوں، آپ کے غیروں کے لیے جاگ رہی ہوں وہ آنکھیں اور ان کی بیداری بے کار اور تضییعِ اوقات ہے اور جو آنسو آپ کی جدائی کے غم کے بجائے مرنے والوں کے لیے بہہ رہے ہوں وہ باطل ہیں۔

تو عَيْنَيْنِ کی صفتِ ثانیہ یعنی اللہ والی آنکھوں کی دوسری صفت تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاص کے آنسو مانگے ہیں کہ صرف وہی دل کو سیر اب کرتے ہیں۔

اور عَيْنَيْنِ کی صفتِ ثالثہ یعنی آنکھوں کی تیسری صفت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مانگ رہے ہیں: قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَالْاَضْرَاسُ جَمْرًا کہ اے اللہ! رونے کی یہ توفیق اسی حیاتِ دنیا میں عطا فرما دیجیے قبل اس کے کہ دوزخ میں یہ آنسو خون اور ڈاڑھیں انگارے بن جائیں کیوں کہ دوزخ میں دوزخی خون کے آنسو روئے گا لیکن وہ آنسو کسی کام کے نہ ہوں گے کہ وہ تو عذاب کے آنسو ہوں گے۔ پس مبارک وہ

---

۱۴۸ کنز العمال: ۲/۱۸۴، (۳۶۶۱) فصل فی جوامع الادعیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

آنسو ہیں جو اسی دنیا کی زندگی میں اللہ کے لیے بہہ جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کا اور عذابِ جہنم سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اس دنیا میں اللہ کے لیے رو رہی ہیں اور مبارک ہیں وہ دل جو اللہ کی محبت میں جل رہے ہیں۔ اور قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّالْاَضْرَاسُ جَمْرًا ظرف ہے اور ہر ظرف مظروف کے لیے بمنزلہ قید ہوتا ہے اور قید بمنزلہ صفت ہوتی ہے پس یہ نحوی صفت تو نہیں ہے لیکن معنوی صفت ہے۔ اس لیے اس کو عَيْنَيْنِ کی صفتِ ثالثہ قرار دینا صحیح ہے۔

جب احقر معارف مثنوی لکھ رہا تھا یہ خاص شرح اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے عطا فرمائی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

منگر اندر زشتی و مکر و ہیم
کہ ز پُر زہرے چو مار کو ہیم

اے خدا! میری زشت خوئی، نالائقی اور اخلاقِ رذیلہ پر نظر نہ فرمایئے کہ مثل پہاڑی سانپ کے میرے اندر تقاضائے معصیت کے شدید زہریلے مادّے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو میرا نفس کوئی گناہ نہ چھوڑے۔ پس اے اللہ! میرے رذائلِ باطنیہ پر آپ نظرِ عفو و درگزر ڈالیے، نظرِ قہر و انتقام نہ ڈالیے۔

اے کہ من زشت و خصالم نیز زشت
چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت

اے خدا! میں اپنے نفسِ اَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ کے سبب نہایت بد خصلت، بد خصال، زشت خو اور اپنی ذات ہی سے بُرا ہوں۔

میں بدی میں آپ ہوں اپنی مثال
بد عمل بد فہم بد خو بد خصال

www.khanqah.org

پس میں پھول کیسے ہو سکتا ہوں جبکہ اپنی ذات کے اعتبار سے کانٹا ہوں۔

آں خارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق
شد مستجاب دعوت او گلغدار شد

ایک کانٹا رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے! میرے عیب کو کون چھپائے گا؟ کیوں کہ آپ نے تو مجھے کانٹا پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فریاد سن لی اور اس کے اُوپر پھول پیدا کر دیے جن کے دامن میں اس کانٹے نے اپنا منہ چھپالیا اور وہ خار گلغدار ہو گیا۔ اب مالی بھی اس کو باغ سے نہیں نکال سکتا۔ جو کانٹے پھولوں کے دامن میں ہیں مالی ان کو گلستاں سے نہیں نکالتا، جو خالص کانٹے ہوتے ہیں ان کو گلستاں سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ پس اگر تم خار ہو تو اللہ والوں کے دامن میں اپنا منہ چھپالو، تم اللہ کے قُرب کے باغ سے نہیں نکالے جاؤ گے اور دنیا کے کانٹے تو پھولوں کے دامن میں چھپ کر کانٹے ہی رہتے ہیں، لیکن اللہ والوں کی صحبت میں وہ کرامت ہے کہ تمہاری خاریت خلعت گل سے تبدیل ہو جائے گی یعنی تم بھی ولی اللہ ہو جاؤ گے۔ اللہ والوں کی صحبت کانٹوں کو پھول بنا دیتی ہے یعنی کافر کو مومن اور فاسق کو ولی بنا دیتی ہے۔ احقر نے اپنے شیخ حضرت والا ہر دوئی دامت برکاتہم کی شان میں یہ شعر عرض کیے ہیں۔

ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر

چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گل تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

نو بہارا حسنِ گل دہ خار را
زینتِ طاؤس دہ ایں مار را

اے محبوبِ حقیقی! اے رشکِ بہارِ کائنات! اس کانٹے کو پھول کا سا حسن عطا فرما دیجیے

www.khanqah.org

اور اس سانپ کو طاؤس کی سی زینت دے دیجیے یعنی میرے اخلاقِ رذیلہ کو اخلاقِ حمیدہ سے تبدیل فرما دیجیے، کیوں کہ آپ کا فضل تبدیلِ ماہیت پر قادر ہے۔

در کمال ز شتیم من منتہی
لطفِ تو در فضل و در فن منتہی

اے اللہ! میں زشت خوئی، بدی، نالائقی اور کمینہ پن کی آخری سرحدوں کو پار کر چکا ہوں، یعنی بُرائیوں میں کمال کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوں، منتہی فی الرذائل ہوں، منتہی فی السوء ہوں، بدی میں اپنی مثال آپ ہوں اور آپ کا لطف و کرم عفو و درگزر اور مہربانی و فضل میں غیر متناہی کمال رکھتا ہے، کیوں کہ آپ کی ذات غیر متناہی ہے، لہٰذا آپ کی ہر صفت غیر متناہی اور لامحدود ہے۔

حاجتِ ایں منتہی زاں منتہی
تو بر آرائے غیرت سرو سہی

میرے نفس منتہی فی السوء کی حاجتِ تزکیہ کو اے اللہ! اپنے بے پایاں اور غیر متناہی کرم سے پورا کر دیجیے یعنی اس منتہی فی الرذائل کی اصلاح اپنے غیر متناہی لطف و کرم سے فرما دیجیے کہ آپ غیرت سرو سہی ہیں اور سرو سہی تناسبِ قد و قامت اور حسن و دلکشی میں ضرب المثل ہیں، پس اخلاقِ رذیلہ سے بد ہیئت اور بد شکل نفس امارہ کو اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ کر کے رشکِ سرو سہی بنا دیجیے۔

دست گیرم در چنیں بے چارگی
شاد گردانم دریں غم خوارگی

اے اللہ! ایسی سخت بے کسی و بے چارگی میں کہ میں نفس کے تقاضوں سے پریشانی میں مبتلا ہوں آپ میری مدد فرمائیے اور آپ کی نافرمانی سے بچنے کا جو غم اُٹھا رہا ہوں اپنی حلاوتِ قُرب سے میری غم خواری فرما کر میرے دلِ غم زدہ کو شاد و مسرور کر دیجیے۔

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۹۱ء

بروز منگل، بعد نمازِ عشاء، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

روح را تاباں کن از انوارِ ماہ
زانکہ از آسیبِ ذنب شد دل سیاہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی دُعا کر رہے ہیں: چوں کہ میرا دل گناہوں کی ظلمت سے سیاہ ہو گیا ہے آپ مغفرت و رحمت کے انوار سے میرے قلب و جاں کو روشن کر دیجیے۔

از خیال و وہم و ظن بازش رہاں
از چہ وجور رسن بازش رہاں

اے اللہ! اوہام و خیالاتِ فاسدہ اور تقاضائے نفسانیہ سے اس بندے کو پھر رہائی عطا فرما دیجیے اور چاہِ ظلمت اور نفس کے ظلم کی قید سے اپنے اس غلام کو پھر آزادی دلا دیجیے۔

تا ز دلداریٔ خوبِ تو دلے
پر برآرد بر پرد ز آب و گلے

تاکہ آپ کی دلجوئی اور جذبِ خاصِ سے دل تعلقات ماسوی اللہ اور خواہشاتِ نفسانیہ کے آب و گل سے نکلنے کے لیے پَر نکالے اور غیر اللہ کے علاقوں سے نکل کر آپ کی طرف مائل پرواز ہو۔

رنج تھا اسیروں کو بال و پَر کے جانے سے
اُڑ چلے قفس لے کر فصلِ گل کے آنے سے

اور اے اللہ! نفس کے بُرے تقاضوں کو چھوڑنا اور آب و گِل کی فانی بہاروں سے صَرفِ نظر کرنا آپ کے جذبِ کرم اور توفیقِ خاص کے بغیر ممکن نہیں، ورنہ اس کون و مکاں کی ہر فانی بہار اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

www.khanqah.org

اس گلشنِ ہستی سے چھٹنا اے دوست نہیں آساں اتنا
ہر کانٹا دامن کھینچے ہے ہر پھول گریباں مانگے ہے

لیکن جس پر آپ کا کرم ہو، جس کو آپ جذب فرمائیں وہ ان فانی بہاروں سے مستغنی ہو کر آپ کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

سن لے اے دوست جب ایّام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

زاں مثالِ برگ دے پژمردہ ام
کہ ز بہشتِ وصل گندم خوردہ ام

اے خدا! میں فصلِ خزاں کے پتوں کی طرح پژمردہ وافسردہ ہوں، کیوں کہ میری روح آپ کی جنتِ قُرب اور معیّتِ خاصہ کی بہاروں سے مشرف ہونے کے باوجود خطاؤں کی مرتکب ہو کر آپ سے دور ہو گئی، پس آپ کی بہارِ قُرب کی محرومی سے میں اس طرح مُرجھا گیا ہوں جیسے خزاں کے موسم میں پھول پتے مُرجھا جاتے ہیں۔

جب فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کر دیا
اشک ہائے خوں سے میں نے گل بداماں کر دیا

چوں بدیدم لطف و اکرام ترا
واں سلام و سلم و پیغام ترا

لیکن اپنی نالائقیوں اور خطاؤں کے باوجود جب میں نے آپ کا لطف واکرام اور سلام وپیام یعنی قبولیتِ توبہ کا اعلان اور دعوت الیٰ دار السلام کو دیکھا، تو آپ سے رشتۂ محبت اور رابطۂ عبدیت استوار کرنے کا ہمت و حوصلہ ہوا، ورنہ اپنی خطاؤں کا استحضار آپ سے

www.khanqah.org

حجاب بن گیا تھا جو آپ کے کرمِ عام اور رحمتِ واسعہ کے صدقے میں اُٹھ گیا۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

من سپندِ چشم بد کردم پدید
در سپندم نیز چشم بد رسید

ارشاد فرمایا کہ اسپند ایک کالا دانہ ہے جو مثل رائی کے ہوتا ہے۔ اسپند جلانا ایک محاورہ ہے جو مولانا نے تشبیہ کے طور پر یہاں استعمال کیا ہے کہ پہلے لوگ نظرِ بد کا اثر دور کرنے کے لیے دانۂ اسپند جلایا کرتے تھے، تو مولانا فرماتے ہیں کہ شیطان کی پُر فریب نظر یعنی کید و مکر سے بچنے کے لیے میں نے تدابیر کا اسپند جلایا، لیکن میری ان تدابیر کو بھی اس نے نظرِ بد لگادی اور میں تلبیسِ ابلیس کے شکنجے میں آگیا۔

دافعِ ہر چشم بد از پیش و پس
چشم ہائے پُر خمارِ تست و بس

اے اللہ! اوّل و آخر، دائیں بائیں ہر طرف سے ابلیس کی نظرِ بد یعنی اس کی تلبیس و اغوا اور کید و مکر سے ہماری حفاظت کرنے والی صرف آپ کی چشمِ پُر خمار یعنی آپ کی عنایاتِ محبوبانہ و الطافِ کریمانہ ہیں۔ اگر آپ کی حفاظت ہو تب ہی ہم شیطان کے اغوا و تلبیس سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

چشم بد را چشمِ نیکویت شہا
مات و مستاصل کند نعم الدوا

ابلیس کی نظرِ بد کے اثر کو زائل کرنے کے لیے اور اس کے ضرر کو جڑ سے اُکھاڑنے کے لیے اے خدا! صرف آپ کی نگاہِ کرم ہی بہترین دوا ہے اور شیطان کے مکر سے بچنے کی

www.khanqah.org

کوشش و تدبیر کرنا مثلاً تقویٰ حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا بھی ضروری ہے، کیوں کہ اس کا حکم دیا گیا ہے کہ اس پر ہی فضل مرتب ہوتا ہے، لیکن مؤثرِ حقیقی حق تعالیٰ کا فضل ورحمت ہے جس کے بغیر کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔

بل ز چشمت کیمیا ہا می رسد
چشمِ بد را چشمِ نیکو می کند

بلکہ اے خدا! آپ کی نظرِ کرم چشمِ بد کی صرف دافع ہی نہیں، اس سے بڑھ کر ہے کہ آپ کی نگاہ سے ہزار کیمیا عطا ہوتی ہے جو ماہیت ہی کو تبدیل کر دیتی ہے اور بُری نظر کو اچھی نظر بنا دیتی ہے، کرگس کو بازِ شاہی یعنی فاسق کو ولی اللہ بنا دیتی ہے۔ پھر اپنے اس ولی کی نظر اور توجہ میں آپ وہ خاصیت رکھتے ہیں کہ جس پر اس کی نظر پڑ جاتی ہے وہ بھی تلبیس ابلیس سے محفوظ ہو جاتا ہے، لہٰذا اصلاحِ حال کے لیے جہاں تقویٰ کا اہتمام ضروری ہے اللہ والوں کی صحبت و خدمت میں رہنا بھی ضروری ہے۔ ان کی نظر میں اللہ نے کیمیا کا اثر رکھا ہے جو پتھر کو سونا بنا دیتی ہے، یعنی غافل و نافرمان کو اولیاء کی صف میں شامل کر دیتی ہے۔

اشکوں کی بلندی

خداوندا مجھے توفیق دے دے
فدا کر دوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بلندی
کہاں حاصل ہے اختر کہکشاں کو

اختر

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۲/ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۴/ مئی ۱۹۹۳ء

بروز منگل، بعد نمازِ مغرب، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اے کمینہ بخششت ملکِ جہاں
من چہ گویم چوں تو می دانی نہاں

ارشاد فرمایا کہ یہاں اے کا منادیٰ محذوف ہے یعنی اے خدا! یہ ملکِ جہاں آپ کی ادنیٰ بخشش ہے یعنی زمین و آسمان، سورج اور چاند، سمندر اور پہاڑ، ستارے اور کہکشاں پوری کائنات آپ کا ایک معمولی سا انعام ہے، ہمارے لیے تو یہ عظیم تر ہے مگر آپ کے لیے حقیر تر ہے۔ یہ دو نسبتیں ہیں، جب نسبت اللہ کی طرف ہوگی تو ان کی عظمتِ شان کے مقابلے میں یہ کائنات اللہ کی ایک معمولی سی عطا ہے کیوں کہ وہ خالق ہے، لیکن جب بندوں کی طرف نسبت ہوگی تو ہمارے لیے یہ عظیم تر ہے کیوں کہ ہم کائنات کا ادنیٰ سے ادنیٰ جز مثلاً ایک ذرہ اور ایک پتا تک پیدا نہیں کر سکتے، لہٰذا اے خدا! یہ پورا ملکِ جہاں آپ کی عظمتِ شان کے مقابلے میں ایک ادنیٰ سی بخشش ہے۔ یہ ترجمہ ملّائے خشک نہیں کر سکتا سوائے اہل اللہ کی جوتیاں اُٹھانے والوں کے۔ یہاں اگر عظمتِ شان کا مقابلہ نہیں کہیں گے تو اللہ کی صفتِ تخلیق کی تحقیر ہو جائے گی، لہٰذا یہ جملہ میں اپنے بزرگوں کی دُعاؤں کا صدقہ سمجھتا ہوں کہ اے خدا! یہ پورا ملکِ جہاں زمین و آسمان، سورج اور چاند ساری کائنات آپ کی عظمتِ شان کے سامنے ایک حقیر مخلوق ہے۔

من چہ گویم چوں تو می دانی نہاں

میں آپ سے کیا کہوں جبکہ آپ سب پوشیدہ باتوں کو بھی جانتے ہیں۔

حالِ ما ایں خلائق سر بسر
پیشِ لطفِ عام تو باشد ہدر

ہمارا حال اور پوری مخلوق کا حال یعنی زمین و آسمان، سمندر اور پہاڑ، سورج اور چاند، ستاروں اور

www.khanqah.org

سیاروں کا حال، بے جان سے لے کر جاندار تک، جانور سے لے کر انسان تک، فُساق وفُجّار سے لے کر انبیاء واولیاء واقطاب وابدال تک سب کا حال آپ پر ظاہر ہے اور آپ کے لطفِ عام کے سامنے وہ ناقابلِ اعتناء ہے، ناقابلِ التفات ہے یعنی اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو بڑے سے بڑے نافرمان کو ایک لمحے میں ہدایت دے کر اس کی نافرمانی کو درِ توبہ پر سر بسجود کرادیں اور چیونٹی سے ہاتھی کو مروادیں، مچھر سے نمرود کو مروادیں اور بڑی طاقتوں کو چھوٹی چیز سے فنا کردیں۔ سو برس کے کافر کو سیکنڈوں میں فخر اولیاء بنادیں اور رات دن کے عابد کو کہہ دیں کہ مردود ہو جا جیسے شیطان مردود ہوا۔ کتنے لوگ خانقاہ سے نکالے گئے۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خلیفہ اتنا زبردست عالم تھا کہ وہ حضرت کی اُردو تقریر کو عربی میں لکھتا تھا اور ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ اس سے بڑا کوئی خلیفہ نہیں ہے اور جانشین یہی ہوگا لیکن وہی خانقاہ سے نکالا گیا۔ دنیاوی معاملے میں تنخواہ کے اضافے میں اسے وسوسہ آیا کہ اتنی فتوحات آتی ہیں، شیخ ہماری تنخواہ کیوں نہیں بڑھاتے۔ پھر ایسا دشمن ہوا کہ حضرت کے مسلک کے خلاف سیاسی تحریکات کی طرف ہوگیا۔ حضرت نے اس کے لیے "موذی مُرید" کے نام سے ایک رسالہ اپنی زندگی ہی میں شایع فرمادیا۔ اور میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آخری دنوں میں اس کو کوڑھ ہوگیا اور بہت بُری حالت میں موت آئی۔ اللہ والوں کی ایذا رسانی سے اللہ بچائے۔

اے ہمیشہ حاجتِ ما را پناہ
بارِ دیگر ما غلط کردیم راہ

اے اللہ! ہماری ہر حاجت کے لیے آپ ہی پناہ ہیں۔ یعنی اے خدا! ہماری جو بھی حاجت ہوتی ہے ہم آپ ہی سے کہتے ہیں اور آپ ہی سے ہماری حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ ہماری حاجت روائی کے لیے آپ کے علاوہ کوئی دوسری پناہ گاہ نہیں ہے جہاں ہم اپنی حاجتیں پیش کریں، آپ ہی ہماری حاجتوں کے لیے پناہ گاہ ہیں۔

بارِ دیگر ما غلط کردیم راہ

بارِ دیگر یہاں لغوی معنیٰ میں نہیں ہے اصطلاحی معنیٰ میں ہے یعنی ہم سے صرف دوسری دفعہ نہیں بار بار خطا ہورہی ہے، مراد تکرار ہے۔ مثلاً: ایک دن بد نظری کرلی پھر توبہ کی اور دوسرے دن پھر نظر خراب کرلی یعنی بار بار ہم نے آپ کی راہ کو بھلادیا، آپ کی رضا

www.khanqah.org

کے راستے کو بھول کر بار بار ہم آپ کی ناراضگی کے راستے پر پڑ جاتے ہیں، بار بار توبہ کرتے ہیں لیکن جب گناہ کا تقاضا اور غلبہ ہوتا ہے اور شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو ہم آپ کو فراموش کر دیتے ہیں اور نفس دشمن کی غلامی کرنے لگتے ہیں اور آپ کی عظمتوں سے ہمارا نفس صَرفِ نظر کرا دیتا ہے اور ہماری گول ٹوپیوں اور داڑھیوں اور لمبے کرتوں یعنی وضعِ صالحین کے ساتھ نہایت گندے کاموں میں نفس و شیطان مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر آپ ستاری نہ فرماتے تو ساری دنیا ہم پر تھوکتی، اور ہمیں جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت! دُعا کیجیے گا وہ یہ الفاظ واپس لے لیتے۔

لیک گفتی گرچہ می دانم سرت
زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت

لیکن آپ نے فرمایا کہ اگرچہ میں تمہارا بھید جانتا ہوں اور تمہاری حاجتوں سے واقف ہوں لیکن پھر بھی اُدْعُوْنِیْ کا حکم دے رہا ہوں کہ مجھ سے مانگو اَسْتَجِبْ لَکُمْ[۱۴۹] میں تمہیں عطا کروں گا۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے اس کو ظاہر پر لاؤ یعنی جلدی سے اپنی زبان سے کہہ دو کہ اے اللہ! ہم کو روٹی چاہیے، کپڑا چاہیے، مکان چاہیے، صحت چاہیے، حج و عمرہ کی زیارت چاہیے، گناہوں سے حفاظت چاہیے وغیرہ۔ اگرچہ میں تمہارے دل کے رازوں سے باخبر ہوں لیکن مانگنے کا حکم اس لیے دے رہا ہوں تاکہ تمہارا فقر اور احتیاج ظاہر ہو اور استغنا کی شان نہ معلوم ہو۔

گڑ گڑا کے جو مانگتا ہے جام
ساقی دیتا ہے اس کو مے گلفام

ناز و نخرے کرے جو مے آشام
ساقی رکھتا ہے اس کو تشنہ کام

درس کے دوران ارشاد فرمایا کہ میں مناجات مولانا رُومؒ پہلے پڑھاتا ہوں اور علوم و معارف بعد میں تاکہ مانگنے کا طریقہ آجائے، لہٰذا ان اشعار کو زبانی یاد کر لیجیے اور دُعا میں مانگیے۔

---

۱۴۹ المؤمن:۶۰

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۳؍ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۵؍مئی ۱۹۹۳ء

بروز بدھ، بعد نمازِ مغرب، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

نالہ کردم کہ تو علام الغیوب
زیرِ سنگ مکر بد مارا مکوب

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں دُعا کررہے ہیں کہ اے اللہ! میں اپنے گناہوں کی معافی کے لیے آپ سے نالہ وفریاد اور آہ وفغاں کرتا ہوں کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ آپ علّام الغیوب ہیں، پوشیدہ باتوں کو جاننے والے ہیں، غیب ہمارے لیے غیب ہے آپ کے لیے عالمِ غیب بھی عالمِ شہادت ہے۔ عالمِ برزخ، احوالِ قیامت اور جنت دوزخ ہمارے لیے غیب ہے لیکن آپ کے ہر وقت سامنے ہے۔ اسی طرح ہمارا ماضی حال اور مستقبل بھی ہمہ وقت آپ کے سامنے ہے، کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں۔ ہمارا حال مخلوق سے پوشیدہ ہوسکتا ہے، مخلوق سے ہم اپنے عیبوں کو چھپا سکتے ہیں، لیکن کون ہے جو آپ سے اپنی حالت کو چھپا سکے۔ جس وقت میں گناہ کررہا تھا اس وقت بھی آپ کی قدرتِ قاہرہ مجھے دیکھ رہی تھی اگر آپ چاہتے تو اسی وقت مجھے نیست ونابود کرسکتے تھے لیکن آپ کی رحمتِ واسعہ کے صدقے میں مجھ پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ پس چوں کہ میرا سب حال آپ کو معلوم ہے اس لیے آپ سے گڑگڑانے، معافی مانگنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں، کیوں کہ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ[۱۵۰] آپ کے علاوہ کون ہے جو گناہوں کو معاف کرسکتا ہے، آپ ہی ہمارا آخری سہارا ہیں، آپ ہی ہماری واحد پناہ گاہ ہیں، آپ کے علاوہ ہماری کوئی پناہ گاہ نہیں، کوئی سہارا، کوئی دروازہ نہیں۔ اگر آپ ہمیں معاف نہیں کریں گے تو پھر کون ہے جو ہمیں معاف کرے ؎

وَاِنْ كَانَ لَا يَرْجُوْكَ اِلَّا مُحْسِنٌ
فَمَنْ ذَا الَّذِیْ يَدْعُوْ وَيَرْجُو الْمُجْرِمُ

---

[۱۵۰] اٰل عمرٰن: ۱۳۵

www.khanqah.org

اگر نیک بندے ہی آپ سے اُمیدیں رکھ سکتے ہیں تو کون ہے وہ ذات جسے مجرم پکارے ؎

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کدھر جائے بندہ گناہ گار تیرا

اِلٰهِیْ عَبْدُكَ الْعَاصِیْ اَتَاكَ
مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَ
فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَاكَ اَهْلٌ
وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ یَّرْحَمْ سِوَاكَ

ترجمہ: اے اللہ! آپ کا گناہ گار بندہ آپ کے پاس حاضر ہوگیا اس حال میں کہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہا ہے اور آپ کو پکار رہا ہے، پس اگر آپ اس کو بخش دیں تو آپ اس کے اہل ہیں، آپ کا یہ کرم آپ کی شانِ کرم کے شایانِ شان ہے، اور اگر آپ اس کو ٹھکرادیں تو آپ کے سوا کون ہے جو اس پر رحم کرسکے۔

باز آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

آپ سے بھاگا ہوا بندہ گناہوں سے اپنی آبرو کو تباہ کرکے پھر آپ کے پاس آگیا ہے۔

پس اے خدا! جب آپ مرے تمام رازوں سے باخبر ہیں، میرے تمام گناہوں کا آپ کو علم ہے تو ؎

روزِ محشر اے خدا رُسوا نہ کرنا فضل سے
کہ ہمارا حال تجھ سے کوئی پوشیدہ نہیں

اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دُعا تعلیم فرمائی میرے حق میں اس کو قبول فرمالیجیے: **اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ** اے اللہ! مجھے رُسوا نہ کیجیے، کیوں کہ آپ مجھے خوب جانتے ہیں، میری تمام نالائقیوں کا آپ کو علم ہے، اس لیے مجھے رُسوا کرنا آپ کو کچھ مشکل نہیں **وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ**[۱۵۱] اور مجھے عذاب نہ دیجیے کہ میں

---

۱۵۱ مصنّف ابن ابی شیبۃ: ۱۷۷/۷، کلام مطرف بن الشخیر، مکتبۃ الرشد، ریاض

www.khanqah.org

پوری طرح آپ کی قدرتِ قاہرہ غالبہ کاملہ کے تحت ہوں۔ جو پوری طرح قدرت میں ہو اس کو عذاب دینا قادرِ مطلق کو کیا مشکل ہے، لیکن آپ کریم ہیں، اپنے کرم کے صدقے میں اس بندۂ عاجز اور مغلوب کو رُسوا بھی نہ کیجیے اور عذاب بھی نہ دیجیے۔ دوسرے مصرع میں مولانا اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں ؎

زیر سنگ مکر بد مارا مکوب

اے خدا! میرا نالہ و فریاد آپ سے اس لیے بھی ہے کہ گناہوں پر مسلسل اصرار اور نافرمانیوں میں ابتلا کی نحوست سے گناہ کے تقاضوں میں شدت آگئی ہے، لہٰذا اگر آپ مدد نہ فرمائیں گے تو نفس و شیطان اپنے مکر و فریب کے پتھر کے نیچے مجھے کوٹتے رہیں گے، لہٰذا اے خدا! میری مدد فرمایئے اور نفس و شیطان کی مکّاریوں سے اور ان کی چالوں اور دھوکوں سے مجھے بچا لیجیے کہ نفس و شیطان مجھے مغلوب نہ کر سکیں۔ اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ[۱۵۲] اور میری ایسی حفاظت فرمایئے جیسے ماں اپنے چھوٹے سے بچے کی حفاظت کرتی ہے کہ اس کے بچے کو اگر مٹی کھانے کی عادت ہے تو گھر میں جھاڑو لگا کر گھر کو مٹی سے پاک کر دیتی ہے اور اگر کوئی دوسرا بچہ چھپا کر مٹی لاتا ہے تو اس کا کسٹم کرتی ہے اور مٹی اس سے چھین کر پھینک دیتی ہے اور ایسے بچے کو اپنے بچے کے پاس بھی نہیں آنے دیتی اور اگر بچہ کبھی چھپا کر مٹی منہ میں رکھ لیتا ہے تو اس کے منہ میں اُنگلی ڈال کر نکال لیتی ہے اور کبھی نگل لیتا ہے تو اس کو قے کرا دیتی ہے تاکہ کوئی مضر چیز میرے بچے کو نقصان نہ پہنچا دے۔ تو اے اللہ! ماں کی رحمت تو آپ کی رحمت کی ادنیٰ بھیک ہے، ماؤں کو محبت کرنا تو آپ ہی نے سکھایا ہے۔ پس اے خالقِ رحمتِ مادراں! گناہوں سے میری بھی اسی طرح حفاظت فرمایئے کہ اگر میں گناہ کرنا بھی چاہوں تو آپ نہ کرنے دیجیے اور گناہ اور اسبابِ گناہ کو مجھ سے اس طرح دور کر دیجیے جیسے ماں مضر چیزوں کو اپنے چھوٹے بچے سے دور کر دیتی ہے۔

یا کریم العفو ستار العیوب
انتقام از ما مکش اندر ذنوب

---

۱۵۲ مجمع الزوائد: ۱۰/۲۹۰-۲۹۱، (۱۷۴۱۹) باب الادعیۃ المأثورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر/ مسند ابی یعلی: ۹/۳۹۶ (۵۵۲۷)

www.khanqah.org

مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! ہم بہت نالائق ہیں، بُرائیوں میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں، آپ کی نافرمانی کرتے کرتے اس قابل ہوگئے کہ معافی کے قابل بھی نہیں رہے، لیکن آپ کریم ہیں اور کریم وہ ہوتا ہے جو ناقابلِ معافی کو معاف کردے، نالائقوں پر رحم فرمادے، مستحقِ سزا وعذاب پر اپنی رحمت ومہربانی فرمادے اور ایسے نااہلوں کو بھی اپنے کرم سے محروم نہ کرے۔ پس اے کریم! ہمارے گناہوں کو محض اپنے کرم سے معاف فرمادیجیے، بلکہ گناہوں کے آثار ونشانات کو بھی محو فرمادیجیے، کیوں کہ عفو کے معنیٰ ہیں گناہوں کے نشانات اور شہادتوں کو مٹادینا۔ اے اللہ! آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ آپ سے معافی مانگتا ہے اور آپ جب اس کو معاف فرمادیتے ہیں تو آپ گناہ کے چاروں گواہوں کو ختم کردیتے ہیں، کراماً کاتبین سے اس کے گناہ کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے اعمال نامہ سے اس گناہ کو خود مٹادیتے ہیں اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا تھا اس زمین سے بھی گناہ کے آثار کو مٹادیتے ہیں اور اس کے اعضا جو قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دینے والے تھے ان اعضا کو بھی وہ گناہ بھلا دیتے ہیں حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ وَلَیْسَ عَلَیْہِ شَاھِدٌ مِّنَ اللّٰہِ بِذَنْبٍ[۱۵۳] یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہ نہ ہوگا۔

پس اے اللہ! میں آپ سے معافی مانگ رہا ہوں، اپنے جرائم پر نادم ہوکر توبہ کررہا ہوں، آپ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کو میرے حق میں قبول فرمالیجیے اور مجھے معاف فرمادیجیے اے کریم۔

اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دُعا بھی سکھائی: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ اور بعض احادیث میں لفظِ کریم کا بھی اضافہ ہے کہ اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے، بڑے کریم ہیں، ناقابلِ معافی اور مستحقِ عذاب کو بھی بوجہ اپنے کرم کے معاف فرمادیتے ہیں اور یہی نہیں کہ صرف معاف فرماتے ہیں بلکہ تُحِبُّ الْعَفْوَ معاف

۱۵۳؎ کنز العمال: ۲۰۹/۴، (۱۰۱۷۹)، باب فضل التوبة والترغیب فیھا، مؤسسة الرسالة

www.khanqah.org

کرنے کو آپ محبوب رکھتے ہیں جس کی شرح محدثین نے یہ کی ہے کہ اَنْتَ تُحِبُّ ظُهُوْرَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلٰى عِبَادِكَ [۱۵۴] اپنے بندوں پر اپنی صفتِ عفو ومغفرت کا ظہور آپ کو خود محبوب ہے یعنی اپنے گناہ گار بندوں کو معاف کرنا آپ کا محبوب عمل ہے۔ پس آپ کے اس محبوب عمل کے لیے ہم گناہ گار اپنے گناہوں پر ندامت واستغفار وتوبہ کی گٹھڑی لے کر حاضر ہوئے ہیں فَاعْفُ عَنِّیْ [۱۵۵] پس ہم کو معاف کر دیجیے کہ آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔

آگے مولانا رُومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! جس طرح آپ کریم العفو ہیں، اپنے گناہ گاروں کو معاف کرنے میں آپ بے حد کریم ہیں اسی طرح آپ سَتَّارُ الْعُیُوْبِ بھی ہیں، وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ہیں، اپنے بندوں کی پردہ پوشی فرماتے ہیں، معافی مانگنے والوں کو رُسوا نہیں فرماتے۔ ستّاریت اور مغفرت ہم معنٰی ہیں، غَفَرَ یَغْفِرُ کے معنٰی سَتَرَ یَسْتُرُ کے ہیں۔ تفسیر ''رُوح المعانی'' میں علامہ آلوسی نے آیت وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا کی تفسیر کے ذیل میں مغفرت کے معنٰی لکھے ہیں: سَتْرُ الْقَبِیْحِ وَاِظْهَارُ الْجَمِیْلِ [۱۵۶] یعنی اللہ تعالیٰ جس بندے کی مغفرت فرماتے ہیں اس کے عیوب کو مخلوق کی نگاہوں سے چھپا دیتے ہیں اور اس کی خوبیوں کو لوگوں پر عیاں کر دیتے ہیں۔

اسی لیے مولانا رُومی بارگاہِ خداوندی میں عرض کر رہے ہیں کہ اے خدا! اپنے کریم ہونے کے صدقے میں میرے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجیے اور میرے عیوب کی پردہ پوشی بھی فرمائیے۔ مخلوق کی نظروں سے میرے گناہوں کو چھپا دیجیے، کیوں کہ آپ کا پردۂ ستّاریت غیر محدود ہے اور میرے گناہ خواہ کتنے ہی کثیر ہوں محدود ہیں، لہٰذا غیر محدود کی نسبت کثیر محدود سے اتنی بھی نہیں جو سمندر کو ایک قطرے سے ہے۔ پس میرے گناہوں کو چھپانا اے اللہ! آپ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔

اے اللہ! ہم نے تو اپنے اُوپر ظلم کر لیا، ہم سے تو نالائقیاں ہو گئیں، اب آپ

---

۱۵۴ مرقاۃ المفاتیح: ۳۲۱/۴، باب لیلۃ القدر، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۱۵۵ سنن ابن ماجۃ: ۴۰۹، (۳۸۵۰)، باب الدعاء بالعفو والعافیۃ، المکتبۃ الرحمانیۃ

۱۵۶ روح المعانی: ۷۱/۳، البقرۃ، (۲۸۶)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

کے عفو و مغفرت کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔ اگر آپ توبہ و استغفار اور معافی مانگنے کا یہ راستہ نہ رکھتے تو آپ کے گناہ گار بندے کہاں جاتے، لیکن آپ کے کرم نے ہم گناہ گاروں کے لیے توبہ کا ایک ایسا پیارا راستہ رکھ دیا کہ توبہ کرنے والوں کو آپ صرف معاف ہی نہیں کرتے اپنا محبوب بھی بنا لیتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ[۱۵۷] اور مضارع سے نازل فرمایا اور مضارع میں حال و استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حال میں تم سے خطا ہو گئی اور تم نے توبہ کر لی تو ہم تمہیں حال میں بھی معاف کر دیں گے اور بالفرض اگر مستقبل میں بھی اپنے ضعفِ بشریت سے گناہ کر بیٹھو گے تو مستقبل میں بھی اپنے دائرۂ محبوبیت سے ہم تمہارا خروج نہیں ہونے دیں گے لہٰذا گناہ پر جری تو نہ ہو، گناہ سے جان بچانے میں جان کی بازی لگا دو، لیکن اگر کبھی مغلوب ہو جاؤ اور مجھ سے بے وفائی یعنی گناہ کر بیٹھو تو نا اُمید نہ ہو، پھر میری چوکھٹ پہ سر رکھ دو، توبہ کے راستے سے پھر میرے پیارے ہو جاؤ، توبہ کرنے والوں سے ہم پیار کرتے ہیں۔ ملّا علی قاری ایک حدیثِ پاک کی شرح میں لکھتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِيْنَ[۱۵۸]

گناہوں سے توبہ کرنے والے بھی متقین کے درجے میں کر دیے جاتے ہیں۔ احقر کا شعر ہے ؎

یہی ہے راستہ اپنے گناہوں کی تلافی کا
تری سرکار میں بندوں کا ہر دم چشمِ تر رہنا

میرا ایک اور شعر ہے ؎

مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے
تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

---

۱۵۷ البقرۃ:۲۲۲

۱۵۸ مرقاۃ المفاتیح:۵/۱۳۵، باب الاستغفار و التوبۃ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

www.khanqah.org

آگے مولانا رُومی عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میرے گناہوں کی وجہ سے مجھ سے انتقام نہ لیجیے، کیوں کہ آپ کے انتقام کا کون تحمل کر سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اَللّٰھُمَّ لَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّكَ عَلَیَّ قَادِرٌ[۱۵۹] اے اللہ! مجھے عذاب نہ دیجیے کیوں کہ میں تو پوری طرح آپ کے قبضۂ قدرت میں ہوں، آپ سے بچ کر میں کہاں جا سکتا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عنوان ہے جلبِ رحمتِ حق کے لیے، جیسے چھوٹا بچہ باپ سے کہتا ہے کہ ابا مجھے نہ ماریے میں تو آپ کا چھوٹا سا بچہ ہوں، آپ کے قبضے میں ہوں تو باپ کو اس کی بے بسی پر رحم آ جاتا ہے، تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُمت کو سکھا دیا کہ اپنے رب سے ایسے ہی کہو تا کہ ان کی رحمت کو جوش آ جائے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے وہ ذات جس کو ہمارے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، اگر وہ سارے عالم کو بخش دے تو اس کے خزانۂ مغفرت میں ایک ذرّہ کمی واقع نہ ہو، پس میرے ان گناہوں کو بخش دے جن سے اے اللہ! آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور مجھے وہ مغفرت عطا فرما دے جس کی آپ کے یہاں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

ہمیں آپ کی مغفرت کا سہارا ہے، کیوں کہ جس کو آپ معاف فرما دیتے ہیں پھر اس سے انتقام نہیں لیتے۔

اے پناہِ ما حریمِ کوئے تو
من بہ اُمیدے رمیدم سوئے تو

اے خدا! میری آخری پناہ گاہ، میری بے کسی کا واحد سہارا اور میری اُمیدوں کا آخری دروازہ آپ کی بارگاہ ہے، سارے عالم سے اپنی اُمیدوں کو منقطع کر کے میں بڑی اُمید لے کر آپ کے پاس دوڑ کر آیا ہوں، آپ مجھ پر رحم فرمائیے اور میری مدد فرمائیے اور مجھے اس غم سے نجات دیجیے جس میں، میں مبتلا ہوں۔

۱۵۹؎ مصنّف بن ابی شیبۃ: ۷/۷۷، کلام مطرف بن الشخیر، مکتبۃ الرشد، ریاض

www.khanqah.org

يَا اَحَدَ مَنْ لَّا اَحَدَ لَهٗ وَيَا سَنَدَ مَنْ لَّا سَنَدَ لَهٗ اِنْقَطَعَ الرَّجَاءُ اِلَّا مِنْكَ نَجِّنِيْ مِمَّا اَنَا فِيْهِ وَاَعِنِّيْ عَلٰى مَا اَنَا عَلَيْهِ مِمَّا نَزَلَ بِيْ بِجَاهِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْكَ اٰمِيْنَ[۱۶۰]

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرماتے ہیں کہ اے وہ جو کس ہے بے کسوں کا یعنی جو رفیق ہے اس کا جس کا کوئی نہیں اور جو سہارا ہے اس کا جس کا کوئی سہارا نہیں، آپ کے سوا ہر ایک سے میری اُمید منقطع ہو گئی، مجھے اس حال سے نجات دیجیے کہ میں جس میں مبتلا ہوں اور میری مدد کیجیے نازل شدہ بلا پر صدقے میں اپنی ذات پاک کے اور بطفیل حقِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو آپ پر ہے، آمین۔

گر سگی کردیم اے شیر آفریں
شیر را مگمار بر ما زیں کمیں

اے شیر کے پیدا کرنے والے اللہ! اگرچہ فسق وفجور کرکے ہم نے اپنے اعمال میں کتّاپن کیا ہے، اشرف المخلوقات ہو کر کتوں جیسے کمینے کام کیے ہیں اور کتّے تو غیر مکلف ہیں، انہیں بھلے بُرے کی تمیز نہیں، اس لیے ان پر کوئی مواخذہ نہیں، لیکن ہمیں تو آپ نے انسان بنایا، عقل عطا فرمائی، بھلے بُرے کی تمیز دی، اس کے باوجود ہم نے کمینے اور ذلیل اعمال کرکے خود کو مستحقِ عذاب بنالیا، لہٰذا اے ہمارے رب! اے خالق شیر! دنیا کی اس کمیں گاہ میں اپنے شیروں میں سے کوئی شیر ہم پر مسلط نہ فرما یعنی ہم پر کوئی عذاب نازل نہ فرمایئے جو ہمیں اس طرح ہلاک کردے جیسے شیر کتّے کو ہلاک کردیتا ہے کہ اگر کتے کی پشت پر شیر اپنا پنجہ رکھ دے تو کتے کی زبان ایک ہاتھ باہر آجاتی ہے۔ پس اے اللہ! ہمارے جرائم کو معاف فرمادیجیے اور اس مستحقِ عذاب پر اپنا عذاب نازل نہ فرمایئے۔

---

[۱۶۰] كنز العمال: ۲/۱۲۰، (۳۴۲۵)، باب الدعاء، ادعية الهم والحزن والكرب، مؤسسة الرسالة

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۴/ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۶/ مئی ۱۹۹۳ء

بروز جمعرات، بعد نمازِ مغرب، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

آنچہ در کونین ز اشیا آنچہ ہست
وانما جاں را بہر حالت کہ ہست

اے خدا! دنیا میں جتنی چیزیں ہیں مجھے وہی دکھایئے جو ان کی اصل حالت ہے یعنی اشیاء کی ماہیت مجھے دکھایئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کچھ ہوں اور نظر کچھ اور آئیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

مولانا کی مراد یہ ہے کہ اے اللہ! ہماری شامتِ اعمال سے ہمیں تقلیبِ ابصار میں مبتلا نہ کیجیے کہ حق باطل اور باطل حق نظر آنے لگے، حسنات سیئات اور سیئات حسنات معلوم ہونے لگیں، بلکہ اپنے کرم سے ہر چیز کو اس کی اصلی شکل میں دکھایئے تاکہ حق، حق نظر آئے اور باطل باطل دکھائی دے اور اس طرح حق کی اتباع اور باطل سے اجتناب آسان ہو جائے۔

آبِ خوش را صورتِ آتش مدہ
اندر آتش صورتِ آبی منہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ کے حضور میں تقلیبِ ابصار کے عذاب سے پناہ مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! پانی کو ہمیں آگ کی صورت میں نہ دکھایئے یعنی حسنات کو غیر حسنات اور حق کو باطل نہ دکھایئے اور آگ کو ہمیں پانی نہ دکھایئے یعنی ایسا نہ ہو کہ ہماری شامتِ عمل سے سیئات ہم کو حسنات اور باطل ہم کو حق نظر آنے لگے۔

تکبر وخود بینی اور گناہوں پر مسلسل اصرار کی نحوست کی وجہ سے قلب کی بصیرت فاسد ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بصارت میں فساد آجاتا ہے اور ایسے شخص کو حق

www.khanqah.org

باطل اور باطل حق نظر آنے لگتا ہے اور فانی شکلیں اور گناہ کے مواقع اور دنیائے مردار کی فانی لذتیں اس کو نہایت مہتم بالشان معلوم ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا آتش انگیز راستہ اس کو پانی کی طرح ٹھنڈا اور لذیذ معلوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ جو پانی کی طرح صاف وشفاف اور حیات بخش ہے اسے آگ کی طرح گرم اور کلفت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ اس تقلیبِ ابصار سے حدیثِ پاک میں پناہ آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ [۱۶۱]

اے اللہ! مجھے حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع بھی نصیب فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق بھی نصیب فرما۔

(احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس حدیثِ پاک کی مندرجہ ذیل تشریح حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے حال ہی میں ۱۴۲۰ھ میں بعض اکابر علماء کے سامنے بیان فرمائی جو مضمون کی مناسبت کی وجہ سے یہاں شامل کی جاتی ہے)

اس حدیثِ پاک کا پہلا جملہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا یہ نعمتِ اولیٰ ہے کہ اے اللہ! حق کا حق ہونا مجھ پر واضح فرمادیجیے، لیکن بعض وقت حق واضح ہو گیا لیکن آدمی اسے قبول نہیں کرتا، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے ایک جملہ اور بڑھا دیا: وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ کہ اے اللہ! جب آپ مجھ پر حق واضح فرمائیں تو اس کی اتباع بھی مقدر فرمادیجیے، یہ دوسرا جملہ نعمتِ اولیٰ کا مکمِّل ہے کیوں کہ حق کا ظاہر ہونا نعمت ہے، لیکن اگر اتباع کی توفیق نہ ہو تو نعمت کی تکمیل نہیں ہوئی اور جو مقصد ہے وہ حاصل نہ ہوا اور بلاغتِ کلام نبوت دیکھیے کہ وَفِّقْنَا نہیں فرمایا کہ ہمیں توفیق دے دیجیے بلکہ وَارْزُقْنَا فرمایا کہ ہمیں اس کی اتباع کا رزق دے دیجیے، کیوں کہ رزق اپنے مرزوق کو تلاش کرتا ہے جیسا کہ دوسری حدیثِ پاک میں ارشاد ہے:

اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُہٗ اَجَلُہٗ [۱۶۲]

رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔

---

۱۶۱ التفسیر لابن کثیر: ۲/۲۸۱، البقرۃ (۲۱۳)، مؤسسۃ قرطبۃ

۱۶۲ شعب الایمان للبیھقی: ۲/۴۱۱ (۱۴۷۰)، باب التوکل باللہ والتسلیم لامر اللہ تعالیٰ فی کل شیء، مکتبۃ الرشد

www.khanqah.org

مطلب یہ ہوا کہ ہم جہاں بھی رہیں اتباعِ حق کے رزق کو ہماری رُوح میں داخل کر دیجیے۔ جسمانی رزق پیٹ میں داخل ہوتا ہے اور توفیقِ اتباع کا رزق رُوح کے اندر داخل ہوتا ہے، لیکن بلاغتِ کلامِ نبوت کا کمال ہے کہ توفیق کو رزق کے لفظ سے تعبیر فرمایا کہ اتباعِ حق کا رزق ہمیں دے دیجیے، کیوں کہ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا[۱۶۳]

کسی نفس کو ہرگز موت نہیں آسکتی جب تک وہ اپنا رزق مکمل نہ کرلے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وَارْزُقْنَا فرما کر اُمت کے لیے یہ نعمت مانگ لی کہ اے اللہ! ہمیں مرنے نہ دیجیے جب تک ہم پوری پوری اتباعِ حق نہ کرلیں۔ جس طرح استکمالِ رزقِ ظاہری کے بغیر موت نہیں آسکتی اسی طرح اے اللہ! استکمالِ رزقِ باطنی یعنی اتباعِ حق کی تکمیل کے بغیر ہمیں موت نہ دے، جب تک اتباعِ حق میں ہم مکمل نہ ہوجائیں ہمیں موت نہ آئے۔

اور حدیثِ پاک کا دوسرا جزء ہے: وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا اور باطل کو ہمیں باطل دکھا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ اور اس سے اجتناب کی توفیق بصورتِ رزق دے، اجتناب عن الباطل کا رزقِ رُوحانی ہمیں خود تلاش کرلے کہ جس باطل کے نرغے میں جہاں کہیں ہم پھنسے ہوں، اس سے بچنے کی توفیق ہمارے رزق کی طرح وہاں پہنچ جائے اور ہمیں اس باطل سے اجتناب کی توفیق نصیب ہوجائے اور جب تک باطل اور معصیت اور گناہوں کے اعمال سے ہم کو طہارتِ کاملہ، حفاظتِ کاملہ نصیب نہ ہو اے خدا! ہمیں موت نہ آئے حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا یہاں تک کہ میرا نفس آپ کے اس رزقِ رُوحانی کو مکمل حاصل نہ کرلے۔ اور حدیثِ پاک میں لَنْ تَمُوْتَ کا لفظ آیا ہے کہ ہرگز کوئی نہیں مرسکتا جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہ کرلے، تو اتباعِ حق اور اجتنابِ باطل کی توفیق کو رزق سے تعبیر فرمانا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمت پر رحم ہے کہ بغیر مکمل حق پرستی اور بغیر مکمل اجتناب عن المعاصی کے میری اُمت کو موت ہی نہ آئے۔ حق پرستی کے رزق کا نام اتباعِ حق ہے اور باطل سے پرہیز گاری و بے زاری کے رزق کا نام اجتناب عن المعاصی ہے، جب اس دُعا کی برکت سے حق کی اتباع اور باطل سے اجتناب رزق کی

[۱۶۳] شعب الایمان: ۶۷/۲، (۱۱۸۵)، باب التوکل باللہ عزوجل والتسلیم لامرہ، مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.khanqah.org

طرح افرادِ اُمت کے لیے مقدر ہو جائے گا تو انہیں موت نہ آئے گی جب تک یہ روحانی رزق مکمل ان کو نہ پہنچ جائے اور اس طرح وہ پاک وصاف ہو کر اور اللہ کے پیار کے قابل ہو کر اللہ کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ (احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جنوبی افریقہ کے ایک شیخ الحدیث جو حضرت والا کی خدمت میں قیام کے لیے آئے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا کہ یہ تشریح بالکل الہامی ہے، ذہن کی رسائی ان معانی تک نہیں ہو سکتی جو حضرت والا نے بیان فرمائے، خصوصاً توفیق کی رزق سے تعبیر کی مدلل تقریر عجیب وغریب ہے، جو نہ کسی کتاب میں دیکھی نہ کسی سے سنی۔ جامع)

حضرت والا نے فرمایا کہ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے جو علوم میری زبان سے بیان کرا دیتے ہیں وہ علوم بتاتے ہیں کہ یہ زمینی مُخْرَجَاتْ نہیں ہیں آسمانی مُنْزَلَاتْ ہیں۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

الحمد للہ تعالیٰ! مولانا کے اس شعر کی شرح مدلل بالحدیث ہو گئی۔ مولانا نے اس شعر میں تقلیبِ ابصار کے اس عذاب سے پناہ مانگی ہے جس میں آگ پانی اور پانی آگ نظر آنے لگتا ہے یعنی حق باطل اور باطل حق نظر آتا ہے جس کا سبب غلبۂ جاہ یا غلبۂ باہ سے اعراض عن الحق ہے، مثلاً کسی پر حق واضح ہو گیا، لیکن اپنی جاہ و کبر و خود بینی کے سبب کہتا ہے کہ میں کسی مولوی کی بات نہیں مانتا، جانتا ہے مگر مانتا نہیں۔ خواجہ صاحب نے ایسے ہی لوگوں کے لیے فرمایا کہ

حق جانتے تو ہیں وہ مگر مانتے نہیں
ضد ہے جنابِ شیخ تقدس مآب میں

حق سے اعراض کا سبب یہاں غلبۂ جاہ ہے جس سے حق کو قبول نہیں کرتا اور باطل اس کو حق نظر آتا ہے۔ اسی طرح کسی حسین کو دیکھ کر نفس کا حرام خوشیوں اور بدمستیوں سے مغلوب ہو جانا اور فانی صورتیں اس کو نہایت مہتم بالشان اور حکومت و سلطنت اور تاج و تخت سے زیادہ عظیم الشان معلوم ہونا یہ تقلیبِ ابصار بوجہ غلبۂ باہ کے ہے۔ غرض ابتلاء خواہ جاہ کے سبب سے ہو یا باہ کے سبب سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے، جیسا کہ مولانا رُومی ایک اور شعر میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح فریاد کرتے ہیں۔

www.khanqah.org

الغیاث از ابتلایت الغیاث
شد ذکور از ابتلایت چوں اناث

اے خدا! آپ سے فریاد ہے، آپ سے فریاد ہے کہ آپ کے امتحان وآزمایش سے جلال الدین پناہ چاہتا ہے۔ بڑے بڑے مردانِ راہِ خدا جب آپ کی آزمایش میں مبتلا ہوئے تو مونث ثابت ہوئے یعنی امتحان میں فیل ہوگئے اور ان کو حق باطل اور باطل حق نظر آنے لگا اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اسی لیے مولانا بارگاہِ حق میں کس عجیب عنوان سے درخواست کرتے ہیں۔ مولانا کے علوم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کتنا بڑا عارف باللہ تھا۔ فرماتے ہیں۔

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اھْدِنَا
لَا اِفْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَالْغِنَا

اے فریاد خواہوں کے فریادرس! ہمیں اپنی مرضی کے راستے پر چلایئے، ہم کو اپنے علم پر کوئی فخر نہیں، کیوں کہ اگر آپ کا فضل نہ ہو تو ہمارا علم ہمیں آپ کی نافرمانی کے راستوں سے نہیں بچا سکتا، اسی لیے مشاہدہ ہے کہ بعضوں کے علم و عمل میں کتنے فاصلے ہوتے ہیں، لہٰذا ہم اپنے علم کی وجہ سے آپ کی رحمت سے مستغنی نہیں ہوسکتے، ہمارا ہر سانس اور ہر لمحۂ حیات آپ کی رحمت کا، آپ کی نصرت ومدد کا، آپ کے فضل وکرم کا محتاج ہے۔ ہمارا علم ہماری ہدایت کے لیے کافی نہیں بلکہ ہماری ہدایت آپ کے فضل ورحمت پر موقوف ہے۔ پس اے فریاد کرنے والوں کی فریاد سننے والے! ہماری ہدایت کا ارادہ فرمالیجیے اور اپنا وہ فضل ورحمت ومشیت ہمارے شامل حال کردیجیے جس پر آپ نے قرآنِ پاک میں تزکیۂ نفس کی بنیاد رکھی ہے:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ [۱۶۴]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی پاک نہیں ہوسکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو پاک کردیتا ہے۔

---

۱۶۴ النور: ۲۱

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۶؍ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۸؍مئی ۱۹۹۳ء

بروز ہفتہ، بعد نمازِ مغرب، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

از شرابِ قہر چوں مستی دہی
نیست ہارا صورتِ ہستی دہی

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! مسلسل نافرمانی و سرکشی اور گناہوں کے سبب آپ جس سے انتقام لینا چاہتے ہیں اس کو اپنے قہر کی شراب پلادیتے ہیں یعنی اس کی عقل پر عذاب نازل فرمادیتے ہیں، جس کی علامت یہ ہے کہ گناہوں میں اس کو بہت نشہ اور مستی محسوس ہوتی ہے اور اس کو اپنے انجام کی بھی پروا نہیں رہتی کہ یہ مستی موجبِ عذاب ہے اور ایسا شخص اپنی جان کے نفع ونقصان سے بے خبر ہو کر فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ کا مصداق ہوتا ہے اور شرابِ قہر کی مستی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دنیائے فانی اس کو نہایت حسین، مہتم بالشان اور پائیدار نظر آتی ہے اور فانی صورتیں، فانی لذتیں اور فانی مزے اس کو حاصلِ زندگی اور حاصلِ کائنات معلوم ہوتے ہیں جن پر اس کی مٹی مٹی ہو کر خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ہو جاتی ہے۔

تو بزن یا ربنا آبِ طہور
تا شود ایں نارِ عالم جملہ نور

اے ہمارے رب! اپنے آبِ رحمت کا ایک چھینٹا اس عالم پر ڈال دیجیے جو شہواتِ نفسانیہ کی آگ میں جل رہا ہے تاکہ شہوت کی یہ آگ نور میں تبدیل ہو جائے۔ یعنی اسبابِ قُرب سے مبدل ہو جائیں۔

گر تو خواہی آتش آبِ خوش شود
ورنہ خواہی آب ہم آتش شود

www.khanqah.org

اے خدا! اگر آپ چاہیں تو آگ ٹھنڈا پانی بن سکتی ہے اور آپ نہ چاہیں تو پانی بھی آپ کے حکم سے آگ بن سکتا ہے۔ یعنی اگر آپ چاہیں تو شر کو خیر بنادیں اور نہ چاہیں تو اسبابِ خیر پر خیر مرتب نہ ہو اور خیر شر بن جائے۔

کوہ و دریا جملہ در فرمانِ تست
آب و آتش اے خداوند آنِ تست

اے خدا! پہاڑ اور سمندر آپ کے تابع اور آپ کے زیرِ فرمان ہیں اور آگ اور پانی سب میں آپ کی مختلف شانوں کا ظہور ہے۔

در عدم کے بود مارا خود طلب
بے طلب کردی عطاہائے عجب

اے اللہ! عدم میں ہمارا وجود نہ تھا، ہمارے پاس زبان نہ تھی جس سے ہم مانگتے، لیکن بغیر طلب کے اور بغیر مانگے ہوئے آپ نے اپنی عطاؤں کے خزانے ہم پر برسادیے۔ عالمِ عدم میں جبکہ ہمارے جسم وجان ہی نہ تھے تو ہم آپ سے یہ سوال کیسے کرتے کہ ہمیں وجود عطا فرمایئے، لیکن آپ کے کرم نے بغیر سوال ہمیں وجود عطا فرمایا اور بدون سوال ہمیں انسانی قالب عطا فرمایا۔ آپ اگر چاہتے تو ہمیں کتّے سور اور گدھے کے قالب میں پیدا کرسکتے تھے، لیکن آپ کے کرم نے بغیر سوال اور بغیر طلب کے اشرف المخلوقات کے قالب میں پیدا فرمایا یعنی انسان بنایا اور پھر اے اللہ! آپ نے کرم بالائے کرم یہ فرمایا کہ ہمیں کسی کافر یا مشرک کے گھر نہیں پیدا فرمایا اور مسلمان گھرانے میں پیدا فرما کر ایمان جیسی عظیم الشان دولت مفت میں عطا فرمادی جس کے آگے زمین وآسمان کے تمام خزائن اور ساری دنیا کی مجموعی نعمتیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں، ایمان عطا فرما کر گویا جنت کا ٹکٹ آپ نے بے مانگے عطا فرمادیا۔ اے اللہ! اگر آپ ہمیں ایمان نہ عطا فرماتے تو ہم کس قدر عظیم خسارے میں پڑجاتے کہ اگر ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی ہمیں مل جاتی لیکن کفر وشرک کے سبب کتے اور سور سے بھی ہم بدتر ہوتے اور مرنے کے بعد دائمی عذاب میں مبتلا ہوجاتے۔ اور اے اللہ! اگر آپ کی مدد نہ ہوتی تو ہم بُری

www.khanqah.org

صحبت میں پڑ کر مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود نہ جانے کس گمراہی میں پڑ جاتے۔ کتنے لوگ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے لیکن آپ کے فضل سے محروم ہونے کے سبب مُرتد اور کافر ہو گئے۔ لہٰذا اے اللہ! یہ آپ کی رحمت اور فضلِ عظیم ہے کہ آپ نے اللہ والوں سے تعلق کی توفیق بخشی اور دین پر عمل نصیب فرمایا اور صحتِ رُوحانی اور جسمانی دونوں عطا فرمائیں اور کتنے امراض اور بیماریوں سے محفوظ فرمایا اور صحت مند جسم عطا فرمایا، معذور و محتاج نہ بنایا، غرض آپ کی ان نعمتوں کا شمار و احاطہ بھی محال ہے جو بدون مانگے آپ نے اپنے بندوں پر مبذول فرمائیں۔

ما نبودیم و تقاضا ما نبود
لطف تو ناگفتہ ما می شنود

اے اللہ! جب ہم نہیں تھے تو ہمارے پاس تقاضائے سوال اور زبانِ طلب نہیں تھی، لیکن آپ کے کرم سے ہماری بے زبانی بھی خالی نہ گئی اور آپ کے کرم نے ہماری اَن کہی باتوں کو سن لیا۔

جان و ناں دادی و عمرِ جاوداں
سائرِ نعمت کہ ناید در بیاں

اے اللہ! بغیر مانگے آپ نے ہمیں جان بخشی اور جان کی بقا کے لیے روٹی دی اور روٹی سے طاقت پا کر جان جب اے اللہ! آپ کی عبادت میں مشغول ہوئی تو آپ نے اس کو عمر جاوداں عطا فرمائی۔ جنت میں آپ ایسی حیاتِ جاوداں عطا فرمائیں گے جس کے بارے میں آپ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ نبوت سے اپنے بندوں کو بشارت دے دی کہ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ[۱۶۵] جنت میں ایسی نعمتیں ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے قلب پر ان کا خیال گزرا۔

---

۱۶۵ صحیح البخاری: ۲/۷۰۴، (۴۷۹۱)، باب قوله تعالٰی: فلا تعلم نفس ما اخفی لهم، المکتبة المظهرية

www.khanqah.org

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے اللہ! یہ تمام نعمتیں اور نہ جانے کتنی بے شمار نعمتیں آپ نے عطا فرمائی ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔

بے طلب تو ایں طلب ماں دادۂ
گنجِ احساں بر ہمہ بکشادۂ

اے اللہ! جب بغیر مانگے ہوئے آپ نے اپنی محبت کی تڑپ ہمیں بخشی اور ہم پر احسان کے خزانے برسا دیے۔

بے شمار وعد عطا بنہادۂ
بابِ رحمت بر ہمہ بکشادۂ

اور آپ کے کرم نے جب اتنے بڑے بڑے انعامات بے مانگے عطا فرمادیے کہ آپ نے خود فرمایا کہ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[۱۶۶] اگر اللہ کی نعمتوں کو تم شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔ پس ہم پر آپ نے اپنی رحمت کے بے شمار دروازے کھول دیے۔

باطلب چوں نہ دہی اے حی وودود
کز تو آمد جملگی جود و وجود

جب بے مانگے آپ نے یہ لطف و کرم فرمائے ہیں تو اے زندہ حقیقی اور اے محبت کرنے والے اللہ! مانگنے والوں کو بھلا آپ کیوں کر محروم فرمائیں گے کہ آپ ہی نے ہمارے وجود میں جود کے خزانے رکھ دیے ہیں۔ قوتِ باصرہ، قوتِ سامعہ، قوتِ ذائقہ، قوتِ شامہ، قوتِ لامسہ یعنی آنکھوں میں بینائی کا خزانہ رکھ دیا، کانوں میں شنوائی کا خزانہ رکھ دیا، منہ میں ذائقہ اور گویائی کا خزانہ رکھ دیا، ناک میں سونگھنے کا خزانہ رکھ دیا اور ہاتھوں میں چھونے کا خزانہ رکھ دیا اور یہ تو ظاہری خزانوں کا حال ہے اور باطن میں جو خزانے ہیں وہ ہم کو نظر نہیں آتے۔ جسم کے اندر ایک پورا کارخانہ چل رہا ہے۔ لقمہ نگلنے کے

---

[۱۶۶] ابراھیم: ۳۴

www.khanqah.org

بعد ہمیں کچھ نہیں کرنا پڑتا، اندر معدے کی مشین خود چالو ہو جاتی ہے، ایک لقمہ سات قسم کے ہضموں سے گزرتا ہے، ہضمِ معدی ہضمِ معوی وغیرہ پھر جگر میں خون بنتا ہے اور جگر دل کو خون سپلائی کرتا ہے اور قلب جسم کی تمام شریانوں کو سپلائی کرتا ہے۔ جسم کے اندر ایک کارخانہ چل رہا ہے اور ہمیں اس کی خبر نہیں۔ تو اے اللہ! جب بغیر مانگے آپ کے یہ الطاف وعنایات ہیں تو مانگنے والوں کو بھلا آپ کیوں نہ عطا فرمائیں گے۔ پس اے اللہ! میں آپ سے اپنے وجود کی تطہیر یعنی تزکیۂ نفس کا سوال کرتا ہوں، تاکہ جب میں بُرائیوں سے پاک ہو جاؤں گا تو آپ کو پا جاؤں گا، کیوں کہ آپ پاک ہیں ناپاکوں کو نہیں ملتے، اسی لیے آپ نے فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا[۱۶۷] جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا وہ فلاح پا گیا، مولانا رُومی فرماتے ہیں۔

چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی

جب تم زیبا یعنی اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو جاؤ گے تو اس زیبا حقیقی تک پہنچ جاؤ گے۔

ایں طلب در ما ہم از ایجادِ تست
رُستن از بیداد یا رب دادِ تست

ہمارے اندر جو اے اللہ! آپ کی طلب ہے یعنی ہم جو آپ کو چاہتے ہیں یہ بھی آپ ہی کی عطا ہے۔

مری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اُٹھائے جاتے ہیں

اور بے وفائی اور ظلم یعنی گناہ سے رہائی اور خلاصی پا جانا یہ سب آپ کی توفیق اور عطاو کرم ہے ورنہ اگر آپ کا فضل نہ ہو تو کوئی گناہ نہیں چھوڑ سکتا۔ جس کو گناہ چھوڑنے کی توفیق ہو گئی سمجھ لو اس پر اللہ کی رحمت نازل ہو گئی کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

۱۶۷ الشمس:۹

www.khanqah.org

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ[۱۶۸]

اے اللہ! مجھ پر وہ رحمت نازل فرما جس کی برکت سے میں گناہ چھوڑ دوں۔ اور جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا یہ دلیل ہے کہ یہ اللہ کا طالب ہے۔

بے طلب ہم می دہی گنجِ نہاں

رائیگاں بخشیدۂ جانِ جہاں

اے اللہ! بغیر مانگے ہوئے آپ خشیت و محبت و تقویٰ کی باطنی دولت عطا فرماتے ہیں اور مفت میں اہلِ جہاں کو جان یعنی نسبتِ خاصہ مع اللہ اپنے کرم سے عطا فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اللہ کی عطا کا سبب اللہ کی عطا، ان کے کرم کا سبب ان کا کرم، ان کی رحمت کا سبب ان کی رحمت ہے۔ اللہ کی عطا و کرم کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف کرنا اعراض عن الحق اور عین ناشکری ہے۔ حضرت حکیم الاُمت "بیان القرآن" کے حاشیہ مسائل السلوک میں تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّیْنَ مِنَ الصُّوْفِیَاءِ وَالسَّالِکِیْنَ یُنْسِبُوْنَ کَمَالَاتِھِمْ اِلٰی مُجَاھَدَاتِھِمْ فَھٰذَا عَیْنُ الْکُفْرَانِ[۱۶۹]

بعض صوفیا و سالکین اپنے کمالات کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف کرتے ہیں یہ عین ناشکری ہے۔

ھٰکَذَا اَنْعَمَ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ

بِالنَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی خَیْرِ الْاَنَامِ

اے خدا! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں یہ انعامات ہم پر مبذول فرماتے رہیے یہاں تک کہ ہم جنت میں پہنچ جائیں۔

---

۱۶۸ جامع الترمذی: ۲/۱۹۷، (۳۵۴۰)، باب فی دعاء الحفظ، ایچ ایم سعید

۱۶۹ بیان القرآن: ۶/۴، ابراھیم، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

اے خدا اے فضلِ تو حاجت روا

با تو یادِ ہیچ کس نبود روا

اے خدا! آپ کا فضل ہی حاجت روائی کرتا ہے، آپ کی یاد کے ساتھ کسی اور کی یاد ناروا ہے یعنی حاجت روائی صرف آپ ہی کے لیے خاص ہے اس میں کسی اور کو شریک کرنا جائز نہیں کیوں کہ آپ کے سوا کوئی بندوں کے کام نہیں بنا سکتا۔

ایں قدر ارشاد تو بخشیدۂ

تا بدیں بس عیبِ ما پوشیدۂ

اے خدا! جو ارشادات وہدایات آپ نے اپنے دین کے ذریعے ہمیں عطا فرمائیں یہاں تک کہ ان ہدایات پر عمل نہ کرنے کے ہمارے عیب کو بھی آپ کے کرم نے چھپایا، اور ہمیں رُسوا نہ فرمایا۔

عظمتِ تعلق مع اللہ

دامن فقر میں مرے پنہاں ہے تاج قیصری

ذرۂ درد وغم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات

وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض وسما سے کم نہیں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۷/ ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۹/ مئی ۱۹۹۳ء

بروز اتوار، بعد نمازِ مغرب، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

قطرۂ دانش کہ بخشیدی زپیش
متصل گرداں زدریاہائے خویش

اے اللہ! علم کا وہ قطرہ جو آپ نے اپنی طرف سے مجھے بخشا ہے، اس کا اتصال اپنے غیر محدود دریائے علم سے فرمادیجیے یعنی میرے محدود علم کو اپنے علم لامحدود سے ملادیجیے تاکہ میرا وہ قطرۂ علم صرف کُتب بینی تک محدود نہ رہے بلکہ قُطب بینی سے مشرف ہو کر آپ کے غیر محدود دریائے علم سے متصل ہو جائے۔ جو لوگ صرف کتب بینی سے علم کے حروف اور نقوش حاصل کرتے ہیں ان کے علم کی مثال حوض کی سی ہے جس کا پانی ایک دن ختم ہو جائے گا، اور جو لوگ کُتب بینی کے ساتھ قُطب بینی بھی کرتے ہیں یعنی رسمی علومِ ظاہرہ کی تحصیل کے ساتھ کسی صاحبِ نسبت کی صحبت میں رہ کر اللہ کی محبت حاصل کرتے ہیں، اپنے نفس کی اصلاح کراتے ہیں، گناہوں سے بچنے میں ہر مجاہدہ ومشقت کو، ہر غم کو برداشت کرتے ہیں ان کے علم کی مثال ایسی ہے جیسے کنویں کی گہرائی میں زمین کے اندر سے سوتہ پھوٹ جائے تو اب اس کا پانی کبھی ختم نہیں ہوگا۔ پس جب کوئی عالم کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو اس کے قطرۂ علم کا اتصال حق تعالیٰ کے غیر محدود دریائے علم سے ہو جاتا ہے اور اس کا علم کبھی ختم نہیں ہوتا۔ عالمِ غیب سے اس کے قلب پر ایسے علوم وارد ہوتے ہیں کہ کتب بینی والے حیرت میں رہ جاتے ہیں کہ یہ علوم اس کو کہاں سے آرہے ہیں جو ہم نے کتابوں میں نہیں پڑھے۔ ان اہلِ ظاہر کو پتا نہیں کہ اس کے علم کا خفیہ رابطہ کس غیر محدود دریائے علم سے ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

www.khanqah.org

خم کہ از دریا در اوراہے شود

پیشِ او جیحونہا زانو زند

جس مٹکے کا رابطہ خفیہ طور پر سمندر سے ہو جائے تو اس کے سامنے بڑے بڑے دریائے جیحون و فرات زانوئے ادب تہہ کرتے ہیں، کیوں کہ ان دریاؤں کا پانی خشک ہو سکتا ہے لیکن اس مٹکے کا پانی کبھی خشک نہیں ہو گا، کیوں کہ اس کے اندر مخفی راستے سے سمندر کا پانی آرہا ہے۔ پس جس کو کسی صاحبِ نسبت کی صحبت سے اللہ کی محبت حاصل ہو گئی اور اپنے علم پر عمل کی توفیق ہو گئی اس کو علم کی رُوح حاصل ہو گئی، کیوں کہ علم کی رُوح عمل ہے، علم اسی وقت علم ہوتا ہے جب اس پر عمل کی توفیق ہو جائے، ورنہ جس کو اپنے علم پر عمل کی توفیق نہیں وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں، مثلاً غضِ بصر کا حکم معلوم ہو گیا لیکن عمل نہیں کرتا تو اس کو ابھی علم حاصل نہیں ہوا، علم کے صرف نقوش حاصل ہوئے، لیکن جب کوئی حسین شکل سامنے آئی اور غضِ بصر کے حکم کو اس نے اپنی آنکھوں پر نافذ کر لیا تو علم غضِ بصر اس کو اب حاصل ہوا۔ معلوم ہوا کہ جو علم مقرون بالعمل نہ ہو علم کہلانے کا مستحق نہیں صرف اضافۂ معلومات اور ذہنی تعیش ہے۔

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

جو علم اللہ کا راستہ نہ دکھائے یعنی جس علم کے بعد اللہ کا راستہ طے کرنے کی توفیق نہ ہو وہ علم نہیں جہالت ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

اَیُّھَا الْقَوْمُ الَّذِیْ فِی الْمَدْرَسَۃِ

کُلُّ مَا حَصَّلْتُمُوْہُ وَسْوَسَۃ

اے وہ قوم جو مدرسہ میں تحصیلِ علم میں مصروف ہے جب تک تمہارا علم مقرون بالعمل نہ ہو گا تو یہ تمہارا محض وہم و گمان ہے کہ تمہیں علم حاصل ہو گیا۔

www.khanqah.org

علم نبود الّا علمِ عاشقی
مابقی تلبیسِ ابلیسِ شقی

علم سے مراد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا آجائے، اللہ کے راستے پر چلنا آجائے ورنہ آدمی صرف عالمِ منزل ہوگا، بالغِ منزل نہ ہوگا اور مقصدِ علم بالغ منزلِ مولیٰ ہونا ہے۔ اگر علم کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ نہ ہوا تو یہ ابلیس شقی کی تلبیس ہے۔ مولانا کا یہ شعر دریا بکوزہ کا مصداق ہے۔ مولانا نے صرف یہ مانگ کر کہ اے اللہ! میرے قطرۂ علم کو اپنے علم کے غیر محدود سمندر سے متصل کر دیجیے اس اتصال کا طریقہ اور جملہ لوازماتِ سلوک سب مانگ لیے جس کی تفصیل مولانا ہی کی برکت سے الحمدللہ بیان ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ اگلے شعر میں مولانا فرماتے ہیں۔

قطرۂ علم است اندر جانِ من
و ارہانش از ہوا و از خاکِ تن

اے خدا! علم کا جو قطرہ آپ نے میری جان کو بخشا ہے وہ میری خواہشاتِ نفسانیہ کی خاک سے آلودہ ہے یعنی اس قطرۂ علم کا نور میرے رذائل نفسانیہ اور عناصرِ اربعہ کے تقاضائے خبیثہ کی ظلمتوں میں چھپا ہوا ہے۔ پس آپ اپنے کرم سے اسے اجزائے خاکی اور ہوائے نفس کی قید سے رہائی دلا کر اپنے دریائے نور سے متصل کر دیجیے، کیوں کہ آپ کے نور کے سامنے نفس کی ظلمات نہیں ٹھہر سکتیں اور جب ان ظلمات سے میرا قطرۂ علم پاک ہو جائے گا تب ہی اس کا نور صاف میرے لیے مفید ہوگا۔ پس اے اللہ! جلد از جلد اسے خواہشاتِ نفس سے رہائی دلا دیجیے۔

پیش ازاں کیں خاکہا خسفش کند
پیش ازاں کیں بادہا نشفش کند

ارشاد فرمایا کہ خسف کے معنیٰ ہیں گہن اور نشف کے معنیٰ ہیں چوسنا، پونچھنا،

www.khanqah.org

صاف کرنا۔ مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ قبل اس کے کہ اس قطرۂ علم کو یہ خاک گہن لگادے۔ مولانا یہاں خاک کی جمع خاکہا کیوں لائے؟ اس لیے کہ جسم کی خاک مختلف انواع میں تقسیم ہے: آنکھوں کی خاک حرام نظارے چاہتی ہے، کانوں کی خاک گانے سننا چاہتی ہے، زبان کی خاک اجنبیہ عورت یا اَمرد سے باتیں کرنا چاہتی ہے، ہاتھوں کی خاک حسینوں کو چھونا چاہتی ہے، یہ خاک خاک پرستی چاہتی ہے، ایک مٹی دوسری مٹی کو پوجنا چاہتی ہے، مراد یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانیہ کہیں میرے قطرۂ علم کو بالکل ہی ضایع نہ کردیں، اور دوسرے معنٰی یہ ہیں کہ قبل اس کے کہ قبر کی مٹی اس قطرۂ علم کو فنا کردے اور قبل اس کے کہ ہوائیں اس کو چوس کر ختم کردیں اور خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ کا مصداق بنادیں۔

گرچہ چوں نشفش کند تو قادری

کش از ایشاں واستانی وخری

لیکن اے اللہ! خواہشاتِ نفسانیہ اس قطرۂ علم کو اور نورِ تقویٰ کو بالکل فنا کردیں تو بھی آپ قادر ہیں کہ نفس کے چنگل سے اس کو واپس لے کر اس کے نور کو دوبارہ بحال کردیں اور غفلت سے حیاتِ مُردہ کو اپنی یاد سے دوبارہ زندہ کردیں۔

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت

از خزینہ قدرتِ تو کے گریخت

جو قطرہ ہواؤں میں بکھر کر فنا ہوگیا یا خاک میں گر کر ضایع ہوگیا یعنی ہمارا نورِ تقویٰ گناہوں کی ظلمتوں میں چھپ گیا لیکن اے خدا! آپ کے خزانۂ قدرت سے نکل کر وہ کہاں بھاگ سکتا ہے، آپ ہمارے اس نورِ تقویٰ کو شیطان و نفس سے ہمیں دوبارہ واپس دلاسکتے ہیں یعنی توفیقِ توبہ دے کر ظلماتِ معاصی سے چھڑا کر ہمیں دوبارہ اپنی محبت و تقویٰ کا نور عطا فرماسکتے ہیں۔

www.khanqah.org

گر در آید در عدم یا صد عدم

چو بخوانید او کند از سر قدم

اگر اس قطرۂ علم پر سینکڑوں عدم طاری ہو جائیں لیکن اگر آپ اس کو بلائیں گے تو وہ سر کے بل آئے گا، عدم سے پھر وجود پا جائے گا۔

صد ہزاراں ضدّ ضد را می کشد

بازشاں فضلِ تو بیروں می کشد

لاکھوں ضدیں اپنے ضد کو کھینچ رہی ہیں۔ تقویٰ کا ضد فجور ہے۔ تقویٰ کے نور کو ظلماتِ معاصی اپنے طرف کھینچ کر فنا کر رہے ہیں، لیکن آپ کا فضل توبہ واستغفار کی توفیق سے اس کو پھر ظلمات سے باہر کھینچ لیتا ہے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ [۱۰]

اللہ اہلِ ایمان کا ولی ہے، ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا رہتا ہے۔

از عدم ہا سوئے ہستی ہر زماں

ہست یارب کارواں در کارواں

عالمِ عدم سے عالمِ وجود میں اے رب ہزارہا قافلے آپ لا رہے ہیں۔ جس طرح کائنات میں ہر لمحہ ہزاروں بچے پیدا ہو رہے ہیں، عدم سے وجود میں آرہے ہیں اسی طرح ظلماتِ معاصی میں غرق ہزاروں انسانوں کو توفیقِ توبہ سے آپ حیاتِ ایمانی عطا فرما کر ظلمت سے نور اور عدم سے وجود عطا فرما رہے ہیں۔

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول

نیست گردد غرق در بحرِ نعول

---

[۱۰] البقرۃ: ۲۵۷

www.khanqah.org

اور ہر رات کو تمام افکار و عقول اور ہوش و حواس عدم کے بحرِ عمیق میں غرق ہو جاتے ہیں اور نیند سے ان کے وجود پر گویا عدم طاری ہو جاتا ہے۔ مولانا رُومی ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

شب ز زنداں بے خبر زندانیاں

شب ز دولت بے خبر سلطانیاں

نیند قیدیوں کو قید خانے سے بے خبر کر دیتی ہے اور بادشاہوں کو اپنی سلطنت سے بے خبر کر دیتی ہے۔

تا ز وقتِ صبح چوں اللّٰہیاں

می زنند از بحر سر چوں ماہیاں

لیکن صبح کے وقت وہ افکار و عقول مثل اللہ والوں کے پھر بیدار ہو جاتے ہیں اور عدم کے بحرِ عمیق سے یعنی بے ہوشی کے سمندر سے مچھلیوں کی طرح پھر سر نکالتے ہیں۔

(درسِ مناجاتِ مثنوی کے دوران حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے مثنوی کے چند اشعار کی شرح فرمائی جو اگرچہ مناجات کے نہیں ہیں لیکن نہایت نافع ہیں اس لیے وہ اشعار مع شرح یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی فرماتے ہیں۔

قوتِ جبریل از مطبخ نبود

بود از درگاہِ خلّاقِ وجود

حضرت جبرئیل علیہ السلام اور جملہ فرشتوں کے اندر جو طاقت ہے وہ ان کو روٹی سے نہیں ملی کیوں کہ کوئی فرشتہ روٹی نہیں کھاتا، ان کی طاقت اللہ کی طرف سے ہے، عطائے حق ہے۔ فرشتے نور سے ہیں، وہ روٹی کے محتاج نہیں، لیکن ان کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جن کے پانچ سو بازو ہیں، انہوں نے اپنا صرف ایک بازو استعمال کیا تھا اور قومِ لوط کی چھ لاکھ کی چھ بستیوں کو اُٹھا کر آسمان تک لے گئے اور اُلٹ دیا:

www.khanqah.org

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ [۱]

لہٰذا اللہ تعالیٰ ہم سب کو رُوحانی طاقت نصیب فرمائے۔ اس رُوحانی طاقت سے ہی انسان نفس اور شیطان کو پچھاڑ سکتا ہے، روٹی کھا کر تو شہوتِ نفس اور شیر بنے گی۔ لہٰذا اللہ کے ذکر سے، گناہوں سے بچنے سے اور اللہ والوں کی صحبت سے رُوح میں طاقت آتی ہے اور انسان اس طاقت سے ہی نفس و شیطان کو شکست دے سکتا ہے۔ اگر رُوحانی طاقت نہ ہو گی تو نفس و شیطان اس کو پچھاڑ دیں گے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

دوست ما را زر دہد منت نہد

رازق ما رزق بے منت دہد

ہم کو ہمارے دوست احباب تھوڑا سا پیسہ قرضہ دے دیتے ہیں اور پھر منت اور احسان رکھتے ہیں کہ ہم نے اپنے دوست کی مدد کی تھی، اس کی شادی میں ہم نے دس ہزار روپیہ دیا تھا، زیور بنائے تھے وغیرہ اور ہمارا رزق دینے والا ہم کو بغیر احسان جتائے رزق دیتا ہے۔ کیا کبھی اللہ میاں نے احسان جتلایا کہ ہم نے سورج سے تمہارا غلّہ پکایا اور پھر تم کو روٹی پہنچائی؟ اور یہ روٹی ہم نے تم کو کس طرح پہنچائی کہ سورج، چاند، بادل، ہوا اور پانی کو تمہارا رزق تیار کرنے کی خدمت میں لگا دیا۔ تمہارے ایک لقمے میں ساری کائنات کی خدمات شامل ہیں، اور تمہیں صحت دی کہ جس کی برکت سے تم رزق کھا رہے ہو، تمہارے معدے میں جس سے تم آج کھا رہے ہو السر اور کینسر نہیں پیدا ہونے دیا ورنہ اگر معدے میں کینسر اور السر ہو جاتا تو تم روٹی نہیں کھا سکتے تھے۔ ہمارا رازق کیسا کریم ہے، ہمیں رزق دیتا ہے اور ہم پر کوئی احسان نہیں جتاتا۔

عقل می گوید کہ بر اسباب پر

عشق می گوید مسبّب را نظر

---

[۱] الحجر: ۷۴

www.khanqah.org

عقل کہتی ہے کہ تم اسباب پر اُڑو اور عشق کہتا ہے کہ سبب کے پیدا کرنے والے پر نظر رکھو۔ اسباب بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت کے تابع ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اسباب میں اثر پیدا کردیتے ہیں اور اسباب کے مطابق نتیجہ بر آمد ہوجاتا ہے اور جب ان کی مشیت نہیں ہوتی تو اسباب کو بے اثر کردیتے ہیں اور باوجود اسباب کے مقصود حاصل نہیں ہوتا اور اس کی ایک مثال دیتا ہوں، بہت عجیب علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ روٹی سبب ہے پیٹ بھرنے کا اور پانی سبب ہے پیاس بجھانے کا، لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو ان اسباب کو بے اثر کردیتے ہیں۔ ایک مرض ہے جس کا نام طبِ یونانی میں ''جوع البقر'' ہے جس میں یہ ہوتا ہے کہ چاہے کتنی ہی روٹیاں کھاتے چلے جاؤ لیکن بھوک ختم نہیں ہوتی۔ اور ایسے ہی ایک اور مرض ہے جس کا نام ''استسقاء'' ہے جس میں آدمی پانی پیتے پیتے مرجاتا ہے لیکن پیاس نہیں بجھتی چاہے ایک حوض پانی پی لے۔ اگر اسباب مؤثر بالذات ہوتے تو روٹیاں ہمیشہ بھوک کو سیر کردیتیں اور پانی ہمیشہ پیاس کو بجھادیتا۔ معلوم ہوا کہ اسباب اپنی تاثیر میں حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ سے مستغنی نہیں ہوسکتے۔ اسبابِ اپنی صفات کے مظہر ہیں، لیکن ہر مظہر اپنی صفتِ مَظہریت کے ظہور میں ہر وقت محتاج ہے مظہِر کا یعنی اللہ تعالیٰ کا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی شانِ مظہریت اثر انداز نہ ہوگی تو اسباب کی مظہِریت مؤثر نہیں ہوسکتی۔ جیسے برف صفتِ برودت اور ٹھنڈک کا مَظہر ہے اور آگ صفتِ حرارت کی مَظہر ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے نارِ نمرود کو حکم دیا کہ

يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ [۱۷۲]

تو آگ نے اپنی صفتِ حرارت چھوڑدی اور ٹھنڈی ہوگئی اور بجائے جلانے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آرام پہنچانے لگی۔ معلوم ہوا کہ تمام اسبابِ عالم مُسبِّبِ حقیقی کے تابع ہیں، اس لیے اسباب پاکر مُسبِّب سے بے خبر اور مستغنی نہ ہو۔ اسباب تو اختیار کرو کیوں کہ دنیا دار الاسباب ہے، ان اسباب کے پردے ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو چھپالیا، ورنہ نظامِ عالَم درہم برہم ہوجاتا اور عالَمِ غیب عالَمِ غیب نہ رہتا۔ اب بظاہر اسباب

۱۷۲؎ الانبیاء: ۶۹

www.khanqah.org

سے نظامِ عالم چلتا ہوا نظر آتا ہے، لیکن در حقیقت اسباب کے پردے میں ان ہی کا دستِ قدرت کار فرما ہے، اس لیے حکم ہے کہ تدابیر واسباب کو اختیار کرو لیکن ان کو مؤثر بالذات نہ سمجھو۔ اسباب کو اختیار کر کے اعتماد اللہ تعالیٰ پر کرو کہ اگر وہ چاہیں گے تو ان تدابیر واسباب میں اثر ڈال دیں گے اور اگر نہ چاہیں گے تو یہ اسباب ہمارا کام نہیں بنا سکتے۔ اسی لیے ایک صحابی نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے اللہ کے بھروسے پر اُونٹ کو کھلا چھوڑ دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُونٹ کو رسّی سے باندھو، پھر رسّی پر بھروسہ نہ کرو، اللہ پر بھروسہ کرو۔ اسی کو مولانا رُومی نے فرمایا۔

گفت پیغمبر بہ آوازِ بلند
بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

ترجمہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بھروسے پر اُونٹ کو رسّی سے باندھ دے، لیکن رسّی پر بھروسہ نہ کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں توکّل کی شرعی تعریف یہ ہے: تَرْکِیْبُ الْاَسْبَابِ دُوْنَ الْاِعْتِمَادِ وَالْاِعْتِمَادُ عَلَی اللّٰہِ۔ اسباب کو اختیار کرنا لیکن ان پر اعتماد نہ کرنا اور اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرنا۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ عزوجل سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

www.khanqah.org

درسِ مناجاتِ رُومی

۱۸ر ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۰ر مئی ۱۹۹۳ء

بروز دوشنبہ، بعد نمازِ مغرب، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

شد صفیرِ بازِ جاں در مرجِ دیں
نعرہ ہائے لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن

ارشاد فرمایا کہ دین کی شکار گاہ میں باز شاہی یعنی جاں بازِ الٰہی کی آواز مثل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کے نعرے ہیں کہ میں فنا ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا اور سوائے اللہ کے کسی اور کی طرف رُخ نہیں کرتا اور بجز رضائے الٰہی کسی چیز کو محبوب نہیں رکھتا، اور نعروں سے مراد محض زبانی نعرے نہیں بلکہ غیر اللہ سے عملی اعراض اور قول مقرون بالعمل ہے لہٰذا شاہ بازِ حق، جاں بازِ الٰہی اور عاشقِ حق سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کو چھوڑ کر فانی شکلوں پر مرنے لگے اور مثل گدھ کے مُردہ لاشوں کو کھانے لگے اور جس طرح بازِ شاہی مُردہ جانوروں کی لاشوں سے صَرف نظر کرتا ہوا صرف زندہ شیر کا شکار کرتا ہے اسی طرح عاشقِ حق دنیائے مردار اور حسنِ فانی کی طرف رُخ کرنا اپنی توہین سمجھتا ہے اور صرف زندہ حقیقی حَیٌّ وَقَیُّوْم تعالیٰ شانہٗ کی ذات پاک اس کا محبوب و مطلوب و مقصود ہے۔

باز دل را کز پئے تو می پرید
از عطائے بے حدت چشمے رسید

مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ بازِ قلب جو آپ کے لیے آپ کی طرف اُڑ رہا تھا اور آپ کی رضا کے اعمال کے اختیار کرنے اور غیر رضا کے اعمال سے بچنے کے مجاہدات کر رہا تھا آپ کے کرمِ غیر محدود کے صدقے میں اس کو چشمِ بینا عطا ہو گئی یعنی اہل اللہ کی مصاحبت، ذکر اللہ پر مداومت، گناہوں سے محافظت، اسبابِ گناہ سے مباعدت اور سنت

www.khanqah.org

پر مواظبت کی برکت سے اس کی جان نسبتِ خاصہ مع اللہ کے نور سے مشرف ہوگئی۔

رَبِّ اَتْمِمْ نُوْرَنَا بِالسَّاھِرَۃ
وَاَنْجِنَا مِنْ مُّفْضِحَاتِ الْقَاھِرَۃ

اے اللہ! ہمارے نور کو روزِ محشر تام فرمادیجیے اور وہاں کی سخت رُسوائیوں سے ہمیں نجات دیجیے۔

یار شب را روزِ مہجوری مدہ
جانِ قُربت دیدہ رادوری مدہ

مولانا رُومی اللہ تعالیٰ سے التجا کررہے ہیں کہ اے اللہ! آدھی رات کے بعد تہجد ومناجات وگریہ وزاری واشکباری کی توفیق عطا فرماکر جس کو آپ نے اپنا دوست بنالیا اس کو جدائی کا دن نہ دکھائیے اور جس جان نے آپ کے قُرب کا مزہ چکھ لیا اس کو دوری کا عذاب نہ دیجیے یعنی گناہ اور نافرمانی کے ان اعمال سے حفاظت بھی مقدر فرمادیجیے جو آپ سے بُعد اور دوری کا سبب بن جاتے ہیں۔

بُعدِ تو مرگے ست بادرد و نکال
خاصہ بُعدے کاں بود بعد از وصال

اے اللہ! آپ کا بُعد اور دوری تو خود ایک موت ہے اور یہ موت بھی ایسی ہے کہ جس کے بعد بھی چین نہیں ملتا بلکہ الم وعقوبت ساتھ ہوتا ہے، خاص کر وہ دوری تو اور زیادہ تلخ اور الم انگیز ہوتی ہے جو لذّتِ قُرب ملنے کے بعد ہو۔ پس زندگی آپ کے تعلق ومحبت کے بعد زندگی کہلانے کی مستحق ہے ورنہ وہ زندگی نہیں موت ہے، جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ [۱۷۳]

---

[۱۷۳] الانعام:۱۲۲

کیا وہ شخص جو (بوجہ کفر کے) مردہ تھا پس ہم نے اس کو (ایمان عطا فرما کر) زندہ کر دیا۔

معلوم ہوا کہ ایمانی حیات ہی اصلی حیات ہے اور اللہ سے دوری موت ہے، اور یہ اس وقت ہے جبکہ اللہ کے قُرب کا مزہ چکھا ہی نہ ہو، اور جس کو قُربِ الٰہی کی لذت مل گئی پھر کسی شامتِ عمل سے وہ اللہ سے دور ہو گیا تو نور کے بعد ظلمت کا احساس نہایت شدید ہوتا ہے، جیسے ایک بینا آدمی کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہے تو اس کو ظلمت سے سخت بے چینی و پریشانی ہو گی، برعکس نابینا کے کہ اگر اندھیرے پر اندھیرے طاری ہوتے رہیں تو نابینا کو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو لوگ ذاکر ہیں اور اہل اللہ کے تعلق کی برکت سے ہر وقت انوار میں رہتے ہیں ان سے اگر کبھی خطا ہو جاتی ہے تو گناہ کی ظلمت کا احساس ان کو نہایت شدید ہوتا ہے اور ان کے دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بود

سالک پر غموں کے ہزاروں پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں اگر اس کے دل میں باغِ قرب سے ایک تنکا بھی کم ہو جائے۔ اسی کو مولانا نے وصال سے تعبیر فرمایا کہ وصل و قُرب کے بعد فراق زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اللہ سے غافل اور نافرمان جو غرقِ ظلماتِ معاصی ہیں، گناہوں کے مسلسل ارتکاب سے ان کے باطن میں ظلمت پر ظلمت چڑھتی جاتی ہے، لیکن مثل نابینا کے ان کو کوئی احساس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس حالت سے ہر ایک کو بچائے۔

آں کہ دید ستت مکن نادیدہ اش
آب زن بر سبزۂ بالیدہ اش

جس نے آپ کو دیکھ لیا اس کو ایسا نہ ہونے دیجیے کہ جیسے اس نے کبھی آپ کو دیکھا ہی نہ تھا یعنی جو توفیقِ اعمالِ صالحہ سے آپ کے قُرب سے مشرف ہو گیا اس کو اپنی ناراضگی کے اعمال میں مبتلا نہ ہونے دیجیے، کیوں کہ جس نے آپ کو دیکھا ہی نہیں وہ اگر آپ کی

www.khanqah.org

نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، لیکن جو آپ کے قُرب سے مشرف ہوا اس کا دوری کے عذاب میں مبتلا ہونا سخت تعجب و حیرت اور عبرت کی بات ہے کہ قُرب کا مزہ چکھنے والا کس طرح تلخیٔ فراق پر صبر کیے ہوئے ہے۔

گر خفاشے رفت در کور و کبود

بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

اگر چمگادڑ تاریکیوں میں جا کر غلاظت کو چاٹ رہا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، لیکن وہ بازِ شاہی جس نے بادشاہ کی نگاہیں دیکھی ہیں اس کو کیا ہو گیا کہ چمگادڑ کی طرح غلاظتوں میں ملوث ہو رہا ہے۔

لہٰذا اے اللہ! جس نے آپ کا روئے زیبا دیکھ لیا یعنی آپ کے قُرب سے مشرف ہو گیا اس کو اپنی دوری اور بُعد سے معذب نہ ہونے دیجیے بلکہ اس کے نوخیز سبزۂ معرفت کی آبیاری کیجیے یعنی توفیقِ نالہ و فغاں و گریہ وزاری و اشکباری سے اس کی محبت و معرفت میں ترقی عطا فرمائیے۔

ہیں مراں از روئے خود اور ابعید

آں کہ او یک بار روئے تو بدید

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی کس عاشقانہ انداز سے اللہ تعالیٰ سے درخواست کر رہے ہیں کہ جس شخص نے ایک بار بھی آپ کا جمال دیکھ لیا اس کو کبھی اپنے پاس سے نہ بھگائیے یعنی اپنے کرم سے آپ نے جس کو ایک بار بھی اعمالِ صالحہ، ذکر و فکر اور اپنی یاد اور محبت کی توفیق دے کر اپنا پیارا بنا لیا پھر اس کو اپنے قُرب سے محروم نہ فرمائیے یعنی اس کے نفس کے حوالے نہ فرمائیے کہ گناہوں میں مبتلا ہو کر وہ آپ سے دور ہو جائے اور شقاوت و بدبختی اس کو پکڑ لے۔

دید روئے جز تو شد غَلِ گلو

کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٗ

www.khanqah.org

اے خدا! آپ کے حسن و جمال کے سوا کسی غیر کی طرف رُخ کرنا گلے کا طوق ہے، مصیبت اور غلامی ہے، کیوں کہ آپ کے سوا ہر چیز فانی، باطل اور لاشے ہے۔ یعنی آپ سے صحیح تعلق اور اطاعت و فرماں برداری غیر فانی سکون و اطمینان کا سبب ہے کیوں کہ آپ کی ذات پاک باقی، قدیم اور غیر فانی ہے اور آپ کے سوا کسی اور سے دل لگانا بے سکونی، اضطراب اور بے چینی کا ذریعہ ہے کیوں کہ آپ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے اور جو چیز علی معرضِ فنا وزوال ہو اس سے حاصل ہونے والا سکون بھی فانی اور باعثِ تشویش و اضطراب ہو گا۔

اور ماسویٰ ہر وہ چیز ہے جس سے مقصود اللہ نہ ہو اور جو اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ بھی نہ بن سکتی ہو۔ اس میں ہر گناہ و نافرمانی اور اللہ سے غافل کرنے والے اسباب داخل ہیں کیوں کہ یہ بالکل غیر اللہ ہے جو نہ مقصودِ حق ہو سکتا ہے نہ ذریعۂ مقصود بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لہٰذا وہ چیزیں جن کا مقصود اللہ ہے یا جو ذریعہ اور وسیلہ ہیں وصول الی اللہ کا وہ ہر گز غیر اللہ نہیں اس لیے وہ بھی مقصود ہیں جیسے اللہ والوں سے تعلق، ماں باپ بیوی بچوں اعزا و اقربا کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ سب مقصود ہیں کیوں کہ یہ ذریعہ ہیں حق تعالیٰ کی رضا کا اور رضائے حق مقصود ہے اور مقصود کا ذریعہ بھی مقصود ہوتا ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ جو تعلق لِلْحَقِّ ہوتا ہے وہ بِالْحَقِّ ہوتا ہے یعنی جو تعلق اللہ کے لیے ہے وہ اللہ ہی کا تعلق ہے اس کو غیر اللہ سمجھنا نادانی ہے۔ اسی لیے مولانا رُومی دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! کیوں کہ آپ کے سوا ہر چیز فانی ہے اس لیے آپ کے سوا کسی اور کو چاہنا اپنے گلے میں مصیبت کا طوق ڈالنا ہے۔

باطل اند و می نمایندم رشد
زانکہ باطل باطلاں رامی کشد

ارشاد فرمایا کہ مولانا رُومی بارگاہِ حق میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میری نگاہ غلط بیں میں باطل اور فانی چیزیں مثلاً دنیائے فانی کی رنگینیاں اور حسینانِ مجازی وغیرہ جو اصلاً آپ کے غیر ہیں اپنی ظاہری کشش اور ملمع سازی سے مجھے رُشد و صواب معلوم ہوتے ہیں حالاں کہ یہ سب غیر حق اور باطل ہیں لیکن چوں کہ میرا نفس باطل اور اَمَّارَۃٌ

www.khanqah.org

بِالسُّوْء اور مُلْهِمْ بِالْفُجُوْرِ ہے اس لیے باطل باطل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جس کا علاج اسبابِ فجور سے مکمل دوری اختیار کرنا ہے ورنہ نفس گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا۔

زیں کشش ہا اے خدائے رازداں
تو بجذبِ لطفِ خود ماں دہ اماں

اے وہ ذاتِ پاک جو عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ [۱۷۴] ہے! ہمارے سینوں کے تمام رازوں کی رازداں ہے! باطل کے اس انجذاب سے ہمیں اپنے اس جذبِ خاص کے صدقے میں پناہ دیجیے جو آیت اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ [۱۷۵] میں مذکور ہے۔ بس آپ اپنی صفتِ اجتباء کا عکس ہم پر ڈال دیجیے اور ہمیں اپنی طرف کھینچ لیجیے کیوں کہ جس کو آپ جذب فرمائیں پھر کون اس کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے نہ اس کا نفس نہ ابلیس نہ ابلیس کی گمراہ کن ایجنسیاں غرض دنیا بھر کی کوئی طاقت اس کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی۔

غالبی بر جاذباں اے مشتری
شاید در ماندگاں را واخری

اے اللہ! آپ کی نافرمانی پر اُکسانے والا ہمارا نفس امارہ بالسوء اور گناہ میں مبتلا کرنے والے اسباب مثلاً حسن مجازی یہ سب جذب و کشش رکھتے ہیں اور ہمیں اپنی طرف کھینچ رہے ہیں لیکن اے اللہ! آپ سب پر غالب ہیں اس لیے آپ کی قوتِ جذب بھی سب پر غالب ہے لہٰذا اگر ساری دنیا کے جاذب اور اہلِ کشش ہمیں اپنی طرف کھینچنا چاہیں اور ابلیس اور ابلیس کا لشکر اور اس کی گمراہ کن ایجنسیاں اور دنیا بھر کی طاغوتی قوتیں اجتماعاً ہمارے نفس امارہ بالسوء کو مقناطیسی کمک پہنچائیں تب بھی اے اللہ! وہ آپ کی قوتِ جذب پر غالب نہیں آسکتے کیوں کہ آپ غالب ہیں، عزیز ہیں اور عزیز کے معنٰی ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّلَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ فِي اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ۔ [۱۷۶] جو ہر چیز پر

---

۱۷۴ الانعام: ۱۲۲

۱۷۵ الشوریٰ: ۱۳

۱۷۶ صحیح مسلم: ۲/۳۴۳، باب فضل الذکر والدعاء والتقرب الی اللہ، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

غالب ہو اور اپنی قدرت کے استعمال میں کوئی اس کو عاجز نہ کر سکے۔ پس اے اللہ! آپ ہم درماندوں اور کمزوروں کے خریدار ہیں شاید کہ آپ ہمیں خرید لیں کیوں کہ آپ نے قرآنِ پاک میں اعلان فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ [۱۷۷] اللہ نے خرید لی ہیں مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال بدلہ میں جنت کے۔ پس اے اللہ! ہماری جانوں کو جذب فرما لیجیے پھر کوئی جاذب ہمیں اپنی طرف نہیں کھینچ سکتا اور ہم آپ کی طرف کھنچتے چلے جائیں گے۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

احقر کا شعر ہے۔

مری بے تابیٔ دل میں ان ہی کا جذب پنہاں ہے
مرا نالہ ان ہی کے لطف کا ممنونِ احساں ہے

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیا
جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

---

[۱۷۷] التوبۃ:۱۱۱

www.khanqah.org

از مناجات خاتمِ مثنوی

۱۹ر ذوقعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۱ر مئی ۱۹۹۳ء

بروز منگل، بعد نمازِ مغرب، بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

اے خدا سازندۂ عرشِ بریں
شام را دادی تو زلفِ عنبریں

اے خدا! اے عرشِ عظیم کے خالق! وہ عرشِ عظیم جو سارے عالم پر محیط ہے اور ساتوں آسمان اور کرسی جس کی وسعت میں مثل ایک حلقۂ انگشتری کے ہیں ایسی عظیم الخلقت مخلوق کے پیدا کرنے والے اللہ! آپ نے شام کو زلفِ عنبریں عطا فرمائی جس کی تاریکی میں نصف شب کے بعد آپ کے عاشقوں کو آپ کی خوشبوئے قرب ملتی ہے اور لذتِ عبادت و مناجات میں ترقی عطا ہوتی ہے۔ مولانا نے صاحبِ عرشِ عظیم کی عظمت بیان کرنے کے لیے عرشِ اعظم کا تذکرہ فرمایا اور خوشبوئے قربِ محبوب کی رعایت سے شام کو زلفِ عنبریں سے تشبیہ دی۔

روز را با شمع کافور اے کریم
کردۂ روشن تر از عقلِ سلیم

اے کریم! آپ نے دن کو شمعِ آفتاب سے ایسا روشن کر دیا جس کی روشنی اس لحاظ سے عقلِ سلیم سے زائد ہے کہ اس میں اشیاء بداہتاً نظر آجاتی ہیں جبکہ عقلِ سلیم کو حقیقتِ اشیاء تک رسائی کے لیے دلائل و براہین و استدلال کا سہارا لینا پڑتا ہے اور عقلِ سلیم پر دن کی یہ فضیلت مِنۡ بَعۡضِ الۡوُجُوۡہِ ہے مِنۡ کُلِّ الۡوُجُوۡہِ نہیں کیوں کہ دن اور عقلِ سلیم دونوں آپ کی مخلوق ہیں اس لیے من بعض الوجوہ نورِ عقل کو نورِ آفتاب پر فضیلت حاصل ہے مثلاً: عقلِ سلیم دلائل و استدلال سے وجودِ باری تعالیٰ کا ادراک کرتی ہے جبکہ دن کی روشنی یہ استدلال نہیں کر سکتی نہ دوسروں کو قائل کر سکتی ہے۔

www.khanqah.org

خوں بنافِ نافہ مشکے می کنی
سنبل و ریحاں چرد پشکے کنی

اے خدا! آپ کی قدرتِ قاہرہ خون جیسی گندی اور نجس چیز کو ایک ہرن کی ناف میں خوشبودار مشک بنادیتی ہے اور دوسرا ہرن سنبل و ریحان جیسے خوشبودار پھول چرتا ہے لیکن یہ عمدہ غذا اس کے پیٹ میں مینگنی بن جاتی ہے۔ اسی طرح ایک شخص سوکھی روٹی کھاتا ہے اور اس روٹی سے جو طاقت پیدا ہوئی اس سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اس سوکھی روٹی سے اس کے قلب میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا مشک پیدا فرمارہے ہیں اور ایک شخص کباب قورمہ اور پلاؤ کھا کر اللہ کے رزق سے پیدا شدہ طاقتوں کو اللہ کی سرکشی و طغیانی میں خرچ کر رہا ہے۔ یہ خوشبودار عمدہ غذا اس کے اندر نافرمانی کی غلاظت پیدا کر رہی ہے۔ ایک غذا ایک شخص کو مشرف بالقرب کر رہی ہے اور وہی غذا دوسرے کو معذب بالبعد کر رہی ہے۔ اسی غذا سے ایک شخص ولی اللہ بن رہا ہے اور اسی غذا سے دوسرا مردودِ بارگاہ ہو رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے تصرفاتِ عجیبہ اور قدرتِ قاہرہ سے ہمیشہ ڈرتا رہے اور یہ دُعا کرتا رہے: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ[۱۷۸] اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو دین پر قائم فرما۔

قادرا قدرت تو داری بر کمال
اَنْتَ رَبِّيْ اَنْتَ حَسْبِيْ ذُو الْجَلَال

اے قادرِ مطلق! تو قدرتِ کاملہ رکھتا ہے، تو ہی میرا رب ہے کہ تو نے رفتہ رفتہ میری پرورش کر کے مجھے اتنا بڑا کر دیا۔ ربوبیت کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ کسی چیز کو شَيْئًا فَشَيْئًا درجۂ کمال تک پہنچانا، پس تو ہی میرے لیے کافی ہے اور تو ذوالجلال یعنی صاحب الاستغناء المطلق ہے، ہر ایک سے مستغنی ہے لیکن چوں کہ تو رب بھی ہے اس لیے رحمان و رحیم بھی ہے، تیری ربوبیت شانِ رحمت کے ساتھ ہے۔ پس تیری ربوبیت اور تیری کفایت اور تیری شانِ استغناء کے ہوتے ہوئے مجھے اپنے گناہوں سے مایوسی نہیں بلکہ اُمیدِ

[۱۷۸] جامع الترمذی: ۳۶/۲، باب ما جاء ان القلوب بین اصبعی الرحمٰن، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

مغفرت ہے بوجہ گناہوں پر ندامت کے۔

اے خدا قربان احسانت شوم
کانِ احسانی بقربانت روم

اے خدا! میں آپ کے احسانات پر قربان ہو جاؤں کہ آپ احسانات کا مخزن و سرچشمہ ہیں پس میری جان آپ پر فدا ہو جائے۔

معدنِ احسانی و ابرِ کرم
فیضِ تو چوں ابر ریزاں بر سرم

اے معدنِ احسان و ابرِ کرم! آپ کا خزانۂ احسان اور فیضِ بخشش و عطا میرے سر پر مثل ابر باراں کے رحمت کی بارش کر رہا ہے۔

از عدم دادی بہ ہستی ارتقا
زاں سپس ایمان و نور اھتدا

آپ نے عدم سے ہمیں وجود کی طرف ترقی دی یعنی عدم سے وجود بخشا اور اس کے بعد ایمان اور نورِ ہدایت بھی عطا فرمایا تاکہ اس زندگی میں اعمالِ صالحہ یعنی امتثالِ اوامر واجتناب عن النواہی کے ذریعے ہماری عبدیت کو عروج وارتقا کی آخری منزل نصیب ہو جائے اور آپ ہماری عبدیت کے سر پر اپنی ولایت ورضامندی کا تاج رکھ دیں۔

اے خدا احسانِ تو اندر شمار
می نتانم با زبانِ صد ہزار

اے خدا! اگر مجھے ایک لاکھ یعنی بے شمار زبانیں عطا ہو جائیں تو بھی میں آپ کے احسانات کو ان زبانوں سے شمار نہیں کر سکتا کیوں کہ آپ کے احسانات بے حد اور بے شمار ہیں اس لیے آپ نے قرآنِ پاک میں فرمادیا کہ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[۷۹] اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

[۷۹] ابراھیم: ۳۴

www.khanqah.org

من بخواب و پاسبانِ من توئی
من چو طفل و حرزِ جانِ من توئی

جب میں سوتا ہوں تو اے اللہ! آپ ہی میری پاسبانی کرتے ہیں اور میں آپ کے سامنے مثل بچہ کے ہوں پس آپ ہی میری جان کی حفاظت کرتے ہیں اور میرے خورد و نوش ولباس وجملہ ضروریات کی کفالت فرماتے ہیں۔

ہندوستان کے بادشاہ عالمگیر نے ایک بزرگ کو خط لکھا کہ میں حیدر آباد دکن فتح کرنے جارہا ہوں ورنہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، پس اگر آپ اپنے بزرگوں کی زیارت کے لیے دلّی تشریف لائیں تو میں بھی آپ کی قدم بوسی کرلوں گا۔ سبحان اللہ! پہلے بادشاہوں کے قلب میں اہل اللہ کا کیا ادب تھا۔ ان بزرگ نے بادشاہ کو جواب تحریر فرمایا کہ:

فقیر را با بزمِ سلطانی چہ کار۔ کریمے دارم چوں گرسنہ می شوم
مہمانی می کند، چوں بخسیم پاسبانی می کند۔ کریمے ما بس باقی ہوس

ترجمہ: فقیر کو بادشاہوں کی بزم سے کیا کام۔ میں ایک کریم رکھتا ہوں، جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو وہ میری مہمانی کرتا ہے اور جب سوجاتا ہوں تو میری پاسبانی کرتا ہے۔ مجھے میرا اللہ بس ہے (یعنی کافی ہے) باقی سب ہوس ہے۔

من بعصیاں صَرف وقتِ خود کنم
بینی و از حلم می پوشی برم

میں اپنے اوقاتِ زندگی کو گناہوں میں گزار رہا ہوں، جو زندگی آپ کی فرماں برداری کے لیے تھی میں اسے آپ کی نافرمانی میں صَرف کررہا ہوں اور آپ یہ سب کچھ دیکھتے ہیں لیکن آپ کا حلم و کرم میری پردہ پوشی کرتا ہے اور مجھے رُسوا نہیں کرتا۔

روزیت را خوردہ عصیاں می کنم
نعمت از تو من بہ غیرے می تنم

آپ کا رزق کھا کر میں آپ ہی کی نافرمانی کرتا ہوں۔ آہ! میں کتنا کمینہ ہوں کہ آپ کی دی

www.khanqah.org

ہوئی روٹی سے میرے جسم میں خون بنا، اسی خون سے میرے جسم میں قوت آئی، وہی خون میری آنکھوں میں جا کر قوتِ باصرہ بنا، کانوں میں جا کر قوتِ سامعہ بنا، ناک میں قوتِ شامہ بنا، زبان میں قوتِ ذائقہ بنا لیکن میں آپ کے دیے ہوئے رزق سے پیدا شدہ قوتوں کو اور آپ کی عطا فرمودہ جملہ نعمتوں کو آپ کی نافرمانی میں صَرف کرتا ہوں۔ نعمت تو آپ کی طرف سے ہے لیکن بجائے آپ پر فدا ہونے کے میں آپ کے غیروں سے دل لگاتا ہوں، ان پر متوجہ اور ملتفت ہوں، یہ میرا انتہائی کمینہ پن اور احسان فراموشی اور دناءت ہے۔ جو ایک لقمہ میں حلق سے اُتارتا ہوں اس میں زمین و آسمان، چاند و سورج، ہواؤں اور بادلوں کی خدمات شامل ہیں، ساری کائنات کی خدمت ایک نوالۂ رزق میں لگی ہے تب یہ نوالہ مجھ تک پہنچا ہے لیکن آہ! میں کس غفلت سے اللہ کا رزق کھا کر کس جرأت و بے حیائی سے گناہ کرتا ہوں۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

ہمہ از بہرِ تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادل ہوا، چاند سورج، زمین و آسمان اللہ نے تیری خدمت میں لگا دیے تاکہ جب تو روٹی ہاتھ میں لے تو غفلت کے ساتھ نہ کھائے بلکہ استحضار رہے کہ میری خاطر پوری کائنات کو میری خدمت میں لگا دیا گیا تب مجھے یہ روٹی ملی ہے۔ ساری کائنات میری مطیع و فرماں بردار بنا دی گئی بس یہ انصاف کی بات نہیں ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری نہ کرے۔

جملہ بینی و نہ گیری انتقام
از درِ حلم و کرم آئی مدام

اے اللہ! آپ ہماری سب بے وفائیاں اور کوتاہیاں اور دناءت و کمینہ پن دیکھتے ہیں، مگر

www.khanqah.org

انتقام نہیں لیتے اور اپنے بندوں سے ہمیشہ حلم و کرم کا معاملہ فرماتے ہیں۔

بر دلِ من سی صد و شصت از نظر
می کنی ہر روز اے ربّ البشر

اے تمام انسانوں کے رب! سال میں تین سو ساٹھ دن ہیں، لیکن آپ کی رحمت پر قربان کہ آپ ہر روز ہمارے دل پر تین سو ساٹھ بار نظر کرم فرماتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بے شمار رحمت ہمارے دلوں پر محیط ہے۔ ان کی رحمت کا کیا ٹھکانہ ہے۔

لیک من غافل ز لطفِ بے کراں
چشم دارم ہر زماں با ایں و آں

آپ کی تو مجھ پر ایسی نگاہِ کرم ہے لیکن میں ہوں کہ آپ کے لطف بے کراں سے غافل ہو کر ہمہ وقت ہر کس و ناکس پر نگاہ رکھتا ہوں، آپ کے علاوہ دوسروں سے اپنی اُمیدیں وابستہ کرتا ہوں حالاں کہ میری نگاہ تو ہمہ وقت آپ ہی کی طرف لگی رہنی چاہیے تھی، چشم زدن کو مجھے آپ سے غافل نہ ہونا چاہیے تھا۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ مباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ترجمہ: اے سالک! اس شہنشاہ حقیقی تعالیٰ شانہٗ سے ایک لمحے کو بھی غافل نہ ہو شاید کہ وہ تیری طرف نگاہِ کرم فرمائے اور غفلت کی وجہ سے تجھے خبر بھی نہ ہو۔ اور عاشق کا تو یہ حال ہوتا ہے۔

در بزمِ وصالِ تو بہ ہنگام تماشا
نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد

عالمِ قرب و حضوری میں جب قلب خاصانِ خدا پر تجلیاتِ خاصۂ الٰہیہ کا انکشاف ہوتا ہے تو پلک جھپکنا بھی گراں معلوم ہوتا ہے بوجہ مُخِلِ نظارہ ہونے کے۔ یعنی ایک لمحے کی غفلت بھی باعثِ کلفت ہوتی ہے۔

www.khanqah.org

دوست را بر من نظر شد دوختہ
حیف من با دیگراں دل دوختہ

وہ محبوبِ حقیقی تو مجھ پر اپنی خاص نظرِ عنایت کیے ہوئے ہے لیکن افسوس کہ میں نے اپنا دل غیروں سے لگایا ہوا ہے۔

من گنہ آرم تو ستاری کنی
جرمِ من آرم تو معذاری کنی

میں گناہ کرتا ہوں اور آپ ستّاری و پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ میں جرم کرتا ہوں اور آپ اپنے کرم سے معاف فرمادیتے ہیں۔

جرم ہا بینی و خشمے ناوری
اے بقربانت چہ نیکو داوری

اے اللہ! میرے جرائم کو آپ دیکھتے ہیں لیکن اپنا قہر و غضب مجھ پر نازل نہیں فرماتے یہ آپ کا احسان و کرم ہے ورنہ اے اللہ! آپ سے کون بچ کر جاسکتا ہے۔ پس اے میرے مالک! آپ کے اس احسان و کرم پر میں فدا ہوں۔

در مصائب در حوادث ہائے زار
چوں کہ بر من تنگ شد از درد کار

جب مصائب و حوادث و آفات سے زندگی اور زندگی کے اوقات مجھ پر تنگ ہوئے اور میں ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ[۱۸۰] کی سخت اُلجھن اور گھٹن میں مبتلا ہو گیا۔

یار و خویشانم مرا بگزاردند
زار در دست غم بسپاردند

---

[۱۸۰] التوبۃ:۱۱۸

www.khanqah.org

جب مجھ کو میرے دوستوں نے بھی چھوڑ دیا اور مجھ بے کس، کمزور اور حیراں وسرگرداں کو غم کے ہاتھوں میں سپرد کر دیا۔

جز تو کے دیگر دراں سختی رسد
در متاعب ہا تو گشتستی مدد

اس وقت آپ کے سوا کون اس سختی میں میری مدد کو آیا، ان سخت حالات میں آپ ہی نے میری مدد فرمائی۔

در رسیدی زود بگرفتی مرا
وا خریدی از ہمہ سختی مرا

آپ کا کرم ہی اس وقت ہماری مدد کو پہنچا اور ہم گرتے ہوؤں کو سنبھال لیا اور تمام سختیوں، مصائب وآفات سے ہم کو خرید لیا یعنی بچالیا۔

چوں شمارم من ز احسانِ تو چوں
گر زباں ہر مو شود لطفت فزوں

اگر میرا ہر بُنِ مو یعنی میرا رُواں رُواں اور بال بال زبان بن جائے تب بھی میں آپ کے احسانات کو شمار نہیں کر سکتا کیوں کہ آپ کا لطف وکرم بے شمار ہے اور زبان محدود۔ اور محدود خواہ کتنی ہی اکثریت میں ہو محدود ہے۔ پس محدود غیر محدود کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے، اس لیے میرا شکر ہمیشہ آپ کے لطف وکرم سے کم ہوگا بلکہ دونوں میں اتنی نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو قطرے کو سمندر سے ہے۔

شکرِ احسان تراچوں سر کنم
اندریں رہ گو قدم از سر کنم

آپ کے احسان وکرم کا شکر ادا کرنے کے لیے اگر راہِ تشکر میں ہم سر کے بل چلیں تب بھی حقِ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

www.khanqah.org

جان و گوش و چشم و ہوش و پا و دست
جملہ از دُرہائے احسانت پُر است

ہماری جان اور کان آنکھیں اور ہوش اور ہاتھ پاؤں سب آپ کے احسانات کے موتیوں سے پُر ہیں۔ ہماری جان میں ایمان کا خزانہ رکھ دیا، کانوں میں شنوائی کا خزانہ رکھ دیا، آنکھوں میں بینائی کا خزانہ رکھ دیا وغیر ذالک اور یہ ایسے خزانے ہیں جو نایاب ہیں اور بازارِ دنیا میں دستیاب نہیں۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک اپنے جسم میں انمول، بے مثل اور نایاب خزانے لیے پھرتا ہے۔ ایسے کریم مالک کے شکر کا حق کون ادا کر سکتا ہے۔

ایں کہ شکرِ نعمت تو می کنم
ایں ہم از تو نعمتے شد مغتنم

یہ جو میں آپ کا شکر ادا کر رہا ہوں یہ توفیقِ شکر خود ایک نعمت مغتنم ہے یعنی مفت بخشی ہوئی نعمت ہے۔ پس جب یہ توفیق بھی نعمت ہے تو اس پر شکر واجب ہوا پھر اس توفیقِ شکر پر شکر واجب ہو گا، لہٰذا ادائے شکر میں تسلسل لازم آتا ہے جو عقلاً محال ہے، اس لیے ثابت ہوا کہ کوئی آپ کے احسانات کے شکر کا حق ادا کرنے پر قادر نہیں۔

شکرِ ایں شکر از کجا آرم بجا
من کئیم از تست توفیق اے خدا

توفیقِ شکر پر شکر ہم کہاں تک کر سکتے ہیں کیوں کہ ہر شکر دوسرے شکر کو مستلزم ہے جس کا تسلسل عقلاً محال ہے یعنی مسلسل شکر پر قدرت عقلاً محال ہے پس ہم کیا ہیں جو حقِ شکر ادا کر سکیں، لہٰذا آپ کے شکر کا حق ادا کرنے میں ہم عاجز و قاصر ہیں۔ جو کچھ شکر کی توفیق ہے وہ سب آپ کے کرم کی ممنون ہے اگرچہ وہ شکر آپ کی نعمتوں کے مقابلے میں بے حقیقت ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

www.khanqah.org

آج سے تقریباً سات سو سال قبل حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے سینے میں محبتِ الٰہیہ کی آگ روشن ہوئی جو بعد ازاں حضرت جلال الدین رومی کے سینے میں منتقل ہوئی اور اشعار کی صورت میں مثنوی مولانا روم میں تا قیامت محفوظ ہوگئی۔ آج اسی مثنوی شریف کی شرح رومی ثانی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سارے عالم میں نشر ہورہی ہے اور لاکھوں قلوب کو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت سے تڑپا رہی ہے۔

پیشِ نظر کتاب ''فغانِ رُومی'' شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا جلال الدین رُومی کے مناجاتیہ اشعار کی اپنے مخصوص و منفرد عاشقانہ انداز میں نہایت درد بھری شرح فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مناجاتِ رُومی کی ایسی شرح آج تک نظر سے نہیں گزری۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، اس کتاب کے مطالعے سے اللہ تعالیٰ کے حضور نہ صرف دُعا مانگنے کا طریقہ آئے گا بلکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ بھی لگ جائے گی۔

www.khanqah.org

ناشر
کتب خانہ مظہری